احکام شرعیہ پر مشتمل فتاویٰ جات کا علمی ذخیرہ

فتاویٰ بھکھی شریف

جلد دوم

افادات

غوث زماں، حضرت حافظ الحدیث والقرآن، مفتی اعظم پاکستان

حضرت پیر سید محمد جلال الدین مشہدی قدس سرہ العزیز

حضرت اعلیٰ درگاہ مقدسہ جلالیہ بھکھی شریف

حسب الارشاد

جانشین حضرت حافظ الحدیث، جگر گوشہ قیوم زماں حضرت ثانی صاحب

حضرت علامہ پیر الحاج مفتی سید محمد نوید الحسن مشہدی شاہ

سجادہ نشین درگاہ مقدسہ بھکھی شریف

ضلع منڈی بہاؤالدین

رشحات قلم

تلمیذ حضرت حافظ الحدیث، بدر الفقہاء

مفتی اصغر علی رضوی جلالی رحمۃ اللہ علیہ

ترتیب و تخریج

پروفیسر حافظ محمد اسلم جلالی

ناشر

جلالیہ پبلی کیشنز

جلد دوم
فتاویٰ بھکھی شریف
افادات
غوث زماں، حضرت حافظ الحدیث والقرآن، مفتی اعظم پاکستان
حضرت پیر سید محمد جلال الدین مشہدی
حضرت اعلیٰ درگاہ مقدسہ جلالیہ بھکھی شریف
جانشین حضرت حافظ الحدیث، جگر گوشۂ قیوم زماں حضرت ثانی صاحب
حضرت علامہ پیر الحاج مفتی سید محمد نوید الحسن شاہ مشہدی
سجادہ نشین درگاہ مقدسہ بھکھی شریف
ضلع منڈی بہاؤالدین
رشحات قلم
مفتی اصغر علی رضوی جلالی
پروفیسر حافظ محمد اسلم جلالی
ناشر
جلالیہ پبلی کیشنز

نام کتاب: فتاوٰی بھکھی شریف جلد دوم

رشحات قلم: بدر الفقہاء حضرت علامہ مفتی اصغر علی رضوی جلالی رحمۃ اللہ علیہ

تخریج: پروفیسر علامہ حافظ محمد اسلم جلالی

نظر ثانی: شیخ الحدیث پروفیسر ڈاکٹر محمد ظفر اقبال جلالی

صفحات: 384

تعداد: 1100

ناشر: جلالیہ پبلی کیشنز

قیمت: مکمل سیٹ 1100 روپے

ملنے کے پتے:

☆: مرکزی دفتر جلالیہ پبلیکیشنز درگاہ مقدسہ بھکھی شریف ضلع منڈی بہاؤالدین

☆: مرکزی دفتر جامعہ غوثیہ رضویہ I-8/4 جامعہ اسلام آباد

☆: مکتبہ احمد بک کارپوریشن کمیٹی چوک راولپنڈی

☆: مکتبہ فکر اسلامی کھاریاں ضلع گجرات ☆: اسلامک بک سنٹر، کمیٹی چوک، راولپنڈی

☆ مکتبہ اہلسنّت، جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری گیٹ لاہور / مکہ سنٹر نزد لوئر مال تھانہ، لاہور

☆ جلالیہ پبلی کیشنز، دربار مارکیٹ لاہور ☆ مکتبہ شمس وقمر بھاٹی چوک، لاہور

☆ مکتبہ قادریہ، دربار مارکیٹ، لاہور ☆ ہجویری بک شاپ، دربار مارکیٹ لاہور

☆ مکتبہ بہارِ شریعت، دربار مارکیٹ لاہور ☆ کتب خانہ امام احمد رضا، دربار مارکیٹ لاہور

☆ مکتبہ جمالِ کرم، دربار مارکیٹ لاہور ☆ کرمانوالہ بک شاپ، دربار مارکیٹ لاہور

☆ زاویہ پبلشرز، دربار مارکیٹ لاہور ☆ نظامیہ کتاب گھر، اردو بازار لاہور

☆ مکتبہ اعلیٰ حضرت، دربار مارکیٹ لاہور ☆ مکتبہ ضیائیہ، کمیٹی چوک راولپنڈی

انتساب

میں اپنی اس ادنی سی کاوش کو

شہزادہ اعلیٰ حضرت، امام الفقہاء، مفتی اعظم ھند حضرت علامہ ابوالبرکات

شاہ محمد مصطفیٰ رضا خاں قادری نوری بریلوی رحمہ اللہ تعالی

جن سے حضرت حافظ الحدیث رحمہ اللہ تعالی نے فتوی نویسی کی خصوصی تربیت حاصل کی

اور حضرات مشائخ بھکھی شریف

مفتی اعظم پاکستان، غوث زماں، حافظ الحدیث والقرآن حضرت اعلیٰ علامہ

پیر سید محمد جلال الدین شاہ صاحب مشہدی نور اللہ مرقدہ

بانی مرکزی جامعہ محمدیہ نوریہ رضویہ بھکھی شریف و حضرت اعلیٰ درگاہ مقدسہ بھکھی شریف

اور

جانشین حافظ الحدیث، قیوم زماں، استاذ العلماء، حضرت علامہ الحاج

پیر سید محمد مظہر قیوم شاہ صاحب مشہدی نور اللہ مرقدہ

سجادہ نشین اول درگاہ مقدسہ بھکھی شریف

کی طرف منسوب کرتا ہوں

گر قبول افتد زہے عزو شرف

فہرست مضامین

پیش لفظ

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے آپ کے ہاتھ میں "فتاویٰ بھکھی شریف" کی دوسری جلد موجود ہے ۔ جوکہ شرعی مسائل واحکام پر مشتمل ایک مستند فقہی ذخیرہ ہے۔ یہ کتاب مفتی اعظم پاکستان حافظ الحدیث والقرآن، جلال الملت والدین حضرت علامہ پیر سید محمد جلال الدین شاہ صاحب مشہدی نور اللہ مرقدہ، بانی مرکز اہلسنت جامعہ محمدیہ نوریہ رضویہ ودرگاہ مقدسہ جلالیہ بھکھی شریف، اورآپ کے شاگرد رشید بدر الفقہاء حضرت علامہ مفتی اصغر علی رضوی رحمۃاللہ علیہ کے فتاویٰ پر مشتمل ہے۔

فتاویٰ
بھکھی شریف

اس کی پہلی جلد کے شروع میں "حضرت حافظ الحدیث کی فقہی بصیرت کی ایک جھلک" کے عنوان سے آپ سے پوچھے گئے وہ سوالات وجوابات شائع کیے گئے ہیں جو مفسر قرآن، مفکراسلام علامہ پیر سید ریاض حسین شاہ مدظلہ ناظم اعلیٰ جماعت اہلسنت پاکستان کی زیرادارت چھپنے والے ماہنامہ "سوئے منزل" راولپنڈی میں وقتاً فوقتاً چھپتے رہے۔ امانت کے تقاضوں کے پیش نظرانہیں بعینہٖ اسی طرح شائع کیاگیاہے جس طرح وہ ماہانہ میں چھپے تھے۔

اس کے بعد حضرت بدر الفقہاء رحمۃ اللہ علیہ کے فتاویٰ شروع ہوتے ہیں جو دوجلدوں پر مشتمل ہیں۔

جانشین حافظ الحدیث، جگر گوشہ قیوم زماں ، قاسم فیضان سرہند و بریلی، سلطان المدرسین، علامہ پیر سید مفتی محمد نوید الحسن شاہ صاحب مشہدی زیب سجادہ آستانہ عالیہ بھکھی شریف نے ان فتاویٰ کی ترتیب و تخریج کا کام اس وقت میرے ذمہ لگایا جب کہ قیوم زماں، پیر طریقت، رہبر شریعت، استاذ العلماء، سیدی و مرشدی حضرت علامہ پیر سید محمد مظہر قیوم شاہ صاحب مشہدی نور اللہ مرقدہ بقید حیات تھے۔ اور حضرت بدر الفقہاء بھی مسند تدریس و افتاء کی رونق افزائی کر رہے تھے۔ اگر یہ کام ان کی حیات مبارکہ میں مکمل ہو جاتا تو یقینا وہ بہت خوش ہوتے مگر ہر کام کا وقت مقرر ہوتا ہے اس سے آگے پیچھے ہونا ناممکن ہوتا ہے اگرچہ ہمارے علم میں وہ مقررہ وقت نہ ہو۔

فتاویٰ
بھکھی شریف

لیکن مجھے اس بات کا پورا پورا احساس و اعتراف ہے کہ تاخیر و تاجیل کا ظاہری سبب میری سستی و کوتاہی ہے، اور اس میں بھی شک نہیں ہے کہ یہ سراسر بندہ پروری ہے حضرت سجادہ نشین دامت برکاتہم العالیہ کی کہ انہوں نے اس قدر تاخیر کے باوجود ایک بار بھی مجھے ایسا نہیں فرمایا کہ اگر تجھ سے یہ کام نہیں ہوتا تو کسی اور کے ذمہ لگا دیتے ہیں یہ محض ان کی شفقت اور مہربانی ہے۔

میں ذاتی طور پر بہت خوشی اور سعادت محسوس کرتا ہوں کہ اس کتاب کی صورت میں جہاں فتویٰ کی خدمت کا موقعہ ملا ہے وہاں آستانہ عالیہ بھکھی شریف کی خدمت کا اعزاز بھی حاصل ہوا ہے، اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی بدیہی چیز ہے کہ اس دوران مجھے بار بار یہ فتاویٰ

پڑھنے کا موقعہ ملا ہے جس سے بہت سی فقہی جزئیات اور فتاویٰ کے اصولوں سے آگاہی ہوئی اور فقہ و فتاوی کتب کی بینی کا موقعہ ملا اور مطالعہ کا شوق بڑھا ہے، مجھے قوی امید ہے کہ مسائل کا یہ مجموعہ فتاویٰ کی دنیامیں مفید اضافہ ثابت ہو گا۔

میں نے اس کی ترتیب و تبویب عام فقہ و فتاویٰ کی کتب کے مطابق رکھی ہے کہ اس کی پہلی جلد عقائد سے شروع کرے کتاب النکاح پر ختم کی ہے اور دوسری جلد کے متفرق مسائل کے بیان پر ختم کیا ہے۔اس کی پہلی جلد میں مندرجہ ذیل کتب ہیں: کتاب العقائد، کتاب الطہارۃ، کتاب الصلوٰۃ، کتاب الصوم، کتاب الصدقہ و الزکوۃ، کتاب النکاح،جب کہ دوسری جلد کتاب الطلاق، کتاب البیوع، کتاب الوقف، کتاب الحدود، کتاب الفرائض ،اور متفرق مسائل پر مشتمل ہے۔

فتاویٰ
بھکھی شریف

اور حتی المقدور دلائل وبراہین کی نصوص وعبارات کی تخریج اصل کتب اور متون سے کرنے کی کوشش کی ہے، اور قارئین کی آسانی کے لیے اس میں موجود جملہ عربی و فارسی عبارات پر اعراب لگانے کا التزام بھی کیا ہے۔

اس کتاب کی کمپوزنگ، طباعت اور اشاعت کے جملہ مراحل میں جن حضرات نے میرے ساتھ تعاون کیا ہے ان کا تہ دل سے میں شکر گزار ہوں خصوصاً جانشین حافظ الحدیث، جگر گوشہ قیوم زماں، قاسم فیضان سرہند و بریلی، سلطان المدرسین،علامہ پیر سید مفتی محمد نوید الحسن شاہ صاحب مشہدی زیب سجادہ آستانہ عالیہ بھکھی شریف جنہوں نے اس پورے

کام کی ہر مرحلہ پر مکمل سرپرستی بھی فرمائی اور اپنے دست مبارک سے مفتی، مستفتی، شرائط مفتی، تاریخ فتوی اور عہدوار اہم مجموعہ ہائے فتاوی پر مشتمل جاندار تقریظ جلیل بھی لکھ دی جو یقیناً کتاب کی اہمیت میں ایک خاطر خواہ اضافہ ہے۔

اور علامہ پروفیسر ڈاکٹر محمد ظفر اقبال جلالی جنہوں نے ہر دو شخصیات کے تعارف اور فتویٰ نویسی کے آداب واصول اور اہمیت وافادیت پر مشتمل تقدیم لکھی جس سے اس کتاب کی اہمیت دوچند ہوئی، اور ہر دو شخصیات کے فتوی نویسی کا اسلوب ذکر کیا جس سے فتاوی کو سمجھنے میں مدد ملے گی۔

فتاویٰ بھکھی شریف

اور حضرت علامہ نواز بشیر جلالی صاحب جنہوں نے طباعت واشاعت کی ذمہ داری قبول کی اور اس کو بحسن وخوبی نبھایا۔

اور میں بہت ممنون ہوں عزت مآب محترم جناب ڈاکٹر حمزہ مصطفائی صاحب کا جنہوں نے محنت شاقہ سے ماہنامہ "سوئے منزل" کے وہ نسخے تلاش کر کے عنایت کئے جن میں حضرت حافظ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھے گئے سوالات اور ان کے جوابات سلسلہ وار چھپتے رہے۔

اور کمپوزنگ کے عمل میں علامہ سید عاصم شاہ صاحب کاظمی جلالی فاضل ومدرس جامعہ اسلام آباد اور پروف ریڈنگ کے مرحلہ میں علامہ محمد نوید رضوی مدرس جامعہ اسلام آباد اور عزیزم حافظ رفاقت علی جلالی متعلم جامعہ اسلام آباد نے بہت تعاون کیا ہے، میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ سب کو جزائے خیر عطا فرمائے اور دارین کی سعادتوں سے نوازے۔ آمین۔

میں آخر میں یہ کہنا ضروری سمجھتا ہوں کہ اس پورے کام میں اگر کوئی خوبی ہے تو وہ محض اللہ کے فضل و کرم اور اس کی توفیق سے ہے اور اگر کوئی نقص رہ گیا ہے تو وہ یقینا محض میری کوتاہی اور غفلت کا نتیجہ ہے، اور قارئین سے گزارش ہے کہ دوران مطالعہ اگر کسی غلطی پر آگاہ ہوں تو اس کی ضرور نشاندہی کریں اور مطلع کر کے شکریہ کا موقعہ دیں، تاکہ آئندہ ایڈیشن میں تصحیح کی جاسکے۔

(علامہ) حافظ محمد اسلم جلالی

(اسلام آباد)

یکے از خدام درگاہ مقدسہ بھکھی شریف

كتاب الطلاق

(طلاق کا بیان)

طلاق شدہ عورت کا سسر کے گھر میں رہنا

کیا فرماتے علمائے کرام و مفتیان شرع کہ مسماۃ غلام سکینہ کا نکاح اشرف کے ساتھ تھا، جس کو بعد میں چند وجوہات کی بناء پر طلاق مغلظہ ہو گئی، طلاق کی تاریخ 1988-12-27 ہے، یہ لڑکی جس کے بطن سے تین بچے طلاق سے پہلے پیدا ہو گئے، جن میں سے صرف ایک لڑکا زندہ ہے، جس کی عمر 14 سال ہے، یہ لڑکی اپنی ساس جس کا رشتہ پھوپھی ہے اور سسر جس سے رشتہ بھانجی کا ہے، کے گھر رہتی ہے اور ان کا بیٹا جس نے طلاق دی ہے اپنے باپ کے گھر سے دور رہتا ہے، لڑکی نکاح ثانی کے لیے تیار نہیں ہے اور اپنی پھوپھی کے گھر میں ہی رہتی ہے۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس لڑکی کا اس گھر میں رہنا جائز نہیں ہے، تو کیا یہ لڑکی اس گھر میں رہ سکتی ہے یا کہ نہیں؟

اس کے پہلے خاوند کا آنا جانا بند ہے، وہ دور اپنے مکان میں رہتا ہے۔

شرعی لحاظ سے جواب ارشاد فرمائیں۔

الجواب منه الهداية والصواب

اگر مرد اس گھر میں نہیں رہتا اور اگر اس گھر میں آئے تو بھی طلاق دہندہ اور مطلقہ کو علیحدہ خلوت کی صورت نہیں بنتی تو اس لڑکی کو اس گھر میں رہنے کی از روئے شریعت اجازت ہے۔

فقط

هذا ما عندي والله تعالى أعلم

وصلى الله تعالى على حبيبه محمد وآله وأصحابه وسلم

تین طلاقوں کے بعد دوبارہ اکٹھا رہنے کی صورت

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے تین طلاقیں اپنی بیوی کو دیں، اب وہ دوبارہ اس کے ساتھ رہنا چاہتا ہے اس کی شرعی صورت کیا ہے؟

الجواب منه الهداية والصواب

اب ان کے ازدواجی تعلق کی شرعی صورت یہ ہے کہ عدت ختم ہونے کے بعد عورت کسی دوسرے مرد سے صحیح نکاح کرے اور وہ مرد اس سے کم از کم ایک بار

جماع کرے، اس کے بعد اس خاوند کے نکاح سے نکل کر عدت پوری کرے، پھر پہلے خاوند سے نکاح صحیح ہو گا۔

قرآن کریم میں ہے کہ:

اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌ بِإِحْسَانٍ.

ترجمہ: یہ طلاق دو بار تک ہے پھر بھلائی کے ساتھ روک لینا ہے یا اچھے سلوک کے ساتھ چھوڑ دینا ہے۔[1]

دوسرے مقام پہ قرآن کریم میں ہے کہ:

فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَه مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَه،.

ترجمہ: پھر اگر تیسری طلاق اسے دی تو اب وہ عورت اسے حلال نہ ہو گی جب تک دوسرے خاوند کے پاس نہ رہے۔[2]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ جب حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ کی بیوی نے مسئلہ پوچھا کہ رفاعہ نے مجھے تین طلاقیں دی ہیں، میں نے بعد میں عبد الرحمٰن سے نکاح کیا وہ نامرد ہیں، کیا میں پھر رفاعہ سے نکاح کر سکتی ہوں؟

تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

لَا حَتّٰى تَذُوْقِىْ عَسِيْلَتَه وَيَذُوْقَ عَسِيْلَتَكِ.

1- (سورہ: بقرہ، آیت نمبر:229)

2- (سورہ: بقرہ، آیت نمبر:230)

نہیں، جب تک تمہارا آپس میں جماع نہ ہو جائے۔[1]

بعض لوگ حلالہ شرعی کو ناجائز بتاتے ہیں، مگر یہ غلط ہے، کیونکہ فقہ حنفی کی معتبر کتاب ''بحر الرائق شرح کنز الدقائق'' میں ہے کہ:

كَرِهَ التَّزَوَّجُ لِلثَّانِيْ بِشَرْطِ أَنْ يُحِلَّهَا لِلْأَوْلِ بِأَنْ قَالَ تَزَوَّجْتُكِ عَلَى أَنْ أُحَلِّلَكَ لَه أَوْ قَالَتِ الْمَرْأَةُ ذٰلِكَ أَمَّا لَوْ نَوَيَا كَانَ مَأْجُوْرًا لِأَنَّ مُجَرَّدَ النِّيَةِ فِي الْمُعَامْلَاتِ غَيْرُ مُعْتَبَرٍ.

حلالہ کرنے کے لیے کسی مرد سے نکاح کرنا پہلے کے لیے حلال کرنے کی شرط لگاکر مکروہ ہے، اس طرح کہ مرد کہے کہ میں تجھ سے صرف اس لیے نکاح کرتا ہوں کہ تو پہلے مرد کے لیے حلال ہو جائے یا ایسی بات عورت کہے، اور زبان سے یہ الفاظ نہ کہے لیکن دونوں کی نیت یہ ہی ہو کہ یہ نکاح اس لیے کیا جارہا ہے کہ پہلے مرد کے ساتھ اس عورت کا نکاح صحیح ہو جائے تو اس صورت میں مرد کو ثواب حاصل ہو گا کیونکہ معاملات میں صرف نیت کا کوئی اعتبار نہیں جب تک کہ عمل نہ ہو۔[2]

فقط

هذا ما عندي والله تعالى أعلم

وصلى الله تعالى على حبيبه محمد وآله وأصحابه وسلم

1- (صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب: لا تحل مطلقۃ ثلاثا، ج: 4، ص: 154، حدیث: 3599)

2- (بحر الرائق، کتاب الطلاق، فصل: فیما تحل بہ المطلقہ، ج: 10، ص: 247)

الاستفتاء

میرے نفس پہ حرام ہے

میں مسمّٰی حسین مائیکل نے اپنی بیوی کو طلاق دی تھی، جس کا نام نگہت پروین ہے، جس میں یہ الفاظ استعمال کیے گئے ہیں: ''میں مسماۃ نگہت پروین کو طلاق دیتا ہوں اور اپنی زوجیت سے الگ کرتا ہوں، اب وہ میرے نفس پر حرام ہے، عدت گزارنے کے بعد جہاں چاہے عقد ثانی کر سکتی ہے''۔

قرآن وحدیث کی روشنی میں اس مسئلہ کا حل تحریر فرمائیں۔

السائل: حسین مائیکل ولد محمد حسین، گجرات

الجواب منه الهداية والصواب

اس تحریر میں چار جملے قابل غور ہیں:

☆: میں مسماۃ نگہت پروین کو طلاق دیتا ہوں،

☆: اپنی زوجیت سے الگ کرتا ہوں،

☆: اب وہ میرے نفس پر حرام ہے،

☆: عدت گزارنے کے بعد جہاں چاہے عقد ثانی کر سکتی ہے۔

پہلے جملے سے جو کہ صریح ہے طلاق رجعی واقع ہوئی اور باقی تین جملوں سے بوجہ کنایہ ہونے کے طلاق بائن ہوئی ہے، ان الفاظ میں نیت کا تعین ہوتا ہے۔

لیکن جب پہلے جملے سے ایک طلاق بائن واقع ہو گئی تو باقی دو جملے لغو ہوں گے، ان سے کوئی طلاق نہ ہو گی، اور دوسرے جملے سے واقع ہونی والی بائن طلاق پہلی رجعی طلاق کو بھی بائن بنا دے گی، پہلا جملہ ''میں نگہت پروین کو طلاق دیتا ہوں'' فعل حال ہے، ایسے الفاظ سے طلاق رجعی ہوتی ہے۔

فتاوی رضویہ میں ہے کہ:

فَقَالَ الزَّوْجُ (طَلَاقْ مِيْكُنَمْ) اَنَّهَا ثَلَاثٌ لِاَنَّ (مِیْ كُنَمْ) يَتَمَحَّضُ لِلْحَالِ وَهُوَ تَحْقِيْقٌ بِخِلَافِ قَوْلِه (كُنَمْ) لِاَنَّه يَتَمَحَّضُ لِلْاِسْتِقْبَالِ، وَبِالْعَرَبِيَّةِ قَوْلُه: اُطَلِّقُ، لَا يَكُوْنُ طَلَاقًا لِاَنَّه دَائِرٌ بَيْنَ الْحَالِ وَالْاِسْتِقْبَالِ فَلَمْ يَكُنْ تَحْقِيْقًا مَعَ الشَّكِّ.

خاوند نے کہا: ''میں طلاق کرتا ہوں'' تو تین طلاقیں ہوں گی کیونکہ اس کا قول ''کرتا ہوں'' صرف حال کے لیے مختص ہے اور یہ طلاق کو واقع کرتا ہے اس کے بر خلاف اس کا یہ کہنا ''طلاق کروں گا'' یہ خالص استقبال کے لیے ہے، اور عربی میں ''اطلق (طلاق دوں گا)'' سے طلاق نہ ہو گی، کیونکہ یہ حال اور استقبال دونوں میں مشترک ہے، لہٰذا شک کی بناء طلاق واقع نہ ہو گی۔[1]

1- (فتاوی رضویہ، باب الکنایہ، ج:12، ص:589)

دوسرا جملہ ''اور اپنی زوجیت سے الگ کرتا ہوں'' سے طلاق بائن ہوتی ہے۔

فتاوی ہندیہ میں ہے کہ:

لَا نِكَاحَ بَيْنِي وَبَيْنِكَ أَوْ قَالَ لَمْ يَبْقَ بَيْنِي وَبَيْنَكَ نِكَاحٌ يَقَعُ الطَّلَاقُ إِذَا نَوَى وَلَوْ قَالَتِ الْمَرْأَةُ لِزَوْجِهَا لَسْتَ لِي بِزَوْجٍ فَقَالَ الزَّوْجُ: صَدَقْتِ، وَنَوَى بِهِ الطَّلَاقَ يَقَعُ۔

شوہر نے کہا کہ میرے اور تیرے درمیان نکاح نہیں ہے، یا یہ کہا کہ میرے اور تیرے درمیان نکاح باقی نہیں ہے، تو اس سے اگر طلاق کی نیت کرے تو طلاق واقع ہو جائے گی اور اگر بیوی نے اپنے شوہر سے کہا کہ تو میرا شوہر نہیں ہے تو شوہر نے کہا کہ تو نے سچ کہا، اور شوہر نے اس جملہ سے طلاق کی نیت کی ہو تو طلاق واقع ہو جائے گی۔[1]

تیسرا جملہ: ''اب وہ میرے نفس پر حرام ہے''۔

کنز الدقائق میں ہے کہ:

إِذَا قَالَ لِامْرَأَتِه: أَنْتِ عَلَيَّ حَرَامٌ، وَالْحَرَامُ عِنْدَه طَلَاقٌ، وَلَكِنْ لَمْ يَنْوِ طَلَاقاً وَقَعَ الطَّلَاقُ.

1- (فتاوی ہندیہ، کتاب الطلاق، الفصل الخامس: فی الکنایات فی الطلاق، ج: 8، ص: 325)

جب مرد اپنی عورت سے کہے کہ تو مجھ پر حرام ہے، تو طلاق کی نیت نہ کرے تو پھر بھی طلاق ہو جائے گی۔[1]

اور بحر الرائق میں ہی ہے کہ:

اَلْمُتَعَارِفُ بِه اِیْقَاعُ الْبَائِنِ.

اس سے عرفاً بائن طلاق دی جاتی ہے۔[2]

چوتھا جملہ کہ: ''عدت گزارنے کے بعد جہاں چاہے عقد ثانی کر سکتی ہے'' طلاق کے کنایہ الفاظ سے ہے۔

البحر الرائق میں ہی ہے کہ:

وَبَقِيَّةُ الْكِنَايَاتِ إِذَا نَوَى بِهَا الطَّلَاقَ كَانَتْ وَاحِدَةً بَائِنَةً،وَإِنْ نَوَى ثَلَاثًا كَانَتْ ثَلَاثًا، وَإِنْ نَوَى ثِنْتَيْنِ كَانَتْ وَاحِدَةً ، وَهَذَا مِثْلَ قَوْلِه: أَنْتِ بَائِنٌ وَبَتَّةٌ وَبَتْلَةٌ وَحَرَامٌ وَحَبْلُكِ عَلَى غَارِبِكِ وَالْحَقِيْ بِأَهْلِكِ وَخَلِيَّةٌ وَبَرِيَّةٌ وَوَهَبْتُكِ لِأَهْلِكِ وَسَرَّحْتُكِ وَفَارَقْتُكِ وَأَمْرُكِ بِيَدِكِ وَاخْتَارِيْ وَأَنْتِ حُرَّةٌ وَتَقْنَعِيْ وَتَخَمَّرِيْ وَاسْتَتِرِيْ وَاغْرُبِيْ وَاخْرُجِيْ وَاذْهَبِيْ وَقُوْمِيْ وَابْتَغِيْ الْأَزْوَاجَ اِلَّا أَنْ يَّكُوْنَ فِيْ حَالِ مُذَاكَرَةِ الطَّلَاقِ فَيَقَعُ بِهَا الطَّلَاقُ فِيْ الْقَضَاءِ.

1- (البحر الرائق، کتاب الایمان، ج: 12، ص: 197)

2- (البحر الرائق، کتاب الطلاق، باب: الکنایات فی الطلاق، ج: 9، ص: 355)

اور بقیہ کنایہ الفاظ کہ جب ان کے ساتھ طلاق کی نیت کرے گا تو ایک بائنہ طلاق واقع ہو گی، اور اگر تین کی نیت کی تو تین ہوں گی، اور اگر دو کی نیت کی تو ایک ہو گی، اور اس کے اس قول کی مثل بن جائے گا کہ:

تو بائن ہے، تو بتہ (جدا) ہے، تو بتلہ (علیحدہ) ہے، تو حرام ہے، تیری رسی تیرے کندھے پہ ہے، اپنے گھر والوں کے پاس چلی جا، تو خلیہ (جدا) ہے، تو بریہ (آزاد) ہے، میں نے تجھے تیرے گھر والوں کے لیے ہبہ کیا، میں نے تجھے چھوڑا، میں نے تجھے جدا کیا، تیرا معاملہ تیرے ہاتھ میں ہے، تجھے اختیار ہے، تو آزاد ہے، تو دوپٹہ اوڑھ لے، تو چادر لے لے، تو اپنے آپ کو چھپا لے، تو اپنے آپ کو پوشیدہ رکھ لے، تو نکل جا، تو چلی جا، تو کھڑی ہو جا، تو شوہر تلاش کر لے، مگر جب یہ تمام الفاظ مذاکرہ طلاق کے درمیان کہے جائیں گے تو وقوع طلاق کا ہی فیصلہ دیا جائے گا۔[1]

اس طرح ان جملوں میں سے پہلے جملے سے تو طلاق رجعی بغیر نیت وارادے کے ہو گئی، باقی الفاظ میں سے ایک سے طلاق بائن ہو گی اور اس نے پہلی رجعی طلاق کو بھی بائن کر دیا، دوسرے دو جملوں میں سے طلاق واقع نہ ہوئی۔

1- (البحر الرائق، کتاب الطلاق، باب: الکنایات فی الطلاق، ج: 9، ص: 355)

اور کنز میں ہی ہے:

وَالصَّرِيْحُ يَلْحَقُ الصَّرِيْحَ وَالْبَائِنَ، وَالْبَائِنُ يَلْحَقُ الصَّرِيْحَ.

اور صریح لاحق ہوتی ہے صریح و بائن کے ساتھ، اور بائن صریح کے ساتھ لاحق ہوتی ہے۔[1]

اس عبارت میں صریح مراد ہے یا بائن، بحر الرائق میں طلاق رجعی کو بیان کیا تو اس اعتبار سے یہ مطلب ہوا کہ ایک طلاق رجعی کے بعد دوسری، تیسری رجعی طلاق ہو سکتی ہے اور پہلے بائن طلاق ہو چکی تو دوسری بائن نہیں ہو سکتی۔

فتاویٰ بھکھی شریف

فتح القدیر میں ہے کہ:

لِأَنَّ الصَّرِيْحَ أَعَمُّ مِنَ الْبَائِنِ لِانَّه مَا لَا يَحْتَاجُ اِلَى نِيَةٍ بَائِنًا كَانَ الْوَاقِعُ بِه أَوْ رَجْعِيًّا.

اس لیے کہ صریح بائن سے زیادہ عام ہے، کیونکہ صریح نیت کی محتاج نہیں ہوتی چاہے اس (صریح) سے بائن طلاق واقع ہو یا رجعی۔[2]

صریح طلاق سے مراد وہ طلاق ہے جو بغیر نیت بھی واقع ہو جائے، اگرچہ بائن ہو۔

1- (البحر الرائق، کتاب الطلاق، باب: الکنایات فی الطلاق، ج: 9، ص: 381)
2- (فتح القدیر، کتاب الطلاق، فصل: الطلاق قبل الدخول، ج: 8، ص: 175)

تو اس اعتبار سے تیسرے جملے ''اب وہ میرے نفس پر حرام ہے'' سے طلاق صریح

ہو گی جو دوسری بائن طلاق کا لاحق ہو سکتی ہے۔

بحر الرائق میں ہے کہ:

وَالْمُرَادُ بِالصَّرِيْحِ هُنَا مَا وَقَعَ بِهِ الرَّجْعِيُّ.

اور یہاں صریح سے مراد وہ طلاق ہے جس سے رجعی طلاق واقع ہو۔[1]

تو اس کا حکم علامہ شامی کے فرمان سے واضح ہوتا ہے کہ یہاں کی محتاجی نہ

ہونا حال کی دلالت کی وجہ سے ہے نہ کہ لفظ کی وجہ سے۔

فتاویٰ بھکھی شریف

نیز مبسوط میں ہے کہ:

وَإِذَا طَلَّقَ امْرَأَتَه تَطْلِيْقَةً بَائِنَةً ثُمَّ قَالَ لَهَا فِيْ عِدَّتِهَا أَنْتِ عَلَيَّ حَرَامٌ أَوْ مَا أَشْبَهَ ذَلِكَ وَهُوَ يُرِيْدُ بِذَلِكَ الطَّلَاقَ لَمْ يَقَعْ عَلَيْهَا شَيْئٌ.

اگر کوئی مرد اپنی عورت کو طلاق بائن دے پھر اس سے عدت کے دوران کہے کہ

تو مجھ پر حرام ہے، یا اس کے مشابہ کوئی جملہ کہے اور اس سے طلاق کی نیت کرے

تو تب بھی طلاق واقع نہ ہو گی۔[2]

1- (البحر الرائق، کتاب الطلاق، فصل: الکنایات فی الطلاق، ج:9، ص:377)

2- (مبسوط، کتاب الطلاق، ج:7، ص:343)

لہٰذا ہمارے مسئلہ کے پہلے جملہ سے ایک اور باقی تین میں سے ایک طلاق واقع ہوئی، پہلی طلاق رجعی تھی، جس کو دوسری نے بائن بنا دیا، اب دو بائن طلاق ہو چکی ہیں، اس کے بعد اگر میاں بیوی ازدواجی تعلق بنانا چاہتے ہیں تو تجدید نکاح کی ضرورت ہو گی، مگر یہ یاد رکھیں کہ نکاح کے بعد کسی وقت بھی ایک طلاق دی گئی تو پھر حلالہ شرعی کے بغیر نکاح نہ ہو سکے گا۔

ہدایہ میں ہے کہ:

وَإِذَا كَانَ الطَّلَاقُ بَائِنًا دُوْنَ الثَّلَاثِ فَلَه أَنْ يَّتَزَوَّجَهَا فِيْ الْعِدَّةِ وَبَعْدَ انْقِضَائِهَا.

اور جب طلاق بائن ہو، تین سے کم ہو تو شوہر کے لیے جائز ہے کہ وہ اس عورت سے عدت میں اور عدت مکمل ہونے کے بعد نکاح کرے۔[1]

فقط

هذا ما عندي والله تعالى أعلم

وصلى الله تعالى على حبيبه محمد وآله وأصحابه وسلم

1- (ہدایہ، کتاب الطلاق، باب: فیما تحل بہ المطلقہ، ج: 2، ص: 362)

طلاق دیکر زوجیت سے فارغ کرتا ہوں

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے طلاق نامہ لکھا جس کے الفاظ یہ ہیں کہ:

''میں محمد اشرف ولد محمد رمضان قوم راجپوت بھٹی سکنہ محلّہ ارشاد آباد منڈی بہاؤالدین کا رہائشی ہوں، میری شادی ریحانہ کوثر بنت فضل کریم قوم مسلم شیخ، محلّہ اسلام آباد ڈاکخانہ سوہاوہ ضلع منڈی بہاؤالدین سے ہوئی، دوران آبادی ناچاکی پیدا ہوئی، باوجود کوشش صلح نہ ہو سکی اور میری مذکورہ بیوی میرے گھر میں رہنے کو تیار نہیں ہے، لہٰذا میں گواہان کے روبرو اپنی بیوی کو طلاق دے کر اپنی زوجیت سے خارج کرتا ہوں ''

لہٰذا یہ طلاق نامہ پڑھ کر شریعت کی رو سے آگے نکاح وعدم نکاح کے بارے میں بتائیں؟

السائل: محمد منشاء، سوہاوہ منڈی بہاؤالدین

الجواب منه الهداية والصواب

اس تحریر سے ایک طلاق بائن ثابت ہوتی ہے اور بائن طلاق سے نکاح ختم ہو جاتا ہے اور عدت گزرنے کے بعد دوسری جگہ نکاح کرنا صحیح ہو گا، اور عدت یہ ہے کہ جس عورت کو ماہواری آتی ہو اور حاملہ نہ ہو تو تین بار حیض طلاق ہونے کے بعد آ جائیں، اگر طلاق کے بعد تین بار حیض سے پاک ہو کر غسل کر لیا تو عدت ختم ہوئی اور دوسری جگہ نکاح کرنا جائز ہوا۔

فقط

هذا ما عندي والله تعالى أعلم

وصلى الله تعالى على حبيبه محمد وآله وأصحابه وسلم

ایک بار طلاق دے دی

مفتی صاحب گزارش ہے کہ اس ورق کی دوسری جانب تحریر کردہ عبارت (مسماۃ بشیر فاطمہ کو بارِ اول طلاق دے دی ہے، لہٰذا اعلانِ طلاق بارِ اول پیش ہے) کے متعلق شرع محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق کیا حکم ہے؟

جبکہ اس طلاق کو دیئے ہوئے عرصہ چھ ماہ ہو چکے ہیں۔

برائے مہربانی قرآن وسنت اور فقہ حنفی کی روشنی میں وضاحت فرما کر ممنون فرمائیں۔

السائل: محمد اسحاق جلالی،

ناظم اعلیٰ دار العلوم نوریہ جلالیہ، منڈی بہاؤالدین

الجواب منه الهداية والصواب

اس عبارت کے مطابق ایک طلاق رجعی واقع ہوئی، جس کے بعد عدت کے اندر رجوع جائز ہے، لیکن 16-10-1998 آج مؤرخہ 11-04-1999 چھ ماہ ہونے کو ہیں اور عموماً اتنے وقت میں تین حیض عدت کے پورے ہو جاتے ہیں، اگر عدت ختم ہو گئی اور رجوع نہ ہوا تو نکاح ختم ہو گیا اور مطلقہ جہاں چاہے عقد ثانی کر سکتی ہے۔

البتہ مرد و عورت دوبارہ ازدواجی تعلق قائم کرنا چاہیں تو نئے سرے سے زبانی اجازت اور جدید مہر کے ساتھ تجدید نکاح کر سکتے ہیں، حلالہ کی ضرورت نہیں ہو گی۔

فقط

هذا ما عندي والله تعالى أعلم

وصلى الله تعالى على حبيبه محمد وآله وأصحابه وسلم

تحریری طلاق کا حکم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ محمد نعیم نے 22 سالہ خالدہ پروین سے نکاح کیا تھا، جب کہ خالدہ کی والدہ کی رضامندی بھی شامل تھی، لیکن نعیم نے اپنے والد کو بھی بے خبر رکھا، جب انہیں خبر ہوئی تو وہ سخت برہم ہوئے، نعیم کے دوستوں نے نعیم کو مجبور کیا اور کہا کہ تم اپنی بیوی کو طلاق دے دو، نعیم نے سخت انکار کیا اور کہا کہ میں ہرگز طلاق نہیں دوں گا، آخر مجبور ہو کر اس نے صرف اتنی آمادگی ظاہر کی کہ صرف ایک طلاق دینے کے لیے تیار ہوں وہ بھی تمہارے مجبور کرنے کی وجہ سے، چنانچہ نعیم نے مجبوراً اشٹام خریدا اور دستخط کر دیئے، خریدتے وقت اس نے پھر کہا کہ ایک ہی طلاق دوں گا اور چلا گیا، نعیم کے دوستوں نے والدین کی رضامندی کے لیے نعیم کی عدم موجودگی میں تین طلاقیں اپنی طرف سے لکھوا دیں۔

فتاوی
بھکھی شریف

الجواب منه الهداية والصواب

سوال کی تحریر سے صرف اتنا پتہ چلتا ہے کہ نعیم نے دوستوں کے مجبور کرنے پر طلاق دینے کے لیے اشٹام خریدا اور سادہ اشٹام پر دستخط کر کے دوستوں کو دے کر خود چلا گیا اور اس وقت یہ بھی کہا کہ طلاق ایک ہی دوں گا، اور دوستوں نے جو لکھا اس کو نعیم نہیں مانتا اور سوال سے ظاہر ہے کہ اشٹام کی تحریر اس کی ہے نہ اس نے لکھوائی ہے اور دستخط بھی پہلے خالی کاغذ پر تھے اور بعد میں اس تحریر کا علم ہونے پر ماں سے چھین کر پھاڑنا اس کی ناراضگی پر دلالت کرتا ہے تو اس صورت میں تحریر کا کوئی اعتبار نہیں، تحریر کو کلام کا حکم بوقتِ حاجت دیا جاتا ہے، جیسا کہ فتح القدیر میں ہے کہ:

فَأُقِيْمَتْ مَقَامَ الْعِبَارَةِ دَفْعاً لِلْحَاجَةِ.

تحریر حاجت کے وقت (کلام) کے قائم مقام بنا دی جاتی ہے۔[1]

نیز ردالمحتار میں ہے کہ:

وَثَبَتَ ذَلِكَ بِإِقْرَارِهِ أَوْ بِبَيِّنَةٍ فَهُوَ كَالْخِطَابِ.

1- (فتح القدیر، کتاب الطلاق، فصل: ویقع الطلاق کل زوج، ج: 8، ص: 4)

اور (جب) یہ (تحریر) اس کے اقرار یا گواہوں سے ثابت ہو تو وہ کلام کی طرح ہی ہو گی۔[1]

لہٰذا اس تحریر سے جو اشٹام پر لکھی گئی ہے ایک طلاق کا وقوع بھی نہ ہوا، اس کے بعد نعیم نے ایک طلاق دینے کے کا اقرار کر لیا تو ایک واقع ہوئی، اگر دو یا تین کا اقرار کرے تو اس کے اقرار کے مطابق حکم ہو گا۔

البتہ والدین کی گستاخی کرنے اور والدہ سے گستاخانہ رویہ سے پیش آنے پر نعیم کبیرہ گناہ کا مرتکب ہوا، اسے لازم ہے کہ وہ توبہ کرے اور والدین سے معافی مانگے اور ان کی مرضی کے مطابق اپنی بیوی کو طلاق دے دے۔

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چند چیزوں کی وصیت کی:

لَا تُشْرِكْ بِاللهِ شَيْئاً وَإِنْ قُتِلْتَ وَحُرِقْتَ وَلَا تَعُقَّنَّ وَالِدَيْكَ وَإِنْ أَمَرَاكَ أَنْ تَخْرُجَ مِنْ أَهْلِكَ وَمَالِكَ.

1- (رد المحتار، کتاب القضاء، باب: کتاب القاضی الی القاضی، ج: 22، ص: 24)

اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کر اگرچہ تجھے قتل کیا جائے اور جلا دیا جائے، اور والدین کی نافرمانی نہ کر اگرچہ وہ تجھے اپنے اہل و مال کو چھوڑنے کا حکم دے دیں۔[1]

فقط

هذا ما عندي والله تعالى أعلم

وصلى الله تعالى على حبيبه محمد وآله وأصحابه وسلم

فتاویٰ بھکھی شریف

یونین کونسل کا طلاق کو موثر قرار نہ دینا

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید کی بیوی حاملہ تھی اور اپنے میکے رہتی تھی، کسی ناچاکی کی وجہ سے زید نے ایک طلاق تحریری طور پر ارسال کر دی، ایک ماہ کے بعد دو طلاقیں لکھ کر ارسال کر دیں، جو انہیں وصول ہو چکی ہیں، کیا کسی صورت میں زید اور اس کی بیوی اکھٹے زندگی بسر کر سکتے ہیں؟

1- (مسند احمد، مسند الانصار، حدیث معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ، ج: 5، ص: 238، حدیث نمبر: 22128)

جب کہ یونین کونسل والے کہتے ہیں کہ طلاق مؤثر ہی نہیں ہوئی۔

السائل: محمد شریف، چک نمبر 13 چوکناں والہ

الجواب منه الهداية والصواب

اس میں زید کی بیوی تین طلاقوں سے مغلظہ ہو گئی اگر زید اقرار کرے کہ یہ کاغذ میں نے خود تحریر کیے ہیں یا (تحریر) کرواکر ارسال کیے ہیں، ورنہ اس کی طرف (سے) ہونے کا ثبوت درکار ہے۔

فتاویٰ بھکھی شریف

اگر زید طلاق لکھ کر ارسال کرنے کا اقرار کرنے والا ہو یا اس کی طرف سے طلاق کا ثبوت موجود ہو تو طلاق کسی حال میں بھی غیر موثر نہیں ہوتی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

ثَلَاثٌ جِدُّهُنَّ جِدٌّ وَهَزْلُهُنَّ جِدٌّ: اَلنِّكَاحُ وَالطَّلَاقُ وَالرَّجْعَةُ.

تین چیزیں ایسی ہیں کہ جن کی سنجیدگی بھی سنجیدگی ہے اور جن کا مذاق بھی سنجیدگی ہی ہے: نکاح، طلاق اور رجوع۔[1]

لہٰذا تین طلاقیں ہو چکی ہیں۔

اور اس کے بعد حکم ہے کہ:

فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَه مِنْ بَعْدُ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَه،

1- (سنن ابن ماجہ، کتاب الطلاق، باب: من طلق او نکح او راجع لاعبا، ج: 1، ص: 658، حدیث نمبر: 2039)

ترجمہ: پھر اگر تیسری طلاق اسے دی تو اب وہ عورت اسے حلال نہ ہو گی جب تک دوسرے خاوند کے پاس نہ رہے۔[1]

حکم شرعی کو بدلنے کا یونین کونسل کو کوئی اختیار نہیں ہے۔

فقط

هذا ما عندي والله تعالى أعلم

وصلى الله تعالى على حبيبه محمد وآله وأصحابه وسلم

1: ہمیں مؤرخہ 03-08-1996 کو ڈاکخانہ کے ذریعے اپنی ہمشیرہ خالدہ کی طلاق کا خط گھر میں ملا، جو کہ 01-07-1996 کا تحریر شدہ ہے، جس میں محمد جاوید ولد سراب خان کا نام درج ہے اور اس نے تین دفعہ طلاق کا لکھا کہ میری طرف سے فارغ ہے۔

1- (سورہ: بقرہ، آیت نمبر: 230)

2: مؤرخہ 1996-10-13 کو یونین کونسل سے درخواست آئی تھی، جس میں جاوید ولد سراب خان نے یہ تحریر کیا تھا کہ میں اپنی بیوی کو آباد کرنا چاہتا ہوں، لیکن اس سے پہلے 1996-08-03 والا طلاق کا لیٹر موجود تھا۔

3: اس کی مندرجہ بالا درخواست جس کا یہ اعتراف کرتا ہے کہ میں نے یہ درخواست خود دی ہے اور جو ہماری طرف سے درخواست یونین کونسل میں آئی، جس کا ہم نے نہ تو ذکر کیا ہے اور نہ ہی لکھی ہے، اور یونین کونسل سے ہم نے حلفیہ بیان دے کر حاصل کی ہے کہ ہم نے کوئی درخواست نہیں دی ہے اور وہ ہم نے واپس ریکارڈ کے طور پر لائی ہے۔ ایک اس کی اپنی درخواست جس کو وہ بذات خود تسلیم کرتا ہے اور جو جعلی ہماری طرف سے دی گئی، دونوں کی لکھائی ایک ہی ہاتھ کی ہے، تو جس کی وجہ سے ہمارا سمجھوتہ نہیں ہو سکا۔

فتاویٰ بھکھی شریف

ہم طلاق کے اس خط کا قرآن وسنت کی روشنی میں فیصلہ چاہتے ہیں کہ آیا یہ طلاق ہے یا کہ نہیں؟

4: میں تین طلاق، طلاق، طلاق دیتا ہوں، میری طرف سے خالدہ فارغ ہے، عارف اب تم خوش ہو گئے ہو گے اور اب تم کو مزہ آئے گا، اب تمہیں تکلیف ہو گی، شاید سکون ملے گا۔

السائل: محمد جاوید ولد سراب خان، ڈاکخانہ نکیال ضلع جہلم، پنڈ دادن خان،

الجواب منه الهداية والصواب

تحریر کو کلام کا قائم مقام قرار دے کر اس پر فقہائے کرام کلام والے احکام مرتب فرماتے ہیں۔ جب آدمی تحریر کرے یا تحریر کروائے یا عادل گواہوں کی شرعی گواہی سے اس کی طرف سے تحریر ہونے کا ثبوت ہو جائے (تو طلاق ثابت ہوتی ہے)، اس کے بغیر تحریر طلاق وغیرہ کا ثبوت نہیں بنتی، البتہ جس کی طرف تحریر منسوب کی گئی ہے اس سے تحریر لکھنے یا لکھوانے کا حلف لیا جائے گا، اگر حلف دے دے تو اس کی بیوی کو طلاق متصور ہو گی۔

لہٰذا جاوید جب طلاق دینے یا تحریر لکھنے یا تحریر لکھوانے کا منکر ہے اور شرعی گواہ موجود نہیں ہیں جو اس کی طرف سے تحریر کے ثابت ہونے کی گواہی دیں تو اس سے حلف لیا جائے گا اور اندازہ سے تحریر کو اس کی طرف منسوب نہیں کیا جائے گا۔

فتاوی رضویہ میں ایک تحریری طلاق نامہ کے متعلق فرماتے ہیں کہ:

''مگر خط کی بناء پر وقوع طلاق کا حکم اسی حالت میں ہو سکتا ہے جب کہ شوہر مقر یا گواہان عادل شرعی (دو مرد یا ایک مرد او دو عورتیں) سے ثابت ہو کہ یہ خط اس کا ہے، ورنہ صرف مشابہت خط پر حکم نہیں''۔[1]

1- (فتاوی رضویہ، کتاب النکاح والطلاق، باب الکنایہ، ج: 12، ص: 635)

علامہ شامی فرماتے ہیں کہ:

فَإِذَا كَانَ مُسْتَبِيْنًا مَرْسُوْمًا وَثَبَتَ ذَلِكَ بِإِقْرَارِهٖ أَوْ بِبَيِّنَةٍ فَهُوَ كَالْخِطَابِ.

جب خط واضح لکھا ہوا ہو اور یہ اس کے اقرار یا گواہوں سے ثابت ہو تو وہ کلام کی طرح ہی ہو گا۔[1]

ہدایہ میں ہے کہ:

اَلْخَطُّ يَشْبَهُ الْخَطَّ.

خط خط کے مشابہہ ہوتا ہے۔[2]

ہدایہ میں ہی ہے کہ:

وَإِذَا ادَّعَتِ الْمَرْأَةُ طَلَاقاً قَبْلَ الدُّخُوْلِ أُسْتُحْلِفَ الزَّوْجُ فَإِنْ نَكَلَ ضَمِنَ نِصْفَ الْمَهْرِ فِيْ قَوْلِهِمْ جَمِيْعًا لِأَنَّ الْإِسْتِحْلَافَ يَجرِيْ فِيْ الطَّلَاقِ.

اور جب عورت نے دخول سے پہلے طلاق کا دعوی کیا تو مرد سے حلف لیا جائے گا، اگر وہ انکار کر دے تو تمام کے اقوال کے مطابق وہ نصف مہر کا ضامن ہو گا اس لیے کہ حلف طلاق میں جاری ہوتا ہے۔[3]

1- (رد المحتار، کتاب القضاء، باب: کتاب القاضی الی القاضی، ج: 22، ص: 24)
2- (ہدایہ، کتاب الزکوۃ، باب: فی من یمر علی العاشر، ج: 1، ص: 214)
3- (ہدایہ، کتاب الدعوی، باب الیمین، ج: 3، ص: 213)

فتح القدیر میں ہے کہ:

وَلَوْ كَتَبَ الصَّحِيْحُ اِلَى امْرَأَتِه بِطَلَاقِهَا ثُمَّ أَنْكَرَ الْكِتَابَ وَقَامَتْ عَلَيْهِ الْبَيِّنَةُ أَنَّه كَتَبَه بِيَدِه فُرِّقَ بَيْنَهُمَا فِيْ الْقَضَاءِ.

اور اگر مرد نے اپنی عورت کی جانب طلاق کا خط لکھا پھر اس کی کتابت کا انکار کر دیا، جبکہ اس بات پہ گواہ موجود ہوں کہ بے شک اس نے یہ خط خود اپنے ہاتھ سے لکھا ہے تو قضاء کے طور پر ان دونوں کے درمیان تفریق کروادی جائے گی۔[1]

فتاویٰ بکھی شریف

سوال کی تحریر میں جاوید کی عورت کی طرف طلاق کی نسبت نہیں، اگر جاوید تحریر کا اقرار کرے تو پھر بھی اس کی نیت پر طلاق کا مدار ہے، اگر حلف دے کہ اس وقت اپنی بیوی کو طلاق دینا میری نیت نہ تھی تو بھی طلاق نہیں ہوئی۔

فقط

هذا ما عندي والله تعالى أعلم

وصلى الله تعالى على حبيبه محمد وآله وأصحابه وسلم

1- (فتح القدیر، کتاب الطلاق، فصل: فی الطلاق قبل الدخول، ج:8، ص:162)

میں اپنی بیوی کو آزاد کرتا ہوں

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میرے گھر میں لڑائی جھگڑا اور گالی گلوچ ہو رہا تھا کہ میں نے اپنے والد کو کہا کہ اگر آپ لوگوں کی یہی مرضی ہے تو میں اپنی بیوی کو آزاد کر دیتا ہوں۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ مذکورہ صورت میں طلاق واقع ہوئی ہے یا نہیں؟

ازروئے شرع زوجین کے متعلق کیا حکم ہے؟

السائل: محمد اعجاز، بھیکھو

الجواب منه الهداية والصواب

''یہی مرضی ہے'' سے اس وقت طلاق مراد تھی اور ''آزاد کر دیتا ہوں'' کہتے ہوئے طلاق کی نیت تھی تو پھر والدین سے پوچھا جائے اگر اس وقت وہ دونوں چاہتے تھے کہ ہمارا بیٹا اپنی بیوی کو طلاق دے دے تو طلاق بائن ہو گی۔

اگر ''میں اپنی بیوی کو آزاد کر دیتا ہوں'' سے والدین کو بتانا چاہتا ہو کہ اگر آپ چاہتے ہیں تو میں آپ کی مرضی پوری کروں گا، مجھے بتائیں کہ آیا آپ کی اس میں رضا مندی ہے؟ تو اس کے بعد والدین نے طلاق میں رضا مندی کا اظہار نہ کیا یا انہوں

نے رضا مندی ظاہر کر دی لیکن بیٹے نے ان کی رضا کا کام نہ کیا یعنی بعد میں طلاق نہ دی تو طلاق نہ ہوئی۔

اسی طرح ''یہی مرضی ہے'' سے طلاق کے علاوہ کسی اور بات کی طرف اشارہ ہو تو وہ شرط پوری ہو گی۔

''اپنی بیوی کو آزاد کر دیتا ہوں'' سے ان شاء اللہ ہو تو طلاق بائن ہو گی اور وعدہ طلاق ہو تو طلاق واقع نہ ہو گی اور ان شاء اللہ اور وعدہ میں متکلم کا قول بمع قسم معتبر ہو گا۔

هذا ما عندي والله تعالى أعلم

وصلى الله تعالى على حبيبه محمد وآله وأصحابه وسلم

طلاق، طلاق طلاق (تین بار)

کیا فرماتے علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میں سجاد حسین ولد سید حنیف شاہ عابدہ بی بی دختر بہادر شاہ جو کہ میری منکوحہ زوجہ ہے، باہمی ناچاکی کشیدگی اختیار کر گئی ہے اور

وہ ناراض ہو کر میکے چلی گئی ہے، مصالحت کی گنجائش نہیں، قبل اس کے دو نوٹس

طلاق کے دے چکا ہوں، آج تیسری طلاق تحریری ثبوت کے طور پر لکھ رہا ہوں،

مذکورہ کو ہر سہ بار طلاق، طلاق، طلاق دے کر اپنی زوجیت سے خارج کرتا ہوں۔

مذکورہ کا ایک بیٹا ہوا ہے جو کہ میرے نطفہ سے نہیں ہے، شادی سے قبل اس

کے حمل پر پردہ پوشی کی مگر مذکورہ معاملہ اس کا والد بہادر سمجھ نہ سکا، بیٹے کے

کسی خرچہ، نان ونفقہ کا ہرگز ذمہ دار نہ ہوں گا۔

فتاوی بھکھی شریف

مذکورہ کو حق ہے کہ بعد تکمیل ایام عدت عقد ثانی کرے، میرا عذر اعتراض نہ

ہو گا۔

نقل نوٹس طلاق بخدمت جناب چیئرمین صاحب ٹاؤن کمیٹی مرسل ہے کہ

موثر قرار پائے، مذکورہ کا کوئی سامان، جہیز نہ ہے، اور نہ ہی کوئی لین دین باقی ہے۔

گواہ:

1- سردار شاہ ولد رفیق شاہ

2- افسر شاہ ولد شہادت شاہ

15-06-1999، ملکوال

الجواب منه الهداية والصواب

صورت مسؤلہ میں تحریر کے مطابق تین طلاقیں ہو چکی ہیں اور عورت اپنے خاوند پر حرام ہو چکی ہے، عدت گزارنے کے بعد سابق خاوند کے علاوہ جس مرد سے چاہے عقدِ ثانی کر سکتی ہے، اگر سابق خاوند سے کرنا چاہے تو حلالہ شرعی کے بغیر جائز نہیں۔

فتاویٰ بھکھی شریف

قرآن کریم میں ہے کہ:

فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَه مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَه.

ترجمہ: پھر اگر تیسری طلاق اسے دی تو اب وہ عورت اسے حلال نہ ہو گی جب تک دوسرے خاوند کے پاس نہ رہے۔[1]

بچے کے نسب کی نفی کرنے سے عورت پر زنا کی تہمت لگائی گئی، اگر ثابت نہ کر سکے تو از روئے شرع حدِ قذف کا سزاوار ہے اور بچہ پھر بھی اس کا ہو گا۔

ہدایہ میں ہے کہ:

وَاِذَا نَفَى الرَّجُلُ وَلَدَ امْرَأَتِه عَقِيْبَ الْوِلَادَةِ أَوْ فِى الْحَالَةِ الَّتِىْ تُقْبَلُ التَّهْنِئَةُ وَتُبْتَاعُ آلَةُ الْوِلَادَةِ صَحَّ نَفْيُه وَلَاعَنَ بِه وَاِنْ نَفَاهُ بَعْدَ ذٰلِكَ لَاعَنَ، وَيَثْبُتُ النَّسْبُ.

1- (سورہ: بقرہ، آیت نمبر:230)

اگر کوئی آدمی اپنی بیوی کے بچے کی اپنی ذات سے ولادت کے فوراً بعد یا ایسی حالت میں کہ مبارکبادیاں قبول کی جائیں اور ولادت کی ضروریات خریدی جا چکی ہوں، نفی کرے تو اس کا نفی کرنا صحیح ہے اور وہ لعان کرے، اگر اس کے بعد نفی کرے تو وہ لعان بھی کرے اور بچے کا نسب بھی اسی سے ثابت ہو گا۔[1]

فقط

هذا ما عندي والله تعالى أعلم

وصلى الله تعالى على حبيبه محمد وآله وأصحابه وسلم

طلاق کا مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ محمد امین ولد شیر محمد ساکن چتر خانپور نے اپنی والدہ کے فوت ہونے پر جدہ میں یہ سنا کہ میری بیوی میری ماں کی بیماری اور مرنے میں شریک نہیں ہوئی، تو اس نے درج کلمات کہے:

گواہ نمبر 1: خضر حیات ولد امام دین، ساکن خانپور:

1- (ہدایہ، کتاب الطلاق، باب اللعان، ج: 2، ص: 426)

میں اللہ تعالیٰ کو حاضر ناظر جان کر یہ گواہی دیتا ہوں کہ محمد امین نے میرے روبرو یہ الفاظ ادا کیے کہ میں اگر اپنی بیوی کو اپنے گھر واپس لاؤں تو اپنی ماں بہن سے زنا کروں۔ جب میں نے منع کیا تو دوبارہ اس نے کہا کہ اگر میں اپنی بیوی کو گھر لاؤں تو اپنی ماں سے نکاح کروں۔ تیسری بار منع کرنے پر محمد امین نے کہا کہ اگر میں اپنی بیوی کو گھر لاؤں تو اپنی ماں بہن سے زنا کروں، تیسری مرتبہ یہ بھی کہا کہ وہ آج سے میری ماں بہن ہے کیونکہ وہ میری ماں کی بیماری اور وفات میں شریک نہیں ہوئی۔

گواہ نمبر 2: محمد جان ولد فیض، ساکن پیلاں، حال جدہ:

فتاویٰ بھکھی شریف

میں خدا تعالیٰ کو حاضر ناظر جان کر یہ بیان دیتا ہوں کہ محمد امین نے اپنی والدہ کی وفات کے موضوع پہ گفتگو کرتے ہوئے یہ الفاظ بولے کہ میری بیوی والدہ کی بیماری پر نہیں آئی، تو اس کے بعد اسے اپنے گھر آباد کروں تو اپنی ماں سے نکاح کروں، پھر محمد امین نے بیوی کے والد محمد لال کو گالیاں دینی شروع کر دیں تو میں نے کہا کہ تو نے محمد لال کی لڑکی چھوڑ دی ہے تو اسے گالیاں کیوں دیتے ہو، وہ میرا رشتہ دار ہے، تو محمد امین نے کہا کہ میں نے اس کی لڑکی چھوڑ دی ہے اب اگر اسے آباد کروں تو مجھ پر حرام ہے۔

گواہ نمبر 3: صوفی محمد بشیر، ساکن پلاہل، حال جدہ:

میں کلمہ شریف پڑھ کر اللہ تعالیٰ کو حاضر ناظر جان کر گواہی دیتا ہوں کہ محمد امین نے گھریلو حالات پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ میری بیوی میری والدہ کی وفات پر نہیں آئی، اگر میں اسے گھر لا کر آباد کروں تو ماں سے زنا کروں۔

گواہان کے حلفاً بیان کی روشنی میں فیصلہ صادر فرمایا جائے۔

31-03-1988

الجواب منه الهداية والصواب

اس آدمی سے پوچھا جائے کہ تو نے اپنی بیوی کو جدہ میں طلاق دی تھی یا فلاں آدمی یہ الفاظ تیری طرف سے تیری بیوی کے متعلق بیان کرتا ہے، اگر وہ اقرار کرے تو اس کی بیوی مطلقہ ہو گی۔

فتاویٰ بھکھی شریف

اگر ان بیانات کو درست تسلیم کرے تو گواہ نمبر 2 کے الفاظ ''میں نے محمد لال کی لڑکی چھوڑ دی ہے'' سے طلاق رجعی ہوئی، اور ''اب اگر اسے آباد کروں تو مجھ پر حرام ہے'' سے طلاق بائن معلق ہوئی اگر آباد کر لیا تو وہ بھی (بائن طلاق) ہوئی اور پہلی بھی بائن ہو گی، اس کا حکم یہ ہے کہ صلح کر دیں تو صرف نکاح کرنا ہو گا اور آئندہ ایک طلاق سے مغلظہ ہو جائے گی۔

اگر پہلے کبھی ایک طلاق دے چکا ہے تو ابھی مغلظہ ہو گئی ہے اور حلالہ شرعی کے بغیر ازدواجی تعلق ناممکن ہے۔

اور اگر خود طلاق کا اقرار نہ کرے اور نہ بیانات کو تسلیم کرے تو ایک آدمی کی گواہی سے طلاق ثابت نہیں ہو سکتی اور دوسرے گواہوں کے بیانات میں جو الفاظ موجود ہیں،

ان سے طلاق نہیں ہوتی، وہ تسلیم کرے یا گواہوں سے ثابت ہوں تو اس پر استغفار و توبہ لازم ہے، طلاق نہیں ہوئی۔

قرآن کریم میں ہے کہ:

وَأَشْهِدُوْا ذَوَىْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ.

ترجمہ: اور اپنے میں دو ثقہ کو گواہ کر لو۔[1]

وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ

ترجمہ: اور اپنے مردوں میں سے دو گواہ کر لو۔[2]

فتاوی رضویہ میں ہے کہ:

''عورت کو چھوڑ دینا'' عرفاً طلاق صریح ہے۔[3]

نیز ایک سوال کے الفاظ ''میں نے تجھے چھوڑ دیا تو میرے کام کی نہیں'' کے جواب میں فرمایا: دو طلاقیں بائن ہو گئیں:

وَذَلِكَ لِأَنَّ اللَّفْظَ الْأَوَّلَ صَرِيْحٌ وَالثَّانِىْ كِنَايَةٌ.

اس لیے کہ پہلا لفظ صریح اور دوسرا کنایہ ہے۔[4]

1- (سورہ: طلاق، آیت نمبر: 2)

2- (سورہ: بقرہ، آیت نمبر: 282)

3- (فتاوی رضویہ، باب الکنایہ، ج: 12، ص: 582)

4- (فتاوی رضویہ، باب الکنایہ، ج: 12، ص: 570)

نیز ایک سوال کے الفاظ ''خاوند نے ماں، بہن کہا'' کے جواب میں فرمایا:

صورت مذکورہ میں طلاق ثابت نہ ہوئی، نہ یہ ظہار ہے، صرف برا کہا اور گنہگار ہوا، توبہ کرے۔[1]

فقط

هذا ما عندي والله تعالى أعلم

وصلى الله تعالى على حبيبه محمد وآله وأصحابه وسلم

تین طلاقیں دیتا ہوں

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں مسمّٰی سیف اللہ ولد محمد یار، ساکن جلالپور تحصیل و ضلع سرگودھا اپنی منکوحہ رسولاں بی بی دختر نور محمد، سکنہ موسیٰ خورد تحصیل پھالیہ کو حواس خمسہ قائم رکھتے ہوئے تین طلاقیں دیتا ہوں، آج کے بعد میرا اس کے ساتھ کوئی ازدواجی رشتہ نہیں، وہ مجھ پر حرام ہے۔

1- (فتاوی رضویہ، باب: تعلیق الطلاق، ج:13، ص:289)

گواہ:

احمد یار ولد محمد یار، محمد اشرف ولد متعلیٰ خان، محمد اسلم ولد محمد دین،

06-05-1999

الجواب منه الهداية والصواب

اگر سیف اللہ اقرار کرے کہ تحریر میں نے خود لکھی ہے یا لکھوائی ہے یا معتبر

شرعی گواہ شرعی شہادت دیں کہ یہ تحریر سیف اللہ کی طرف سے ہے، تو اس کی بیوی رسولاں بی بی کو تین طلاقیں ہو چکی ہیں اور وہ سیف اللہ کے لیے حرام ہو گئی ہے، عدت گزرنے پر جس سے چاہے عقد ثانی کر سکتی ہے مگر سیف اللہ سے حلالہ شرعی کے بغیر عقد نہیں ہو سکتا۔

قرآن کریم میں ہے کہ:

لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْبِطُوْنَهُ مِنْهُمْ.

ترجمہ: تم میں سے اس کو وہی جانتے ہیں جو استنباط کا ملکہ رکھتے ہیں۔[1]

علامہ شامی فرماتے ہیں کہ:

فَإِذَا كَانَ مُسْتَبِيْنًا مَرْسُوْمًا وَثَبَتَ ذَلِكَ بِإِقْرَارِه أَوْ بِبَيِّنَةٍ فَهُوَ كَالْخِطَابِ.

1- (سورہ: نساء، آیت نمبر: 83)

جب خط واضح لکھا ہوا ہو اور یہ اس کے اقرار یا گواہوں سے ثابت ہو تو وہ کلام کی طرح ہی ہو گا۔[1]

فتح القدیر میں ہے کہ:

وَذَهَبَ جُمْهُوْرُ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِيْنَ وَمَنْ بَعْدَهُمْ مِنْ أَئِمَّةِ الْمُسْلِمِيْنَ إِلى أَنَّهُ يَقَعُ ثَلَاثًا.

اور جمہور صحابہ و تابعین اور ان کے مابعد مسلمانوں کے آئمہ اس جانب گئے ہیں کہ بے شک اس (تین طلاقیں اکھٹی دینے) سے تین طلاقیں ہو جائیں گی۔[2]

فتاوی بھکھی شریف

فتح القدیر میں ہی حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ والی حدیث ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے کہ:

وَقَدْ أَثْبَتْنَا النَّقْلَ عَنْ أَكْثَرِهِمْ صَرِيْحًا بِإِيْقَاعِ الثَّلَاثِ.

اور تحقیق ہم نے اکثر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے صریحا تین طلاقوں کا وقوع نقل کیا ہے۔[3]

فقط

هذا ما عندي والله تعالى أعلم

وصلى الله تعالى على حبيبه محمد وآله وأصحابه وسلم

1- (رد المحتار، کتاب القضاء، باب: کتاب القاضی الی القاضی، ج: 22، ص: 24)

2- (فتح القدیر، کتاب الطلاق، باب: طلاق السنہ، ج: 7، ص: 457)

3- (فتح القدیر، کتاب الطلاق، باب: طلاق السنہ، ج: 7، ص: 460)

مجبور شخص کی طلاق کا حکم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص مسمّٰی محمد نواز کو دھوکہ سے اجووال واڑہ عالم شاہ لے جایا گیا، وہاں پہنچ کر اس سے کہا گیا کہ تو اپنی بیوی (مسماۃ منظوراں دختر لالہ) کو طلاق دے، جب محمد نواز نے انکار کیا تو اس کو دھمکی دی گئی بلکہ اس پر تشدد بھی کیا گیا اور مجبور ہو کر اس نے طلاق نامہ پہ انگوٹھا لگایا اور اس نے منہ سے کچھ نہیں کہا اور نواز کہتا ہے کہ طلاق دینے کی میری اپنی مرضی نہیں تھی اور جو کچھ کیا گیا مجبور ہو کر کیا گیا اور مجبور کرنے والا ایک نواز کا چھوٹا بھائی اور ایک بہنوئی تھا، اور محمد نواز نے جس تحریر پہ انگوٹھا لگایا اس میں یہ تحریر تھی کہ آج مؤرخہ 27-08-1988 کو سہ بارہ طلاق دیکر اپنے نفس پر حرام کرتا ہوں۔

السائل: نادر علی ولد محمد روشن، گوہڑ شریف، منڈی بہاؤالدین

الجواب منه الهداية والصواب

صورت مسؤلہ میں تین طلاقیں واقع ہو چکی ہیں اور عورت مغلظہ ہو گئی ہے، اب محمد نواز اور منظوراں بی بی کا ازدواجی تعلق حلالہ شرعی کے بغیر بنانا از روئے شرع درست نہیں ہو سکتا۔

اس کی تفصیل اس طرح ہے کہ اگرچہ محمد نواز نے خود تحریر نہ لکھی مگر کسی کی تحریر پر انگوٹھا لگا دینا طلاق نامہ جانتے ہوئے (محمد نواز کے اقرار کی وجہ سے اور گواہوں کی موجودگی میں) اسی کی تحریر بنا دیتا ہے، نیز مجبور کرنا بھی اس کے لیے عذر نہیں ہو سکتا، کیونکہ اکراہ وہ عذر شرعی بنتا ہے جس میں:

☆: مجبور کرنے والا قتل کرنے یا عضو کاٹنے کی دھمکی دے اور وہ اپنی دھمکی کو عملی جامہ پہنانے کی جرات بھی رکھتا ہو۔

☆: جس کو دھمکی دی گئی ہے وہ بھی یہ سمجھ لے کہ اگر میں اس کی بات نہ مانوں گا تو مجھے وہ اذیت برداشت کرنا ہی پڑے گی۔

اس صورت اکراہ میں عموماً یہ دو شرطیں جمع نہیں ہو سکتیں کیونکہ بھائی اپنے بھائی کی ناپسندیدہ بیوی کو چھڑانے کے معاملے میں اختلاف پر اپنے بھائی کو قتل نہیں کر سکتا یا کم از کم جسے دھمکی دی گئی ہے وہ اس حد تک خائف نہیں ہو سکتا۔

علامہ شامی فرماتے ہیں کہ:

فَإِذَا كَانَ مُسْتَبِيْنًا مَرْسُوْمًا وَثَبَتَ ذَلِكَ بِإِقْرَارِهِ أَوْ بِبَيِّنَةٍ فَهُوَ كَالْخِطَابِ.

جب خط واضح لکھا ہوا ہو اور یہ اس کے اقرار یا گواہوں سے ثابت ہو تو وہ کلام کی طرح ہی ہو گا۔[1]

ہدایہ میں ہے کہ:

ثُمَّ كَمَا يُشْتَرَطُ قُدْرَةُ الْمُكْرِهِ لِتَحَقُّقِ الْإِكْرَاهِ يُشْتَرَطُ خَوْفُ الْمُكْرَهِ وَقُوْعَ مَا يُهَدَّدُ بِه

پھر جس طرح اکراہ کے تحقق کے لیے مجبور کرنے والے کی قدرت کی شرط لگائی گئی ہے اسی طرح مجبور کیے گئے شخص کا اس چیز سے خوف بھی شرط ہے جس سے اس کو ڈرایا جارہا ہے۔[2]

اسی لیے امام اعظم رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ:

اَلْإِكْرَاهُ يَثْبُتُ حُكْمُه إِذَا حَصَلَ مِمَّنْ يَّقْدِرُ عَلَى إِيْقَاعِ مَا يُوْعِدُ بِه سُلْطَانًا كَانَ أَوْ لِصًّا.

اکراہ کا حکم ثابت ہو جاتا ہے جب اکراہ اس آدمی کی جانب سے ہو جو اس اکراہ کے وقوع پہ قادر ہو چاہے وہ بادشاہ ہے یا چور۔[3]

1- (ردالمحتار، کتاب القضاء، باب: کتاب القاضی الی القاضی، ج: 22، ص: 24)
2- (ہدایہ، کتاب الاکراہ، ج: 3، ص: 347)
3- (ہدایہ، کتاب الاکراہ، ج: 3، ص: 347)

جب یہ اکراہ شرعی نہ ہوا تو اس کا حکم ثابت ہو گیا، لہذا تینوں طلاقیں واقع ہو گئی ہیں اور حلالہ شرعی کے بغیر ان کا ازدواجی تعلق ممکن نہیں۔

فقط

هذا ما عندي والله تعالى أعلم

وصلى الله تعالى على حبيبه محمد وآله وأصحابه وسلم

دماغی بیماری والے کی طلاق کا حکم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میرا خاوند پچھلے آٹھ سال سے اپنا دماغی توازن کھو بیٹھا ہے، اس کا کافی علاج کروایا مگر درست نہیں ہو سکا اور ڈاکٹروں نے بھی اس کو لاعلاج قرار دے دیا ہے، لہذا میری التماس ہے کہ مجھے اس سے آزاد کیا جائے اور تین ماہ پہلے دو گواہوں کی موجودگی میں میرے بھائی نے اس سے طلاق نامہ پہ دستخط کروا لیے تھے۔

الجواب منه الهداية والصواب

مجنون آدمی نہ خود طلاق دے سکتا ہے اور نہ ہی اس کی طرف سے کوئی دوسرا یہ اختیار رکھتا ہے، اس سے جنون کی حالت میں دستخط کروالینا بھی اس معاملہ میں کوئی فائدہ نہیں رکھتا۔

مشکل الآثار میں ہے کہ:

أَنَّ كُلَّ طَلَاقٍ جَائِزٌ إِلَّا طَلَاقَ الْمَجْنُوْنِ.

بے شک ہر طلاق جائز ہے سوائے مجنون کی طلاق کے۔[1]

فتاویٰ بھکھی شریف

لہٰذا اس صورت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے آزمائش ٹھہرا کر اس مصیبت پر صبر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے دعا کرنی چاہیے کہ وہ اپنی رحمت کاملہ سے کوئی نجات کی صورت پیدا فرمادے۔

فقط

هذا ما عندي والله تعالى أعلم

وصلى الله تعالى على حبيبه محمد وآله وأصحابه وسلم

1- (مشکل الآثار، ج:10، ص:420، حدیث نمبر:4169)

تیسری طلاق بعد میں دینے کا حکم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اس تحریر سے طلاق واقع ہوئی ہے یا نہیں، کتنی ہوئی ہیں اور کیا ابھی مرد رجوع کر سکتا ہے یا نہیں؟

تحریر یہ ہے:

''محمد یونس ولد رحم دین، قوم شیخ، ساکن پھالیہ ضلع منڈی بہاؤالدین اپنی منکوحہ مسرت بیگم دختر ریاست علی (مرحوم) قوم حجام، ساکن گوجرانوالہ کو بوجہ نافرمانی، زبان درازی طلاق دوم دیتا ہوں، تیسری طلاق ایک ماہ گزرنے پر دی جائے گی۔

محمد یونس ولد رحم دین، قوم شیخ، پھالیہ منڈی بہاؤالدین''

سائلین: محمد سعید ولد محمد صدیق، سید زوار حسین شاہ ولد سید بشیر حسین شاہ، 29-09-1998

الجواب منه الهداية والصواب

طلاق نامہ میں تحریر شدہ الفاظ ''طلاق دوم دیتا ہوں'' سے ثابت ہوتا ہے کہ اس سے پہلے ایک طلاق دے چکا ہے، یہ دوسری طلاق ہے، لہٰذا دو طلاقیں رجعی ہو

چکی ہیں، تیسری طلاق ایک ماہ گزرنے پر دی جائے گی، ان الفاظ سے تیسری طلاق دینے کی دھمکی یا اس کا وعدہ ہے، جو پورا نہیں کیا تو تیسری طلاق نہ ہوئی، اور اس دھمکی پر عمل کیا گیا تو تین طلاقیں ہو گئیں اور عورت مغلظہ ہوئی اور حلالہ شرعی کے بغیر پہلے خاوند کے لیے حلال نہیں ہو سکتی۔

اگر تیسری طلاق نہیں دی گئی تو پھر دیکھنا یہ ہے کہ عدت ختم ہو گئی یا ابھی باقی ہے، اگر عدت میں وقت ہو تو مرد کو رجوع کا حق حاصل ہے، دو گواہوں کے سامنے یہ کہہ دے کہ میں نے اپنی بیوی سے رجوع کیا تو وہ بدستور سابق اس کی بیوی ہے۔

اگر عدت ختم ہو چکی ہے کہ یہی غالب احتمال ہے، تو تجدید نکاح کر لیں، حلالہ کی ضرورت نہیں لیکن یہ یاد رکھیں کہ آئندہ ایک طلاق دے دی تو عورت مغلظہ ہو جائے گی۔

فقط

هذا ما عندي والله تعالى أعلم

وصلى الله تعالى على حبيبه محمد وآله وأصحابه وسلم

تو مجھ پر حرام ہے / شریعت کا مذاق اڑانا

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک آدمی محمد یوسف نے اپنی بیوی سے ناچاقی کی صورت میں کہا کہ تو مجھ پر حرام ہے، یہ بھی کہا کہ تو میری ماں اور بہن ہے۔

فتاویٰ بھکھی شریف

وہ اپنی بیوی پر طعن و طنز بھی کرتا رہتا تھا اور اپنی بیوی کے حقوق کا خیال نہیں رکھتا تھا حتی کہ اس کی بیوی میکے چلی گئی اور تقریباً عرصہ 4 سال سے میکے میں ہی ہے، اس کے ہاں ایک لڑکی بھی ہے اور اس کا خاوند میکے والوں کے گھر جا کے بھی غلط لفظ استعمال کرتا رہا اور کہا کہ تم میری طرف سے آزاد ہو، یہ الفاظ تقریبا 11 دفعہ دہرائے ہیں اور یہ بھی کہا کہ تم اور تمہاری شریعت میرا کیا بگاڑ سکتی ہے، جو میری مرضی ہو گی وہ ہی کروں گا اور اگر تم نے کوئی دوسری شادی کی تو تمہاری ٹانگیں توڑ دوں گا۔

جب یہ الفاظ دہرائے گئے تو اس وقت یہ افراد موجود تھے:

محمد عنایت، اللہ دتہ، غلام محمد، گھر کے تمام افراد (بچی اور بچی کی والدہ)۔

السائل: غلام محمد، ساکن ہیڈ فقیریاں

الجواب منه الهداية والصواب

بر تقدیر صدق سائل و صحت سوال ان الفاظ سے ایک طلاق بائن واقع ہوئی اور محمد یوسف کی بیوی اس کے نکاح سے نکل گئی اور عدت گزار کر جہاں چاہے عقد ثانی کر سکتی ہے۔

نیز سوال میں درج محمد یوسف کے بعض اقوال کفریہ ہیں، اس لیے اسے ان اقوال سے توبہ و تجدید اسلام لازم ہے۔

فقط

هذا ما عندي والله تعالى أعلم

وصلى الله تعالى على حبيبه محمد وآله وأصحابه وسلم

دھمکی کے طور پر بیوی کو طلاق لکھنے کا حکم

کیافرماتے ہیں علمائے دین ایک شخص کے بارے میں کہ ایک دوسرا شخص اس کی بیوی کے بارے میں اس کی طرف سے تین طلاقیں کاغذ پر تحریر کرتا ہے اور اس کو طلاق نامہ دیکھا کر دستخط کروالیتا ہے اور دستخط کنندہ کہتا ہے کہ میں نے طلاقوں کی نیت ہر گز نہیں کی تھی، صرف اور صرف عورت کو دھمکی دینے کے لیے دستخط کر دیئے تھے۔

کیا اس شخص کی بیوی کو طلاقیں واقع ہوئی ہیں یا نہیں؟ اور وہ کہتا ہے کہ دھمکی بھی صرف اپنے والدین کو دینے کے لیے تھی نہ کہ بیوی کو۔

السائل: ارشد محمود پراچہ

الجواب منه الهداية والصواب

دستخط کنندہ نے کہہ کر دوسرے سے طلاق لکھوا لی یا اس کے مضمون پر مطلع ہو کر دستخط ثبت کیے تو تین طلاقیں ہو گئیں اور مرد و عورت کے لیے حلالہ شرعی کے بغیر ازدواجی تعلق از روئے شرع نا ممکن ہے، عدت خاوند کے گھر پوری کرے۔

اگراس کے کہے بغیر دوسرے آدمی نے طلاق نامہ لکھا اور اس کے مضمون پر اطلاع پائے بغیر طلاق دہندہ سے دستخط لے لیے تو ایک بھی طلاق واقع نہ ہوئی۔

فقط

هذا ما عندي والله تعالى أعلم

وصلى الله تعالى على حبيبه محمد وآله وأصحابه وسلم

اس کو لے جاؤ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میرا اپنی بیوی سے کوئی جھگڑا نہیں تھا، میری ساس میری بیوی کو چھوڑنے آئی تو میری والدہ نے میری ساس کو میری بیوی کی شکایت وغیرہ لگائی، باتیں ہو رہی تھیں کہ میری ساس نے کہا کہ میں اپنی بیٹی کو لے کر جاؤں گی، میں نے کہا کہ میں اس کو نہیں بھیجوں گا، آخر کار یہ الفاظ کہے کہ اس کو لے جاؤ، اگر میں اس کو رکھوں تو اپنی ماں بہن کو رکھوں۔ جس وقت میں نے یہ الفاظ کہے تو اس وقت میری والدہ ہی میرے پاس کھڑی تھی۔

مہربانی فرما کر از روئے شرع مسئلہ بیان فرمادیں۔

سائل: محمد طارق ولد محمد پرویز، کالج روڈ، ڈسکہ سیالکوٹ

الجواب منه الهداية والصواب

اگر قائل کے الفاظ ''اس کو لے جاؤ'' بہ نیت طلاق تھے تو طلاق بائن ہوئی، ورنہ یہ کلام کے سوا کچھ نہیں، البتہ نیت نہ ہونے کا قول مع الیمین معتبر ہو گا۔

فقط

هذا ما عندي والله تعالى أعلم

وصلى الله تعالى على حبيبه محمد وآله وأصحابه وسلم

طلاق دینے کی وعید سے وقوع و عدم وقوع طلاق کا مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک آدمی نے اپنی بیوی کو مکالمہ کے دوران یہ بات کہی کہ ''اگر تو نے یہ بات دوبارہ کہی تو میں تجھے طلاق دے دوں گا'' اس کے بعد عورت نے اس بات کا تکرار نہیں کیا۔

ازروئے شرع اس عورت کو طلاق ہوئی یا نہیں؟

سائل: سید ارشد محمود، ساکن ڈھوک شادی، تحصیل و ضلع جہلم

الجواب منه الهداية والصواب

اگر عورت اس بات کا تکرار کرتی تو بھی اس کو طلاق نہ ہوتی کیونکہ اس عبارت میں مرد کی طرف سے ایقاع طلاق نہیں بلکہ طلاق دینے کی وعید ثابت ہوتی ہے۔

قرآن کریم میں ہے کہ:

بِيَدِهِ عُقْدَةُ النِّكَاحِ

ترجمہ: خاوند کے قبضہ میں نکاح کی گرہ ہے۔[1]

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِنَّمَا الطَّلَاقُ لِمَنْ اَخَذَ بِالسَّاقِ.

طلاق کا مالک خاوند ہے۔[2]

لہٰذا جب اس نے طلاق دی ہی نہیں تو ہرگز واقع نہیں ہوئی۔

فقط

هذا ما عندي والله تعالى أعلم

وصلى الله تعالى على حبيبه محمد وآله وأصحابه وسلم

1- (سورہ: بقرہ، آیت نمبر: 237)

2- (سنن ابن ماجہ، کتاب الطلاق، باب: طلاق العبد، ج: 1، ص: 672، حدیث نمبر: 2081)

پہلی طلاق رجعی، دوسری طلاق بائن، تیسری طلاق مغلظہ دیتا ہوں

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک آدمی پاکستان سے باہر کسی ملک میں رہتا ہے، اس نے اپنی بیوی کو ایک لفافہ میں تین کاغذ اکھٹے بھیجے ہیں، جن میں لکھا ہوا ہے کہ:

''میں اپنی منکوحہ یعنی شہناز بیگم بنت کالے خان کو بمطابق سنت پہلی طلاق رجعی، دوسری طلاق بائن، تیسری طلاق مغلظہ دیتا ہوں''۔

فتاویٰ بھکھی شریف

ہر کاغذ پر بقلم خود سرور اور اس کا شناختی کارڈ نمبر 228-48-338657درج ہے۔

الجواب منه الهداية والصواب

اگر کاغذات غلام سرور نے خود لکھے ہیں یا کسی سے خود کہہ کر لکھوائے ہیں تو طلاق ہو چکی، وہ طلاق دینے یا یہ کاغذات اپنی طرف سے ہونے کا اقرار کرے یا شرعی معتبر گواہوں سے ثبوت مہیا ہو تو عدت ختم ہونے پر دوسری جگہ نکاح کرنا صحیح ہے، فارم نہ ہونے سے وقوع طلاق میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔

فقط

هذا ما عندي والله تعالى أعلم

وصلى الله تعالى على حبيبه محمد وآله وأصحابه وسلم

تین طلاق

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ رحمت بی بی کو شیر محمد نے تین بار طلاق دے دی ہے، گواہ بھی ہیں، مذکورہ الفاظ کو ادا کرنے کا اقرار خود شیر محمد کرتا ہے، نشان انگوٹھا بھی موجود ہے، اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ مذکورہ طلاق کیا

الجواب منه الهداية والصواب

صورت مسؤلہ کے مطابق رحمت بی بی کو طلاق مغلظہ ہو چکی ہے، عدت گزارنے کے بعد جہاں چاہے عقد ثانی کر سکتی ہے، اگر پھر آپس میں ازدواجی تعلق بنانا چاہیں تو حلالہ شرعی کے بغیر ناجائز و حرام ہے۔

فقط

هذا ما عندي والله تعالى أعلم

وصلى الله تعالى على حبيبه محمد وآله وأصحابه وسلم

ٹیلی فون پہ طلاق کا حکم

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کی زوجہ کہتی ہے کہ میرے شوہر نے مجھے ٹیلی فون پر دو بار کہا ہے کہ تجھے طلاق ہے، جبکہ زید حلفاً کہتا ہے کہ خدا کی قسم! میں نے ویسے یا ٹیلی فون پر تجھے طلاق نہیں دی، اس کی زوجہ کہتی ہے کہ وہ تیری ہی آواز تھی جبکہ زید شدت سے اس بات کا منکر ہے۔ اس واقعہ کو ایک سال ہو چکا ہے۔ زید کی جب سے اس نے فون پر طلاق کی بات سنی ہے وہ میکے آگئی ہے اور یہیں رہ رہی ہے، اب زید اس کی منت سماجت کرتا ہے کہ تو اپنے گھر واپس آ، تجھے میں نے طلاق نہیں دی، کسی اور نے تجھے کہا ہے۔ وہ مانتی ہی نہیں، برابر کہتی ہے کہ تو مجھے طلاق دے چکا ہے۔

جناب ارشاد فرمائیں کہ عند الشرع اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب منه الهداية والصواب

صورت مسؤلہ میں زید کی بات کا اعتبار ہے، اس کی بیوی کی بات معتبر نہیں، وہ تو فون پر طلاق دینے کی بات کرتی ہے، جس میں خاوند سامنے نہیں اور آواز پہچاننے کی بات ہے۔

ہدایہ میں ہے کہ:

وَلَوْ سَمِعَ مِنْ وَّرَاءِ الْحِجَابِ لَا يَجُوْزُ لَه أَنْ يَّشْهَدَ، وَلَوْ فَسَّرَ لِلْقَاضِیْ لَا يَقْبَلْهُ لِأَنَّ النَّغْمَةَ تَشْبَهُ النَّغْمَةَ فَلَمْ يَحْصُلِ الْعِلْمُ.

اور اگر کوئی پردے کے پیچھے سے کوئی آواز سنے تو اس کے لیے جائز نہیں کہ وہ اس کی گواہی دے اور اگر وہ اس بات کو قاضی کے سامنے بیان کرے تو اس کا قول قبول نہیں کیا جائے گا، اس لیے کہ آواز آواز کے مشابہ ہوتی ہے اس لیے یقینی علم حاصل نہیں ہوا۔[1]

فتاویٰ بھکھی شریف

اگر عورت کہے کہ میرے سامنے میرے خاوند نے طلاق دی ہے اور گواہ نہ ہوں تو بھی مرد کی بات قسم کے ساتھ معتبر ہو گی، اگر دونوں گواہ پیش کریں تو گواہ عورت کے معتبر ہوں گے کیونکہ عورت دعوی کر رہی ہے اور مرد منکر ہے، دعوی کرنے والے کے گواہ سنے جاتے ہیں اور گواہ نہ ہوں تو منکر کی بات پر فیصلہ ہوتا ہے۔

حضرت شعیب اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اَلْبَيِّنَةُ عَلَى الْمُدَّعِیْ وَالْيَمِيْنُ عَلَى الْمُدَّعٰی عَلَيْهِ.

دعوی کرنے والے پہ گواہ اور جس پہ دعوی کیا گیا ہے اس پہ قسم ہے۔[2]

1- (ہدایہ، کتاب الشہادات، فصل: فیما یحتملہ الشاہد علی ضربین، ج: 3، ص: 165)

2- (جامع ترمذی، کتاب الاحکام، باب: أن البینۃ علی المدعی، ج: 3، ص: 626، حدیث نمبر: 1341)

اور فتاوی رضویہ سے اس قسم کا ایک سوال وجواب نقل کرتا ہوں:

"مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زوج کہتا ہے کہ میں نے طلاق نہیں دی، اور بیوی کہتی ہے کہ دی، اور دونوں قسم کھاتے ہیں، اور زوجہ ایک کاغذ پیش کرتی ہے کہ جس میں طلاق لکھی ہوئی ہے، آیا اس صورت میں طلاق واقع ہو گی یا نہیں؟

الجواب منه الهداية والصواب

مرد کی قسم معتبر ہے، عورت کی قسم فضول، جب گواہ نہیں، مرد کو اقرار نہیں، اس کاغذ کو وہ اپنا لکھا مانتا نہیں، تو طلاق ہر گز ثابت نہ ہو گی، ہاں! اگر واقع میں طلاق دے دی ہے اور جھوٹا انکار کرتا ہے تو اِس کا وبال اور سخت عذاب اس پر ہے، عورت خوب جانتی ہے کہ اس نے طلاق دے دی تھی، تو اگر وہ طلاق رجعی تھی تو کچھ حرج نہیں (جبکہ عدت کے اندر انکار ہو)، اور اگر بائن تھی تو عورت کو اس سے کہنا چاہیے کہ تو نے طلاق نہیں دی تب بھی از سر نو نکاح میں کیا حرج ہے اور مرد کو چاہیئے کہ تجدید نکاح کرے۔[1]

1- (فتاوی رضویہ، کتاب الطلاق، ج:12، ص:443)

اتنے سوال و جواب سے ہمارا مسئلہ واضح ہو گیا کہ مرد کی بات معتبر ہے اور عورت کو اگر یقین ہے کہ مرد ہی نے فون پر طلاق دی تھی تو تجدید نکاح کر لیں، اس میں کوئی حرج نہیں، بلکہ علامہ شامی تو فرماتے ہیں کہ:

وَالْاِحْتِيَاطُ أَنْ يُجَدِّدَ الْجَاهِلُ اِيْمَانَه كُلَّ يَوْمٍ وَيُجَدِّدُ نِكَاحَ امْرَأَتِه عِنْدَ شَاهِدَيْنِ فِيْ كُلِّ شَهْرٍ مَرَّةً أَوْ مَرَّتَيْنِ.

اور احتیاط اسی میں ہے کہ عوام ہر دن تجدید ایمان کریں اور اپنی بیوی سے تجدید نکاح دو گواہوں کی موجودگی میں ہر ماہ میں ایک دفعہ یا دو دفعہ کریں۔[1]

فقط

هذا ما عندي والله تعالى أعلم

وصلى الله تعالى على حبيبه محمد وآله وأصحابه وسلم

1- (ردالمحتار، مقدمہ، ج: 1، ص: 100)

سوئے ہوئے شخص کی طلاق کا حکم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک آدمی کا اپنی بیوی سے جھگڑا ہوا، غصہ کی حالت میں سوگیا، جب بیدار ہوا تو اس کی بیوی نے کہا کہ تو نے نیند کی حالت میں مجھے طلاق دی ہے، حالانکہ وہ شخص گواہوں کے روبرو قسم کھاتا ہے کہ مجھے ان الفاظ کا کوئی علم نہیں۔

وضاحت فرمائیں کہ طلاق ہوئی یا نہیں؟

السائل: مرزا جاوید بیگ، منڈی بہاؤالدین

الجواب منه الهداية والصواب

اس صورت میں طلاق واقع نہیں ہوئی۔

ہدایہ میں ہے کہ:

وَلَا يَقَعُ طَلَاقُ الصَّبِيِّ وَالْمَجْنُوْنِ وَالنَّائِمِ.

اور بچے، پاگل اور سوئے ہوئے کی دی ہوئی طلاق واقع نہیں ہوتی۔ [1]

فقط

هذا ما عندي والله تعالى أعلم

وصلى الله تعالى على حبيبه محمد وآله وأصحابه وسلم

1- (ہدایہ، کتاب الطلاق، باب: ویقع طلاق کل زوج، ج: 2، ص: 377)

میں نے تجھے اپنے عقد سے آزاد کیا

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کے گھر میں جھگڑا ہوا اور اس نے غصے میں آکر اپنی بیوی کو کہا کہ میں نے تجھے اپنے عقد سے آزاد کیا، اب وہ شخص اس سے صلح کر کے دوبارہ اس کے ساتھ رہنا چاہتا ہے، غصے کی وجہ سے اسے یاد نہیں کہ اس نے یہ الفاظ دو بار کہے یا تین بار، اس کے لیے کیا حکم ہے؟

السائل: ذوالفقار علی صدیقی

فتاویٰ
بھکھی شریف

الجواب منه الهداية والصواب

''میں نے تجھے اپنے عقد سے آزاد کیا'' طلاق کنایہ ہے اور کنایہ الفاظ میں نیت یا کسی اور قرینہ کی ضرورت ہوتی ہے، لہٰذا اس میں حالت غضب اس کی نیت پر دلالت کرتی ہے تو طلاق بائن ہو گی اور صلح کی صورت میں تجدید نکاح لازم ہے، عدت کے اندر کر لیں یا عدت ختم ہونے کے بعد کریں، دونوں طرح جائز ہے۔

ردالمحتار میں ہے کہ:

اَلْكِنَايَاتُ (لَا تُطْلَقُ بِهَا) قَضَاءً (إِلَّا بِنِيةٍ أَوْ دَلَالَةِ الْحَالِ) وَهِيَ حَالَةُ مُذَاكَرَةِ الطَّلَاقِ أَوْ الْغَضَبِ.

کنایات کے ساتھ طلاق کا فیصلہ نہیں دیا جائے گا سوائے نیت یا دلالت حال کے، اور وہ مذاکرہ طلاق یا غضب ہے۔[1]

اسی میں ہے کہ:

وَنَحْوُ خَلِيَّةٍ بَرِيَّةٍ حَرَامٍ بَائِنٌ يَصْلَحُ سَبًّا

اور خلیہ (خالی ہے) بریہ (آزاد ہے) حرام سے (طلاق) بائن ہوتی ہے (کیونکہ) یہ الفاظ گالی کی بھی صلاحیت رکھتے ہیں۔[2]

نیز فرمایا:

خَالِيَةٌ اِمَّا عَنِ النِّكَاحِ أَوْ عَنِ الْخَيْرِ.

خالیہ کا مطلب ہے یا تو نکاح سے خالی ہے یا خیر سے خالی ہے۔

پھر فرمایا:

(بَرِيَّةٌ) بِالْهَمْزَةِ وَتَرْكِه، أَىْ مُنْفَصِلَةٌ إِمَّا عَنْ قَيْدِ النِّكَاحِ أَوْ حُسْنِ الْخُلُقِ.

(بریہ) ہمزہ کے ساتھ اور بغیر ہمزہ کے بھی، یعنی آزاد کی ہوئی ہے یا تو نکاح کی قید سے یا حسن خلق سے۔[3]

1- (ردالمحتار، کتاب الطلاق، باب الکنایات، ج:11، ص:166)
2- (ردالمحتار، کتاب الطلاق، باب الکنایات، ج:11، ص:179)
3- (ردالمحتار، کتاب الطلاق، باب الکنایات، ج:11، ص:173)

ان الفاظ میں عموماً نیت پوچھ کر اس کے مطابق حکم لگایا جاتا ہے مگر اس مسئولہ جملہ میں لفظ عقد ایسا قرینہ ہے جو طلاق کا معنی معین کرتا ہے۔

فقط

هذا ما عندي والله تعالى أعلم

وصلى الله تعالى على حبيبه محمد وآله وأصحابه وسلم

میں طلاق دے دوں گا

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ:

جھگڑے کی تاریخ 21-10-1999، لڑکے کا نام: لیاقت علی ولد کاظم علی، لڑکی کا نام: شاہدہ پروین دختر محمد صدیق، نوعیت کیس: مسئلہ طلاق، بیوی سے جھگڑا ہوا، مارا، پیٹا، بیوی نے جا کر اپنے والد کو بتایا، لڑکی کا والد اور بھائی دونوں آئے، انہوں نے خاوند کو مارا اور زخمی کر دیا، ایک عورت کا بیان ہے کہ میں موجود تھی جب لڑکے نے کہا کہ میں طلاق دے دوں گا، فارغ کر دوں گا۔ لڑکے کو ہوش نہیں کہ کیا کہا تھا۔

اب اس مسئلہ میں علمائے کرام کیا فرماتے ہیں؟

السائل: عبد الرشید ولد عبد الحمید، منڈی بہاؤالدین

الجواب منه الهداية والصواب

ان الفاظ میں آئندہ زمانہ میں طلاق دے دینے کا بیان ہے، ان سے طلاق نہیں ہوتی، اگرچہ ہوش وحواس میں کہے جائیں۔

فقط

هذا ما عندي والله تعالى أعلم

وصلى الله تعالى على حبيبه محمد وآله وأصحابه وسلم

بغیر ارادہ کے تین طلاقیں دینا

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک آدمی نے غصے کی حالت میں اپنی عورت کو تین بار کہا کہ میں نے تمہیں طلاق دی اور اس کے گواہ ایک مرد اور دو عورتیں ہیں اور وہ آدمی کہتا ہے کہ میرا ارادہ نہیں تھا، منہ سے ویسے ہی یہ الفاظ نکل گئے، برائے مہربانی اس مسئلہ کی نوعیت بیان فرمائیں؟

السائل: غلام رسول، ساکن: میانہ ڈیرہ، کدھر شریف

الجواب منه الهداية والصواب

صورت مسؤلہ میں طلاق مغلظہ ہو چکی ہے اور اب ان کا آپس میں ازدواجی تعلق حلالہ شرعی کے بغیر ممکن نہیں ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

ثَلَاثٌ جِدُّهُنَّ جِدٌّ وَهَزْلُهُنَّ جِدٌّ: اَلنِّكَاحُ وَالطَّلَاقُ وَالرَّجْعَةُ.

فتاویٰ بھکھی شریف

تین چیزیں ایسی ہیں کہ جن کی سنجیدگی بھی سنجیدگی ہے اور جن کا مذاق بھی سنجیدگی ہی ہے: نکاح، طلاق اور رجوع۔[1]

قرآن کریم میں ہے کہ:

فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَه مِنْ بَعْدُ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَه،.

ترجمہ: پھر اگر تیسری طلاق اسے دی تو اب وہ عورت اسے حلال نہ ہو گی جب تک دوسرے خاوند کے پاس نہ رہے۔[2]

هذا ما عندي والله تعالى أعلم

وصلى الله تعالى على حبيبه محمد وآله وأصحابه وسلم

1- (سنن ابن ماجہ، کتاب الطلاق، باب: من طلق او نکح او راجع لاعبا، ج: 1، ص: 658، حدیث نمبر: 2039)

2- (سورہ: بقرہ، آیت نمبر: 230)

میں نے تیری بیٹی کو طلاق دی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک آدمی نے جھگڑے کی صورت میں اپنی ساس کو کہا کہ میں نے تیری بیٹی کو طلاق دی، تین مرتبہ یہ الفاظ دہرائے؟

السائل: محمد اصغر، پنڈ دادن خان، ضلع جہلم

فتاوی بھکھی شریف

طلاق دہندہ کی عورت اس پر حرام ہو گئی، تین طلاقیں واقع ہو گئیں، دوبارہ ازدواجی تعلق قائم کرنا چاہیں تو حلالہ شرعی کے بغیر ممکن نہیں، عدت ختم ہونے پر وہ عورت دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے۔

قرآن کریم میں ہے کہ:

فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَه مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَه،

ترجمہ: پھر اگر تیسری طلاق اسے دی تو اب وہ عورت اسے حلال نہ ہو گی جب تک دوسرے خاوند کے پاس نہ رہے۔[1]

فقط

هذا ما عندي والله تعالى أعلم

وصلى الله تعالى على حبيبه محمد وآله وأصحابه وسلم

1- (سورہ: بقرہ، آیت نمبر: 230)

ایک طلاق کے بعد رجوع کا مسئلہ

محمد اقبال ولد غلام محمد، قوم چیمہ، ساکن: واڑہ عالم شاہ نے 06-03-1998 کو اپنی بیوی کو ایک طلاق دی تھی، دوماہ کے بعد رجوع کر لیا تھا؟

السائل: محمد اشرف ولد محمد خان، کٹھیالہ شیخاں

الجواب منه الهداية والصواب

فتاویٰ بھکھی شریف

اگر طلاق کے بعد اختتام عدت سے پہلے رجوع ہو گیا تو صحیح ہے، اس طلاق کا اثر ختم ہوا لیکن آئندہ کسی وقت اور طلاق دی گئی کہ جس کے ساتھ اسے شمار کر کے تین کا عدد پورا ہو گیا تو عورت مغلظہ ہو جائے گی۔

اگر عدت ختم ہونے کے بعد رجوع ہوا تو وہ صحیح نہ ہوا، اگر دوبارہ ازدواجی تعلق بنانا چاہیں تو تجدید نکاح ضروری ہے، حلالہ کی ضرورت نہیں۔

فقط

هذا ما عندي والله تعالى أعلم

وصلى الله تعالى على حبيبه محمد وآله وأصحابه وسلم

تین بار: طلاق، طلاق، طلاق

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے ایک کاغذ پر ان الفاظ کے ساتھ اپنی بیوی کو طلاق دی ''سہ بار طلاق، طلاق، طلاق دے کر اپنی زوجیت سے خارج کرتا ہوں، مذکورہ آزاد ہے، بعد عدت نکاح کرنے کی حقدار ہے، مجھے عذر نہ ہو گا''؟

السائل: سید عزیز الحسن شاہ

الجواب منه الهداية والصواب

وہ عورت فقہ کے مذاہب اربعہ حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی کے مطابق ایسی حرام ہوئی کہ حلالہ شرعی کے بغیر پہلے خاوند کے ساتھ ازدواجی تعلق قائم نہیں کر سکتی۔

امام نووی شرح صحیح مسلم میں لکھتے ہیں کہ:

مَنْ قَالَ لِامْرَأَتِه: أَنْتِ طَالِقٌ، ثَلَاثاً فَقَالَ الشَّافِعِيُّ وَمَالِكٌ وَأَبُوْ حَنِيْفَةَ وَأَحْمَدُ وَجَمَاهِيْرُ الْعُلَمَاءِ مِنَ السَّلَفِ وَالْخَلَفِ: يَقَعُ الثَّلَاثُ.

جس نے اپنی بیوی سے کہا کہ تجھے طلاق ہے، تین دفعہ، تو امام شافعی، امام مالک، امام ابو حنیفہ، امام احمد اور سلف و خلف سے جمہور علمائے کرام کہتے ہیں کہ تین ہی واقع ہوں گی۔[1]

1- (شرح نووی علی مسلم، کتاب الطلاق، باب: طلاق الثلاث، ج:10، ص:70)

بحر الرائق میں بحوالہ عبد الرزاق محدث جو کہ امام بخاری و مسلم کے استاذ ہیں،

فرمایا کہ انہوں نے اپنی سند سے مرفوع حدیث روایت کی ہے کہ:

بَانَتْ بِثَلَاثٍ فِيْ مَعْصِيَةِ اللهِ.

عورت تین طلاقوں سے حرام ہوئی اور طلاق دینے والا گنہگار ہوا۔[1]

اور صاحب فتح القدیر نے ابو داؤد، موطا امام مالک، مصنف عبد الرزاق، ابن ابی

شیبہ، دار قطنی کے حوالوں سے حضرت عبد اللہ بن عباس، حضرت ابو ہریرہ،

حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی، حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہم سے تینوں

طلاقیں ہو جانے کا حکم بیان فرمایا، پھر فرمایا کہ:

فتاوی بھکھی شریف

وَقَدْ أَثْبَتْنَا النَّقْلَ عَنْ أَكْثَرِهِمْ صَرِيْحًا بِإِيْقَاعِ الثَّلَاثِ.

اور تحقیق ہم نے اکثر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے صریحا تین طلاقوں کا

وقوع نقل کیا ہے۔[2]

فقط

هذا ما عندي والله تعالى أعلم

وصلى الله تعالى على حبيبه محمد وآله وأصحابه وسلم

1- (بحر الرائق، کتاب الطلاق، ج: 9، ص: 114)

2- (فتح القدیر، کتاب الطلاق، باب: طلاق السنہ، ج: 7، ص: 460)

میں نے طلاق دی (تین بار)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مرد نے روبرو گواہان کے اپنی بیوی کو یہ الفاظ کہے: میں نے طلاق دی، میں نے طلاق دی، میں نے طلاق دی۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس سے کون سی طلاق واقع ہو گی؟

اگر دوبارہ اکٹھا ہونا چاہیں تو شرعاً کیا حکم ہے؟

اور عدت کا کیا حکم ہے؟

اور عدت کہاں گزارے؟

السائل: حاجی اللہ دتہ کھوکھر، منڈی بہاؤالدین

تینوں طلاقیں واقع ہو چکی ہیں اور عورت ایسی حرام ہوئی ہے کہ حلالہ شرعی کے بغیر اس مرد کے لیے حلال نہیں ہو سکتی۔

ایام عدت اسی گھر میں گزارے جہاں پہلے رہتی تھی، البتہ مرد و عورت کو ایسے چند لمحے بھی میسر نہیں آنے چاہیں کہ وہ دونوں اس گھر میں موجود ہوں اور تیسرا کوئی عقلمند ان کے ساتھ موجود نہ ہو یعنی اجنبی مرد و عورت کی خلوت سے ان کی خلوت زیادہ خطرناک ہے۔

قرآن کریم میں ہے کہ:

فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَه مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَه،

ترجمہ: پھر اگر تیسری طلاق اسے دی تواب وہ عورت اسے حلال نہ ہو گی جب تک دوسرے خاوند کے پاس نہ رہے۔[1]

دوسرے مقام پہ ہے کہ:

لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْ بُيُوْتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ اِلَّا اَنْ يَّأْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُبينة.

عدت میں انہیں ان کے گھروں سے نہ نکالو اور نہ وہ آپ نکلیں، مگر یہ کہ کوئی صریح بے حیائی کی بات لائیں (تو نکال سکتے ہو)۔[2]

فقط

هذا ما عندي والله تعالى أعلم

وصلى الله تعالى على حبيبه محمد وآله وأصحابه وسلم

1- (سورہ: بقرہ، آیت نمبر: 230)

2- (سورہ: طلاق، آیت نمبر: 1)

معلق طلاق کا حکم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میں محمد اکرم ملتان کا رہنے والا ہوں، میری شادی فلاں بنت فلاں سے ہوئی، ہماری آپس میں کوئی چپقلش ہو گئی تھی، لڑکی نے اپنے گھر جانے کی اجازت طلب کی تو میں نے کہا کہ اگر تو آج گھر جائے گی تو طلاق دے دوں گا۔

فتاویٰ بھکھی شریف

یہ سن کر لڑکی خاموش رہی، دوبارہ پھر مذکورہ الفاظ دہرائے، یہ نہ جانے میں نے دو دفعہ، چار دفعہ یا دس دفعہ کہے، مجھے یاد نہیں۔

اس رات کو وہ اپنے گھر یعنی والدین کے پاس نہیں گئی، لڑکی دوسرے دن اپنے گھر گئی ہے، وہ بھی میری اجازت اور میری خوشی سے، اور اس کے بعد میری بیوی میرے پاس آتی جاتی رہی ہے اور ساتھ ہی میری بیوی حاملہ بھی تھی، جس دن یہ بات ہوئی اس کے چھ ماہ بعد بچہ بھی پیدا ہوا ہے۔

آپ سے گزارش ہے کہ مذکورہ بالا مسئلہ قرآن و سنت کی روشنی میں بیان فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

السائل: محمد اکرم، ملتان

الجواب منه الهداية والصواب

مسئلہ حدیث پاک سے بیان ہو یا آئمہ کرام و مجتہدین کے استنباط سے وہ قرآن کریم کی روشنی میں ہی ہوتا ہے۔

ایک دن حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے سر میں بال لگانے، لگوانے والی دونوں عورتوں، سوئی سے جسم گود کر اس میں رنگ بھر کر تل بنانے، بنوانے والی دونوں عورتوں پر لعنت فرمائی ہے۔

فتاوی بھکھی شریف

یہ بات جب حضرت ام یعقوب رضی اللہ عنہا کو پہنچی تو وہ آپ کے پاس آئیں اور عرض کی کہ آپ یہ مسئلہ کیوں بیان کرتے ہو؟

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں کیوں نہ بیان کروں جبکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر لعنت فرمائی ہے اور مسئلہ قرآن کریم سے بھی ثابت ہے۔

حضرت ام یعقوب رضی اللہ عنہا نے عرض کی کہ میں نے ابتداء سے انتہاء تک سارا قرآن مجید پڑھا ہے لیکن مجھے تو یہ مسئلہ نظر نہیں آیا۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ اگر آپ توجہ سے پڑھتیں تو آپ کو مل جاتا، اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے کہ:

وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا.

اور جو تمہیں رسول دیں لے لو اور جس سے روکیں رک جاؤ۔[1]

اس آیت کریمہ میں حدیث پاک کے اوامر ونواہی کا قرآن مجید سے ثبوت ہے۔

دوسرے مقام پہ قرآن کریم میں ہے کہ:

فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ.

تواے لوگو! علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہیں۔[2]

اس آیت کریمہ سے فقہائے کرام کے بیان کردہ مسائل کا قرآن مجید سے ثبوت ہے اور قرآن مجید میں ہر چیز کا حکم واضح ہے، لیکن وہ ہر کسی کے لیے نہیں ہے، جن کے لیے واضح ہے ان لوگوں سے پوچھنے کا اسی آیت کریمہ میں لوگوں کو حکم دیا گیا ہے۔

قائل کا یہ جملہ کہ ''اگر تو آج گھر جائے گی تو طلاق دے دوں گا'' اپنے ظاہر کے اعتبار سے اسے طلاق دینے کی دھمکی اور وعید ہے، اس اعتبار سے اگر اسی وقت بھی چلی جاتی تو اسے طلاق نہ ہوتی کیونکہ وعدہ، وعید اور دھمکی طلاق نہیں ہے۔

اگر اس سے انشاء طلاق معلق مراد ہو یعنی اگر آج تو گھر جائے گی تو تجھے طلاق دوں گا، اس صورت میں اس دن چلی جاتی تو طلاق ہو جاتی لیکن عورت اس دن نہیں گئی،

1- (صحیح مسلم، کتاب اللباس، باب: تحریم فعل الواصلہ، ج: 6، ص: 166، حدیث نمبر: 5695)

2- (سورہ: النحل، آیت نمبر: 43)

لہذا وہ طلاق نہ ہوئی، بعد میں گئی تو شرط طلاق نہ پائی گئی، اس لیے طلاق نہ ہوئی کیونکہ شرط سے عرفی معنی مراد ہوتا ہے۔

در مختار میں ہے کہ:

اِنْ خَرَجَتِ مِنَ الدَّارِ اِلَّا بِاِذْنِیْ فَخَرَجَتْ لِحَرِیْقِھَا لَا یَحْنَثُ.

(اگر مرد نے اپنی عورت کو کہا کہ) اگر تو میری اجازت کے بغیر گھر سے نکلی تو تجھے طلاق ہے، تو وہ گھر سے اس لیے نکلی کہ گھر کو آگ لگ گئی تھی تو طلاق نہ ہو گی۔[1]

فتاویٰ بھکھی شریف

عنایہ شرح ہدایہ میں ہے کہ:

وَقَبْلَ وُجُوْدِ الشَّرْطِ أَثَرُہ الْمَنْعُ.

شرط کے پائے جانے سے پہلے شرط کا اثر ممنوع ہے۔[2]

نیز ہدایہ میں فرمایا کہ:

لِأَنَّہ عَلَّقَ طَلَاقَھَا بِالْمَشِیَّۃِ الْمُرْسَلَۃِ وَھِیَ أَتَتْ بِالْمُعَلَّقَۃِ فَلَمْ یُوْجَدِ الشَّرْطُ.

(اگر مرد نے اپنی بیوی سے کہا کہ: اگر تو چاہے تو تجھے طلاق ہے، بیوی نے کہا کہ میں تب چاہوں گی جب تو چاہے گا، شوہر نے کہا کہ: میں چاہتا ہوں، اس کے ساتھ طلاق کی نیت کر بھی لی تو یہ معاملہ باطل ہے) اس لیے کہ اس نے بیوی کی طلاق

1- (در مختار، ج: 3، ص: 415)
2- (عنایہ شرح ہدایہ، کتاب الطلاق، باب: الایمان فی الطلاق، ج: 5، ص: 342)

کو مطلقاً چاہت کے ساتھ معلق کیا تھا اور بیوی نے اس کو معلق بنا دیا تھا پس شرط نہیں پائی گئی۔[1]

اپنی عورت کی طلاق کو شرط کے ساتھ معلق کیا جائے تو جب تک شرط نہیں پائی جاتی، طلاق نہیں ہوتی۔

لہٰذا طلاق نہ ہوئی اور مرد و عورت پہلے کی طرح میاں بیوی ہیں۔

فقط

هذا ما عندي والله تعالى أعلم

وصلى الله تعالى على حبيبه محمد وآله وأصحابه وسلم

تین طلاقیں ایک ہی مجلس میں دینے کا مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک آدمی نے اپنی بیوی کو غصے کی حالت میں تین طلاقیں ایک جگہ دی ہیں، حالانکہ اس کی بیوی حاملہ ہے؟

السائل: محمد اکرم، چک نمبر 12 سرگودھا

1- (ہدایہ، کتاب الطلاق، فصل: فی المشیئۃ، ج: 2، ص: 396)

الجواب منه الهداية والصواب

صورت مسئولہ میں عورت تین طلاقوں سے مغلظہ ہو گئی ہے اور اب وہ مرد و عورت دوبارہ ازدواجی تعلق بنانا چاہیں تو حلالہ شرعی کے بغیر ممکن نہیں ہے اور طلاق دہندہ طلاق دینے میں غیر شرعی طریقہ اختیار کرنے کی وجہ گنہگار ہوا، اسے توبہ کرنی چاہیے۔

ہدایہ میں ہے کہ:

وَطَلَاقُ الْبِدْعَةِ أَنْ يُطَلِّقَهَا ثَلَاثاً بِكَلِمَةٍ وَّاحِدَةٍ أَوْ ثَلَاثاً فِيْ طُهْرٍ وَّاحِدٍ فَإِذَا فَعَلَ ذَٰلِكَ وَقَعَ الطَّلَاقُ وَكَانَ عَاصِياً.

طلاق بدعت یہ ہے کہ مرد ایک لفظ سے تین طلاقیں دے یا ایک طہر میں تین طلاقیں دے، جب مرد اس طرح طلاق دے گا تو طلاق واقع ہو جائے گی اور طلاق دہندہ (طلاق دینے والا) گنہگار ہو گا۔[1]

فتح القدیر میں ہے کہ:

وَذَهَبَ جُمْهُوْرُ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِيْنَ وَمَنْ بَعْدَهُمْ مِنْ أَئِمَّةِ الْمُسْلِمِيْنَ إِلَى أَنَّه يَقَعُ ثَلَاثاً.

1- (ہدایہ، کتاب الطلاق، باب: طلاق السنہ، ج: 2، ص: 374)

اور جمہور صحابہ و تابعین اور ان کے مابعد مسلمانوں کے آئمہ اس جانب گئے ہیں کہ بے شک اس (تین طلاقیں اکھٹی دینے) سے تین طلاقیں ہو جائیں گی۔[1]

امام نووی شرح صحیح مسلم میں لکھتے ہیں کہ:

مَنْ قَالَ لِامْرَأَتِه: أَنْتِ طَالِقٌ، ثَلَاثاً فَقَالَ الشَّافِعِيُّ وَمَالِكٌ وَأَبُوْ حَنِيْفَةَ وَأَحْمَدُ وَجَمَاهِيْرُ الْعُلَمَاءِ مِنَ السَّلَفِ وَالْخَلَفِ: يَقَعُ الثَّلَاثُ.

جس نے اپنی بیوی سے کہا کہ تجھے طلاق ہے، تین دفعہ، تو امام شافعی، امام مالک، امام ابو حنیفہ، امام احمد اور سلف وخلف سے جمہور علمائے کرام کہتے ہیں کہ تین ہی واقع ہوں گی۔[2]

بحر الرائق میں بحوالہ عبد الرزاق محدث جو کہ امام بخاری و مسلم کے استاذ ہیں، فرمایا کہ انہوں نے اپنی سند سے مرفوع حدیث روایت کی ہے کہ:

بَانَتْ بِثَلَاثٍ فِیْ مَعْصِيَةِ اللهِ.

عورت تین طلاق سے حرام ہوئی اور طلاق دینے والا گنہگار ہوا۔[3]

قرآن کریم میں دو طلاق کے بیان کے بعد تیسری طلاق کے متعلق ارشاد فرمایا:

فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَه مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَه،.

1- (فتح القدیر، کتاب الطلاق، باب: طلاق السنہ، ج: 7، ص: 457)
2- (شرح نووی علی مسلم، کتاب الطلاق، باب: طلاق الثلاث، ج:10، ص:70)
3- (بحر الرائق، کتاب الطلاق، ج:9، ص:114)

ترجمہ: پھر اگر تیسری طلاق اسے دی تو اب وہ عورت اسے حلال نہ ہو گی جب تک دوسرے خاوند کے پاس نہ رہے۔[1]

فقط

هذا ما عندي والله تعالى أعلم

وصلى الله تعالى على حبيبه محمد وآله وأصحابه وسلم

مرد کے طلاق کے اقرار اور عورت کے انکار یا اس کے برعکس ہونے کا مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک آدمی نشہ کی حالت میں اپنی بیوی کو بازار میں ملا، بیوی ناراض ہو گئی، اس نے کہا کہ کیا چاہتی ہو، بیوی نے کہا کہ طلاق چاہتی ہوں، تو وہ طلاق، طلاق، طلاق بولتا چلا گیا، جب ہوش آیا تو بیوی نے کہا کہ آپ نے یہ کیا کیا؟ خاوند کہتا ہے کہ مجھے کچھ بھی پتہ نہیں۔ اس موقع پر کوئی گواہ وغیرہ نہیں ہیں؟

السائل: فضل حسین ولد حاجی امام دین

1- (سورہ: بقرہ، آیت نمبر: 230)

الجواب منه الهداية والصواب

اگر نشہ کی حالت میں واقعی اس نے کئی بار طلاق دی تو تین بار سے عورت مغلظہ ہو گئی اور حلالہ شرعی کے بغیر ان کا میاں بیوی کی حیثیت سے رہنا جائز نہیں، لیکن اگر اس کا ثبوت شرعی طریقے پر نہ ہو اور خاوند منکر ہو تو قضاء عورت مطلقہ شمار نہ ہو گی، اگرچہ فی الحقیقت طلاق ہو چکی ہے یعنی خاوند طلاق دینے کا منکر ہو اور ثبوت شرعی نہ ہو تو قاضی، مفتی اس عورت کو مطلقہ نہیں کہیں گے اور وہ عورت بدستور سابق شوہر کی بیوی کہلائے گی۔

فتاویٰ
بھکھی شریف

ہدایہ میں ہے کہ:

وَطَلَاقُ السَّكْرَانِ وَاقِعٌ.

نشہ کرنے والی کی طلاق واقع ہے۔[1]

اگر عورت کو یقین ہو کہ مرد نے اسے طلاق دے دی ہے تو اس کے لیے لازم ہے کہ وہ اس مرد سے جدائی اختیار کرے اور اسے اپنے قریب نہ آنے دے، خواہ اسے بہت سا مالی نقصان برداشت کرنا پڑے۔

ہدایہ میں ہے کہ:

فَالْقَوْلُ قَوْلُ الزَّوْجِ اِلَّا اَنْ تُقِيْمَ الْمَرْاَةُ الْبَيِّنَةَ.

(اختلاف کی صورت میں) مرد کا قول معتبر ہو گا مگر (عورت کا قول اس صورت میں معتبر ہو گا جب) عورت گواہ قائم کرے۔

1- (ہدایہ، کتاب الطلاق، فصل: ویقع طلاق کل زوج، ج: 2، ص: 377)

پھر فرمایا کہ:

لِأَنَّه مُنْكِرُ وُقُوْعِ الطَّلَاقِ وَزَوَالِ الْمِلْكِ وَالْمَرْأَةُ تَدَّعِيْهِ.

اس لیے کہ وہ (مرد) وقوع طلاق اور زوال ملک کا منکر ہے اور عورت اس کی دعوے دار ہے۔[1]

حضرت شعیب اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اَلْبَيِّنَةُ عَلَى الْمُدَّعِيْ وَالْيَمِيْنُ عَلَى الْمُدَّعى عَلَيْهِ.

دعوی کرنے والے پہ گواہ اور جس پہ دعوی کیا گیا ہے اس پہ قسم ہے۔[2]

فتاوی بھٹی شریف

ہدایہ میں ہی ہے کہ:

بِاللّٰهِ مَا هِيَ بَائِنَةٌ مِنِّيْ السَّاعَةَ بِمَا ذَكَرَتْ.

(اگر عورت نے طلاق کا دعوی کیا اور مرد منکر ہے تو اس طرح قسم کھائے کہ) اللہ کی قسم یہ عورت مجھ سے اس طریقے سے ایک گھڑی بھی بائن نہیں ہوئی جس کا یہ دعوی کرتی ہے۔[3]

1- (ہدایہ، کتاب الطلاق، باب: الایمان فی الطلاق، ج: 2، ص: 399)

2- (جامع ترمذی، کتاب الاحکام، باب: أن البینة علی المدعی، ج: 3، ص: 626، حدیث نمبر: 1341)

3- (ہدایہ، کتاب الدعوی، فصل: فی کیفیۃ الیمین والاستحلاف، ج: 3، ص: 215)

بحر الرائق میں ہے کہ:

وَفِيْهَا سَمِعَتْ بِطَلَاقِ زَوْجِهَا إِيَّاهَا ثَلَاثاً، وَلَا تَقْدِرُ عَلَى مَنْعِه إِلَّا بِقَتْلِه إِنْ عَلِمَتْ أَنَّهُ يُقَرِّبُهَا تَقْتُلُه بِالدَّوَاءِ وَلَا تَقْتُلُ نُفْسَهَا.

اور اگر عورت نے سنا کہ اس کے خاوند نے اسے تین طلاقیں دے دی ہیں اور وہ اسے جماع کرنے سے نہیں روک سکتی (کیونکہ مرد منکر ہے اور عورت کے پاس گواہ نہیں ہیں) تو اگر اسے یقین ہو کہ وہ مجھ سے زنا کرے گا تو اس وقت کوئی دوا دے کو مرد کو قتل کر دے، خودکشی نہ کرے۔[1]

فتاوی بھکھی شریف

بحر الرائق میں ہی بحوالہ تتمہ ہے کہ:

قَالَ: لَا يَحِلُّ، وَيَبْعُدُ عَنْهَا بِأَيِّ وَجهٍ قَدرَ.

(اگر مرد عورت کو تین طلاقیں دے چکا لیکن عورت اسے نہیں چھوڑتی، اگر دور جاتا ہے تو جادو کر کے اسے واپس لے آتی ہے، تو کیا مرد اسے کسی حیلے سے قتل کر سکتا ہے؟ تو) فرمایا: قتل نہیں کر سکتا، لیکن اس عورت سے ہر ممکنہ طریقے سے دوری اختیار کرے۔[2]

بحر الرائق میں ہی بحوالہ اوزجندی ہے کہ:

1- (البحر الرائق، کتاب الطلاق، باب: فیما تحل بہ المطلقہ، ج: 10، ص: 243)
2- (البحر الرائق، کتاب الطلاق، باب: فیما تحل بہ المطلقہ، ج: 10، ص: 244)

أَنَّهَا تَرْفَعُ الْأَمْرَ اِلَى الْقَاضِىْ فَاِنْ لَّمَ يَكُنْ لَهَا بَيِّنَةٌ يَحْلِفُه فَاِنْ حَلَفَ فَالْإِثْمُ عَلَيْهِ .

(اگر مرد نے عورت کو طلاق دے دی پھر منکر ہو گیا تو) عورت اپنا معاملہ قاضی کے سامنے پیش کرے، اگر اس کے پاس گواہ نہیں تو مرد سے قسم لے، اگر وہ قسم دے دے تو (یہ میاں بیوی کی حیثیت سے رہیں گے کیونکہ قاضی طلاق نہ ہونے کا فیصلہ دے گا) گناہ مرد پر ہو گا۔[1]

بحر الرائق میں ہی بحوالہ محیط ہے کہ:

وَيَنْبَغِىْ لَهَا أَنْ تَفْتَدِىَ بِمَالِهَا.

عورت مال دے کر بطور خلع مرد سے طلاق حاصل کرے۔[2]

لہذا ثبوت شرعی نہ ہو اور مرد طلاق دینے سے انکار کرے تو کہا جائے گا کہ طلاق نہیں ہوئی اور عورت کو یقین ہو تو ہر ممکن طریقہ سے نجات حاصل کرے۔

فقط

هذا ما عندي والله تعالى أعلم

وصلى الله تعالى على حبيبه محمد وآله وأصحابه وسلم

1- (البحر الرائق، کتاب الطلاق، باب: الفاظ الطلاق، ج:9، ص:181)
2- (البحر الرائق، کتاب الطلاق، باب: فیما تحل به المطلقہ، ج: 10، ص: 244)

فالج زدہ کی طلاق کا حکم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص فالج زدہ ہے، نہ وہ بول سکتا ہے اور نہ تحریر کر سکتا ہے، کس صورت میں اس کی طلاق منظور ہو سکتی ہے؟

الجواب منه الهداية والصواب

ایسا آدمی جو نہ بول سکتا ہے اور نہ اس کا اشارہ معتبر ہے اس کی طرف سے طلاق کی کوئی صورت کتب فقہ میں مسطور نہیں ہے۔

فقط

هذا ما عندي والله تعالى أعلم

وصلى الله تعالى على حبيبه محمد وآله وأصحابه وسلم

دوسری جگہ نکاح کے بعد پہلا مرد طلاق کا منکر ہو

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے فرانس سے طلاق نامہ لکھا اور اس کی فوٹو سٹیٹ کرا کر علیحدہ علیحدہ تین لفافوں میں بھیج دی اور اس نے فون پر بھی کہا کہ میں نے طلاق دے دی، میری طرف سے فارغ ہے اور اس کا ایک بیٹا ہے اور وہ کہتا ہے کہ میرا بیٹا میرے بھائی کو دے دیں، آیا وہ لڑکی کسی اور سے نکاح کر سکتی یا نہیں؟

فتاوی بھکھی شریف

السائل: راسب علی ولد غلام عباس، بھکھی شریف

الجواب منه الهداية والصواب

اگر عورت کو یقین ہو کہ میرے خاوند نے مجھے طلاق دے دی ہے تو عدت کے بعد دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے۔

فتاوی رضویہ میں ہے کہ:

''اگر واقع میں عورت جانتی ہے کہ وہ اس سے تین بار یہ الفاظ کہہ گیا تو عدت کے بعد دوسرے سے نکاح کر سکتی ہے اور اگر شوہر واپس آئے اور طلاق سے منکر ہو اور گواہوں میں دو گواہ قابل قبول نہ نکلیں تو طلاق ثابت نہ ہو گی، شوہر کے حلف کے بعد عورت اسے جبراً واپس دلائی جائے گی''۔[1]

1- (فتاوی رضویہ، کتاب الطلاق، ج:12، ص:386)

لہٰذا عورت اپنے تعین کے مطابق دوسرا نکاح کر سکتی ہے لیکن اگر خاوند آ کر طلاق سے انکاری ہو اور شرعی گواہوں سے طلاق کا ثبوت نہ ہو سکے تو وہ (طلاق) متصور نہ ہو گی اور دوسرا نکاح معتبر نہ ہو گا۔

فقط

هذا ما عندي والله تعالى أعلم

وصلى الله تعالى على حبيبه محمد وآله وأصحابه وسلم

حلالہ کی مشروعیت وطریقہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک آدمی نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دی ہیں، اس کے بعد وہ اس عورت سے نکاح کرنا چاہے تو حلالہ کے بغیر کر سکتا ہے یا نہیں؟

اگر نہیں کر سکتا تو حلالہ کا شرعی حکم کیا ہے؟

اگر نکاح کرنے والے کے لیے یہ کہا جائے کہ میں اس عورت کا نکاح تیرے ساتھ کرتا ہوں اس شرط پر کہ تو اس کو ایک یا دو دن کے بعد طلاق دے دے، یعنی کچھ شرطیں طے کرے، کیا یہ جائز ہے یا نہیں؟

قرآن وسنت کی روشنی میں وضاحت فرمائیں، نیز حلالہ کے جواز پر مکمل وضاحت فرمائیں۔

السائل: حافظ محمد بخش، سرگودھا

الجواب منه الهداية والصواب

جو آدمی اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے اور تینوں واقع ہو جائیں تو وہ آدمی اس عورت سے حلالہ شرعی کے بغیر نکاح نہیں کر سکتا۔

فتاویٰ بھکھی شریف

قرآن کریم میں ہے کہ:

اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَاِمْسَاكٌ بِمَعْرُوْفٍ أو تَسْرِيْحٌ بِاِحْسَانٍ.

ترجمہ: یہ طلاق دو بار تک ہے پھر بھلائی کے ساتھ روک لینا ہے یا اچھے سلوک کے ساتھ چھوڑ دینا ہے۔[1]

دوسرے مقام پہ قرآن کریم میں ہے کہ:

فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَه مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَه،.

ترجمہ: پھر اگر تیسری طلاق اسے دی تو اب وہ عورت اسے حلال نہ ہو گی جب تک دوسرے خاوند کے پاس نہ رہے۔[2]

1- (سورہ: بقرہ، آیت نمبر:229)

2- (سورہ: بقرہ، آیت نمبر:230)

حلالہ کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ جب عورت کی عدت ختم ہو جائے تو کسی اور مرد سے بغیر کسی شرط کے عام نکاح کی طرح مہر مقرر کر کے گواہوں کے سامنے نکاح پڑھا جائے، وہ کم از کم ایک بار اس عورت سے جماع کرے، اس کے بعد طلاق دے یا فوت ہو جائے تو وہ عورت اس کی عدت گزارے، جب یہ عدت بھی ختم ہو جائے تو یہ عورت پہلے خاوند سے نکاح کر سکتی ہے۔

ہدایہ میں ہے کہ:

وَاِنْ كَانَ الطَّلَاقُ ثَلَاثًا فِيْ الْحُرَّةِ أَوْ ثِنْتَيْنِ فِيْ الْأَمَةِ لَمْ تَحِلَّ لَه حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجاً غَيْرَه نِكَاحاً صَحِيْحاً وَيَدْخُلُ بِهَا ثُمَّ يُطَلِّقُهَا أَوْ يَمُوْتُ عَنْهَا

اور اگر آزاد عورت کو تین اور باندی کو دو طلاقیں دے دی جائیں تو وہ اپنے شوہر کے لیے حلال نہیں یہاں تک کسی اور مرد سے نکاح صحیح کرے اور وہ مرد اس کے ساتھ دخول کرے پھر اس کو طلاق دے یا مر جائے۔

نیز فرمایا:

ثُمَّ الْغَايَةُ نِكَاحُ الزَّوْجِ مُطْلَقاً وَالزَّوْجِيَّةُ الْمُطْلَقَةُ اِنَّمَا تَثْبُتُ بِنِكَاحٍ صَحِيْحٍ، وَشَرْطُ الدُّخُوْلِ ثَبَتَ بِإِشَارَةِ النَّصِّ.

پہلے خاوند کے حلال ہونے کی شرط مطلق زوجیت بیان ہوئی ہے اور وہ نکاح صحیح سے ثابت ہوتی ہے اور دوسرے مرد کے جماع کرنے کی شرط قرآن کریم کے الفاظ سے اشارتاً ثابت ہوتی ہے۔[1]

اگر دوسرے مرد سے نکاح کرنے سے پہلے دوسری مجلس میں ایسی شرائط لگائی جائیں اور نکاح کے وقت عمومی طریقہ پر نکاح کیا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں اور نکاح کے وقت ایسی شرط لگا کر نکاح کرنا مکروہ ہے۔

حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَعَنَ اللّٰہُ الْمَحَلِّلَ وَالْمُحَلَّلَ لَه.

اللہ تعالیٰ نے حلالہ کرنے اور کروانے والے دونوں پر لعنت کی ہے۔[2]

اور اس حدیث پاک کا علمائے کرام نے یہی معنی بیان فرمایا ہے کہ بوقت نکاح ایسی شرط لگا کر نکاح کرنا دونوں کے لیے گناہ ہے، اگر ایسا نکاح کیا اور دوسرے مرد نے جماع کر لیا تو حلالہ پھر بھی صحیح ہو گا، اگرچہ خلاف شرع طریقہ اختیار کرنے سے گنہگار ہوئے۔

فتاویٰ بھکھی شریف

1- (ہدایہ، کتاب الطلاق، فصل: فیما تحل بہ المطلقہ، ج: 2، ص: 409)
2- (سنن ابی داوٗد، کتاب النکاح، باب: فی التحلیل، ج: 2، ص: 188، حدیث نمبر: 2078)

بحر الرائق میں ہے کہ:

كَرِهَ التَّزَوُّجُ لِلثَّانِيْ بِشَرْطِ أَنْ يُحِلَّهَا لِلْأَوَّلِ بِأَنْ قَالَ: تَزَوَّجْتُكِ عَلَى أَنْ أُحَلِّلَكِ لَه

دوسرے مرد سے اس شرط پر نکاح کرنا کہ وہ اس عورت کو پہلے کے لیے حلال کردے، مکروہ ہے، وہ اس طرح کہ دوسرا مرد کہے کہ میں تجھ سے اس شرط پہ نکاح کرتاہوں کہ تو پہلے کے لیے حلال ہو جائے۔

نیز فرمایا کہ:

لِأَنَّه لَوْ كَانَ فَاسِداً لَمَا سَمَّاهُ مُحَلِّلاً، وَلَوْ كَانَ غَيْرَ مَكْرُوْهٍ لَمَا لَعَنَه.

اگر نکاح فاسد ہوتا تو دوسرے خاوند کو محلل نہ کہا جاتا، اگر نکاح (اس طریقے) پر مکروہ نہ ہوتا تو نکاح کرنے والے پر لعنت نہ ہوتی۔[1]

فقط

هذا ما عندي والله تعالى أعلم

وصلى الله تعالى على حبيبه محمد وآله وأصحابه وسلم

1- (البحر الرائق، کتاب الطلاق، فصل: فیما تحل بہ المطلقہ، ج: 10، ص: 247)

طلاق دی، طلاق دی، طلاق دی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسمّٰی سیف اللہ ولد محمد یوسف نے اپنی بیوی محمودہ انجم دختر غلام حسین کو بوجہ غلط فہمی غصہ کے عالم میں مندرجہ ذیل عبارت لکھ کر مذکورہ کے ہاتھ میں دے دی، جبکہ اس کی نیت طلاق دینے کی ہرگز نہ تھی، (الفاظ یہ ہیں) ''طلاق دی، طلاق دی، طلاق دی''۔

قرآن وسنت کی روشنی میں مسئلہ کا جواب دیا جائے۔

السائل: سیف اللہ ولد محمد یوسف، ڈسکہ، سیالکوٹ

فتاویٰ
بھکھی شریف

الجواب منه الهداية والصواب

صورت مسؤلہ میں ایک بات کی وضاحت نہیں کہ غصہ کی حالت میں طلاق کا سوال و مطالبہ ہوا یا نہیں، اگر عورت نے طلاق کا مطالبہ کیا اور مرد نے غصے کی حالت میں عورت کے سوال کے جواب کے طور پر یہ الفاظ کہے تو تین طلاقیں واقع ہوئیں اور عورت مغلظہ ہو گئی اور اب حلالہ شرعی کے بغیر ان کا بحیثیت زن و شوہر رہنا عند الشرع ناممکن ہے۔

اگر ایسا کوئی مطالبہ نہ تھا تو مرد سے عدم نیت پر حلف لیا جائے گا، اگر حلف سے انکار کرے تو بھی حکم سابق نافذ ہو گا اور اگر حلف دے دے تو ایک طلاق بھی واقع نہیں ہوئی اور محمودہ انجم حسبِ سابق سیف اللہ کی بیوی قرار پائے گی۔

فتاوی عالمگیری میں ہے کہ:

طَلَاق بَدَسْتِ تُو اَسْتْ مَرَا طَلَاق کُنْ فَقَالَ الزَّوْجُ طَلَاقْ مِیْکُنَمْ طَلَاقْ مِیْکُنَمْ وَکَرَّرَ ثَلَاثًا طُلِّقَتْ ثَلَاثًا.

(عورت نے خاوند کو کہا کہ) طلاق تیرے قبضہ میں ہے، طلاق دے، تو مرد نے کہا کہ میں طلاق دیتا ہوں، میں طلاق دیتا ہوں، اس جملہ کو تین بار تکرار کیا تو تین طلاقیں ہوئیں (اگرچہ ''تجھے'' نہ کہا)۔[1]

اس سے معلوم ہوا کہ ایقاع طلاق میں اگرچہ عورت کی طرف اضافت نہ کی گئی لیکن سوال کے جواب میں یہ الفاظ ہوں تو سوال میں مذکورہ اضافت جواب میں بھی ملحوظ ہو گی اور وقوع طلاق ثابت ہو گا۔

عالمگیری میں ہی ہے کہ:

1- (فتاوی عالمگیریہ، کتاب الطلاق، الفصل السابع: فی الطلاق بالالفاظ الفارسیہ، ج: 8، ص: 409)

سُئِلَ شَيْخُ الْإِسْلَامِ الْفَقِيْه أَبُوْ نَصْرٍ عَنْ سَكْرَانَ قَالَ لِامْرَأَتِه أَتُرِيْدِيْنَ أَنْ أُطَلِّقَكِ قَالَتْ: نَعَمْ فَقَالَ بِالفَارِسِيةِ اگر تُوْ زَنِ مَنْ يَكْ طَلَاقْ دُوْ طَلَاقْ سِه طَلَاقْ قُوْمِیْ وَاخْرُجِیْ مِنْ عِنْدِیْ وَهُوَ يَزْعَمُ أَنَّه لَمْ يُرِدْ بِه الطَّلَاقَ

شیخ الاسلام فقیہ ابو نصر سے سوال کیا گیا ہے کہ ایک آدمی نشہ کی حالت میں اپنی بیوی سے کہے کہ تو میری طرف سے طلاق دیئے جانے کا ارادہ رکھتی ہے؟ اور اس کے ہاں کہنے پر کہہ دے کہ اگر تو میری بیوی ہے تو ایک طلاق، دو طلاق، تین طلاق، کھڑی ہو اور میرے پاس سے چلی جا اور انہوں نے گمان کیا کہ اس سے طلاق وارد نہیں ہوئی۔[1]

فتاویٰ بھکھی شریف

اور اسی میں ہے کہ:

رَجُلٌ قَالَ لِامْرَأَتِه: اگر تُوْ زَنِ مَنْ سِه طَلَاقْ لَا يَقَعُ إِذَا قَالَ: لَمْ أَنْوِ الطَّلَاقَ

کوئی آدمی اپنی بیوی سے کہے کہ اگر تو میری بیوی ہے تو تین طلاقیں، تو جب نیت طلاق سے منکر ہو تو طلاق نہ ہو گی۔[2]

1- (فتاوی عالمگیریہ، کتاب الطلاق، الفصل السابع: فی الطلاق بالالفاظ الفارسیہ، ج: 8، ص: 400)
2- (فتاوی عالمگیریہ، کتاب الطلاق، الفصل السابع: فی الطلاق بالالفاظ الفارسیہ، ج: 8، ص: 395)

پہلی صورت میں طلاق دیتا ہوں اور دوسری و تیسری صورت میں صرف طلاق کا ذکر ہے، طلاق کی عورت کی طرف اضافت نہیں اور اضافت کا ہونا ضروری ہے، خواہ لفظ میں یا نیت میں، جب لفظ میں نہیں تو نیت کے متعلق اسی سے سوال ہو سکتا ہے اور وہ نیت کے بیان میں امین ہے، اس لیے اسی کا قول مع الیمین معتبر ہو گا، اگر حلف دے دے تو عدم وقوع کا حکم ہو گا اور سوال کی صورت میں جواب تقریراً اضافت موجود ہے، اس لیے وقوع طلاق کا حکم صادر ہو گا۔

فقط

هذا ما عندي والله تعالى أعلم

وصلى الله تعالى على حبيبه محمد وآله وأصحابه وسلم

میں نے تمہیں طلاق دی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مرد نے اپنی بیوی کو کہا کہ میں نے تمہیں طلاق دی، گھر چلی جاؤ؟

السائل: عامر عدنان، ساکن: دوالیال، چکوال

الجواب منه الهداية والصواب

صورت مسؤلہ میں ''میں نے تمہیں طلاق دی'' سے ایک طلاق واقع ہوتی ہے، دوسرے جملہ کے متعلق اس سے پوچھا جائے گا کہ اگر ''گھر چلی جاؤ'' سے طلاق کی نیت تھی، تو دو طلاقیں ہو گئیں۔

اور نیت نہ ہونے کی بات کرے تو اس سے نیت نہ ہونے پر قسم لی جائے گی، قسم کھائے تو پھر ایک طلاق ہو گئی، ورنہ دو۔

ایک ہو تو عدت میں نکاح کی بھی ضرورت نہیں، صرف رجوع کرنا کافی ہے، اگر دو طلاقیں ہوں تو پھر نیا نکاح کرنا ضروری ہے، حلالہ کی ضرورت نہیں۔

اور آئندہ کسی وقت بھی طلاق دی تو اس کے ساتھ مل کر تین کا عدد پورا ہو جائے گا تو پھر حلالہ شرعی کے بغیر ان کا ازدواجی تعلق ممکن نہیں۔

فقط

هذا ما عندي والله تعالى أعلم

وصلى الله تعالى على حبيبه محمد وآله وأصحابه وسلم

میں نے تینوں طلاقیں دیں

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسمّٰی امجد فاروق نے اپنی بیوی مسماۃ فوزیہ دختر پٹھان خان کو کہا کہ میں نے تینوں طلاقیں دیں، طلاق، طلاق، اس صورت میں کون سی طلاق واقع ہو تی ہے؟ اب دوبارہ میاں بیوی کی حیثیت سے اکٹھے رہنے کی کون سی صورت ہے؟

فتاویٰ بھکھی شریف

السائل: امجد فاروق، منڈی بہاؤالدین

الجواب منه الهداية والصواب

تین طلاقیں واقع ہو گئی ہیں، اب ازدواجی تعلق حلالہ شرعی کے بغیر ممکن نہیں ہے۔

امام نووی شرح صحیح مسلم میں لکھتے ہیں کہ:

مَنْ قَالَ لِامْرَأَتِه: أَنْتِ طَالِقٌ، ثَلَاثاً فَقَالَ الشَّافِعِيُّ وَمَالِكٌ وَأَبُوْ حَنِيْفَةَ وَأَحْمَدُ وَجَمَاهِيْرُ الْعُلَمَاءِ مِنَ السَّلَفِ وَالْخَلَفِ: يَقَعُ الثَّلَاثُ.

جس نے اپنی بیوی سے کہا کہ تجھے طلاق ہے، تین دفعہ، تو امام شافعی، امام مالک، امام ابو حنیفہ، امام احمد اور سلف و خلف سے جمہور علمائے کرام کہتے ہیں کہ تین ہی واقع ہوں گی۔[1]

حضرت عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰ روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ سے اس عورت کے بارے میں سوال کیا گیا جس کو دخول سے پہلے ہی تین طلاقیں دی گئی ہیں تو آپ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا:

لَا تَحِلُّ لَه حَتّٰی تَنْکِحَ زَوْجاً غَیْرَه

وہ اس کے لیے حلال نہیں ہے یہاں تک کے کسی دوسرے مرد کے پاس رہے۔[2]

فتاویٰ بھکھی شریف

فقط

هذا ما عندي والله تعالى أعلم

وصلى الله تعالى على حبيبه محمد وآله وأصحابه وسلم

1- (شرح نووی علی مسلم، کتاب الطلاق، باب: طلاق الثلاث، ج:10، ص:70)
2- (السنن الکبری (امام بیہقی)، ج:7، ص:334)

تحریری طلاق

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ خضر حیات نے اپنی بیوی سے جھگڑے کے بعد کسی کو جا کر کہا کہ میں اپنی بیوی کے لیے طلاق لکھوانا چاہتا ہوں، مجھے لکھ دو، تو کسی نے کاغذ لکھا اور خضر حیات کا انگوٹھا بھی لگوایا اور خضر حیات وہ کاغذ لے کر اپنی بیوی کے پاس گیا اور کہا: بھونی ایہہ کاغذ ای لے لے اور اس کاغذ میں تحریر لکھا ہوا تھا کہ میں اپنی بیوی ارشاد بی بی کو بمعہ تمام بچوں کے فارغ کرتا ہوں، میں اب اس کا خاوند نہیں رہا، طلاق، طلاق، طلاق اور خضر حیات کا بھائی عمر حیات کہتا ہے کہ مجھے بعد میں خضر حیات نے کہا کہ میں نے طلاق دے دی ہے اور دلیل کے طور پر انگوٹھا دکھایا، اب اس کے متعلق کیا حکم ہے؟

السائل: خضر حیات ولد کرم علی، ساکن: ساہنا

الجواب منه الهداية والصواب

جب تحریر لکھوائی اور انگوٹھا بھی ثبت ہے تو تحریر خضر حیات کی طرف منسوب ہوئی اور اس میں پہلے یا دوسرے جملے سے بائن طلاق ہوئی، تو پچھلے تین لفظوں سے دو مل کر تین مکمل ہو گئیں اور اب میاں بیوی کی حیثیت سے رہنے کے لیے حلالہ شرعی کی ضرورت ہے۔

اگرچہ پہلے دو لفظ سے طلاق کی نیت نہ ہونے کی قسم دے دے اور طلاق کے تین لفظوں سے طلاق کی نیت بتائے یا اس سے پہلے والے ایک لفظ میں یا کنایہ الفاظ میں کسی ایک سے طلاق کی نیت ہو تو ہر صورت تینوں طلاق ہوں گی۔

فقط

هذا ما عندي والله تعالى أعلم

وصلى الله تعالى على حبيبه محمد وآله وأصحابه وسلم

قسم کے ساتھ طلاق دینے کا مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مرد نے اپنی بیوی سے قسم کھاتے ہوئے کہا کہ میرا تیرا میاں بیوی والا رشتہ ختم ہے اور ایسا ہوئے دو سال گزر گئے ہیں، اب کیا کریں؟ نکاح کریں یا حلالہ ہو گا؟

الجواب منه الهداية والصواب

اس عبارت سے ایلاء مؤبد بنتا ہے اور اس کا حکم یہ ہے کہ اگر چار ماہ قسم کھانے کے بعد ایسے گزرے کہ میاں بیوی والا تعلق نہ بنایا گیا تو طلاق بائنہ ہو گی، لہٰذا

اس میں نکاح کی ضرورت ہو گی، اگر نکاح کر لیا اور پھر میاں بیوی والا تعلق بنایا تو قسم توڑنے کا کفارہ دینا ہو گا۔

اگر چار ماہ تک وقت پھر اس طرح گزرا کہ میاں بیوی والا تعلق نہ بنایا تو پھر دوسری طلاق بائنہ ہو گی اور تیسری بار پھر نکاح کر لیا تو اسی طرح حکم (قسم توڑنے کا کفارہ دینا) ہو گا۔

اگر چار ماہ تک پھر پرہیز رکھے تو تیسری طلاق ہو جائے گی، اب حلالہ کے بغیر نکاح نہ ہو گا۔

بحر الرائق میں ہے کہ:

بَقِيَتِ الْيَمِيْنُ لَوْ كَانَ حَلَفَ عَلَى الْأَبَدِ سَوَاءٌ صَرَّحَ بِه أَوْ أَطْلَقَ لِعَدْمِ مَا يُبْطِلُهَا مِنْ حِنْثٍ أَوْ مَضْيِ وَقْتٍ لَوْ تَزَوَّجَهَا بَعْدَ مَا بَانَتْ بِالْاِيْلَاءِ ثُمَّ مَضَتِ الْمُدَّةُ بَعْدَ التَّزَوُّجِ الثَّانِيْ بَانَتْ بِتَطْلِيْقَةٍ أُخْرَى وَكَذَا لَوْ تَزَوَّجَهَا بَعْدَ ذٰلِكَ ثَالِثاً وَمَضَتِ الْمُدَّةُ بَانَتْ بِثَالِثَةٍ.

اگر قسم ہمیشگی کی تھی چاہے اس کی تصریح کی تھی یا اس کو مطلق رکھا تھا تو قسم باقی رہے گی اس چیز کے نہ پائے جانے کی وجہ سے جو اس کو باطل کرے مثلا: حانث ہونا یا وقت کا گزرنا، اگر اس نے عورت سے اس وقت نکاح کیا جب وہ ایلاء کی وجہ

سے بائنہ ہو چکی تھی، پھر دوبارہ نکاح کے بعد مدت گزر چکی تو ایک اور طلاق کے ساتھ بائنہ ہو گی اور اسی طرح اگر اس نے اس کے بعد تیسری دفعہ نکاح کیا اور مدت گزر گئی تو تیسری طلاق کے ساتھ بائنہ ہو جائے گی۔[1]

اگر ہمیشگی کی قسم تھی تو چار ماہ گزر جانے پر طلاق ہو گئی لیکن قسم باقی ہو گی کیونکہ قسم کو ختم کرنے والی کوئی چیز نہ پائی گئی اور قسم واضح طور پر ہمیشہ کی ہوتی ہے یا مطلق ہمیشہ کے لیے ہوتی ہے۔

فقط

هذا ما عندي والله تعالى أعلم

وصلى الله تعالى على حبيبه محمد وآله وأصحابه وسلم

1- (بحر الرائق، باب الایلائ، فصل: وطی فی مدۃ الایلاء، ج: 10، ص: 264)

بغیر ہم بستری حلالہ معتبر نہیں

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو طلاق ثلاثہ دی، دس سال بالکل علیحدگی رہی، اس کے بعد حلالہ نکالنے کے لیے ایک مرد کے ساتھ نکاح کیا گیا اور طلاق بھی اس نے دے دی، لیکن ہم بستری ان کی نہیں ہوئی، اس کے بعد پھر پہلے مرد نے نکاح کر لیا۔

فتاویٰ بھکھی شریف

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ حلالہ مذکورہ شریعت کی روشنی میں ہوا کہ نہیں؟ اگر نہیں تو دوسرے نکاح کے متعلق کیا حکم شرعی ہے؟ اور ان لوگوں کے متعلق بھی کیا حکم ہے جن کو علم تھا کہ ہم بستری نہیں ہوئی اور دوسرے نکاح میں بیٹھے رہے؟

السائل: بشیر احمد ولد بہاول بخش ساکن سارنگ ضلع منڈی بہاؤالدین

الجواب منه الهداية والصواب

پہلے مرد کے لیے اس طرح وہ عورت حلال نہیں ہوئی، اس کے لیے ضروری ہے کہ دوسرے آدمی سے پہلے شوہر کی عدت گزر جانے کے بعد نکاح ہو اور وہ جماع

بھی کرے، اگرچہ ایک بار ہی ہو، اس کے بعد نکاح سے فراغت اور عدت کے خاتمے پر پہلا آدمی نکاح کرلے۔

ہدایہ میں ہے کہ:

وَاِنْ كَانَ الطَّلَاقُ ثَلَاثاً فِيْ الْحُرَّةِ أَوْ ثِنَتَيْنِ فِيْ الْأَمَةِ لَمْ تَحِلَ لَه حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجاً غَيْرَه نِكَاحاً صَحِيْحاً وَيدْخُلُ بِهَا ثُمَّ يُطَلِّقُهَا أَوْ يَمُوْتُ عَنْهَا

اور اگر آزاد عورت کو تین اور باندی کو دو طلاقیں دے دی جائیں تو وہ اپنے شوہر کے لیے حلال نہیں یہاں تک کہ کسی اور مرد سے نکاح صحیح کرے اور وہ مرد اس کے ساتھ دخول کرے پھر اس کو طلاق دے یا مر جائے۔[1]

اس کی دلیل قرآن کریم میں ہے کہ:

فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَه مِنْ بَعْدُ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَه.

ترجمہ: پھر اگر تیسری طلاق اسے دی تو اب وہ عورت اسے حلال نہ ہو گی جب تک دوسرے خاوند کے پاس نہ رہے۔[2]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ جب حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ کی بیوی نے مسئلہ پوچھا کہ رفاعہ نے مجھے تین طلاقیں دی ہیں، میں نے بعد میں عبد الرحمٰن سے نکاح کیا، وہ نامرد ہیں، کیا میں پھر رفاعہ سے نکاح کر سکتی ہوں؟

1- (ہدایہ، کتاب الطلاق، فصل: فیما تحل بہ المطلقہ، ج: 2، ص: 409)

2- (سورہ: بقرہ، آیت نمبر: 230)

تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

لَا حَتّٰى تَذُوْقِيْ عَسِيْلَتَه وَيَذُوْقَ عَسِيْلَتَكِ.

نہیں، جب تک تمہارا آپس میں جماع نہ ہو جائے۔[1]

جو آدمی اس صریح واجماعی حکم کی خلاف ورزی کرے وہ بہت سخت گنہگار اور کبیرہ گناہ کا مرتکب ہے، اسے توبہ کرنا لازم ہے، لہٰذا پہلے مرد کے ساتھ دوسرا نکاح سرے سے ہوا ہی نہیں اور مرد و عورت نے جو کچھ اس (حلالہ مکمل نہ ہونے) کے بعد کیا، سب گناہ ہے، فوراً جدا ہو جائیں اور جب تک بیان شدہ طریقہ نہ اپنایا جائے ان کے میاں بیوی بننے کی صورت نہ ہو گی اور جو لوگ دوسرے نکاح کی مجلس میں شریک ہوئے ان میں سے جن لوگوں کو جماع نہ ہونے کا علم تھا وہ سب اعلانیہ توبہ کریں۔

فقط

هذا ما عندي والله تعالى أعلم

وصلى الله تعالى على حبيبه محمد وآله وأصحابه وسلم

1- (صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب: لا تحل مطلقة ثلاثا، ج: 4، ص: 154، حدیث: 3599)

بچے کی طلاق کا مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کچھ وقت پہلے نا بالغ لڑکے اور بالغہ لڑکی کا رخصتی کے بغیر نکاح ہوا، اس وقت لڑکا نابالغ ہے اور لڑکی بالغہ ہے۔ لڑکے اور لڑکی کے والدین برادری کی کسی مجبوری پر طلاق دلوانا چاہتے ہیں، اس صورت میں طلاق ہو سکتی ہے یا کہ نہیں؟ اگر ہو سکتی ہے تو عدت ہے یا نہیں؟

فتاویٰ بھکھی شریف

الجواب منه الهداية والصواب

جب تک لڑکا بالغ نہ ہو وہ طلاق نہیں دے سکتا اور وہی طلاق دینے کا حقدار ہے، اس کی طرف سے کوئی آدمی نہ اب طلاق دے سکتا ہے اور نہ ہی بلوغ کے بعد۔

قرآن کریم میں ہے کہ:

بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ ۔

جس (خاوند) کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے۔[1]

ہدایہ میں ہے کہ:

وَلَا يَقَعُ طَلَاقُ الصَّبِيِّ وَالْمَجْنُوْنِ وَالنَّائِمِ لِقَوْلِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ كُلُّ طَلَاقٍ جَائِزٌ اِلَّا طَلَاقُ الصَّبِيِّ وَالْمَجْنُوْنِ.

1- (سورہ: البقرہ، آیت نمبر: 237)

اور بچے، مجنون اور سوئے ہوئے کی دی ہوئی طلاق واقع نہیں ہوتی، اس لیے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: ہر طلاق نافذ ہے سوائے بچے اور مجنون کی طلاق کے۔[1]

فقط

هذا ما عندي والله تعالى أعلم

وصلى الله تعالى على حبيبه محمد وآله وأصحابه وسلم

نابالغ کو بعد بلوغ فسخ نکاح کے اختیار و عدم اختیار کا مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک بچی کا نکاح نابالغی کی حالت میں کر دیا گیا، کسی مجبوری کے تحت نکاح کی اجازت اس کے والد نے دی تھی، جب لڑکی بالغ ہوئی تو اس نے انکار کر دیا، کیا وہ لڑکی اب کسی اور مرد کے ساتھ نکاح کر سکتی ہے یا کہ نہیں؟

قرآن وحدیث کی روشنی میں بیان فرمائیں۔

السائل: سید غلام شبیر شاہ بخاری جلالی

1- (ہدایہ، کتاب الطلاق، فصل: ویقع طلاق کل زوج، ج: 2، ص: 377)

الجواب منه الهداية والصواب

والد اور دادا کا کیا ہوا نکاح ایسا پختہ ہوتا ہے کہ اس کے بعد لڑکے اور لڑکی کو بالکل اختیار نہیں کہ نکاح فسخ کر سکیں۔

ہدایہ میں ہے کہ:

(فَإِنْ زَوَّجَهُمَا الْأَبُ أَوِ الْجَدُّ) يَعْنِي الصَّغِيْرَ وَالصَّغِيْرَةَ (فَلَا خِيَارَ لَهُمَا بَعْدَ بُلُوْغِهِمَا).

پس اگر لڑکے اور لڑکی کا نکاح باپ یا دادا نے کر دیا تو بلوغت کے بعد ان دونوں کو کوئی اختیار نہیں ہے۔[1]

فقط

هذا ما عندي والله تعالى أعلم

وصلى الله تعالى على حبيبه محمد وآله وأصحابه وسلم

یک طرفہ عدالتی تنسیخ نکاح کا مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میری بیوی کے گھر والوں نے نشے کے الزام میں تنسیخ نکاح کا دعویٰ درج کروایا، جس کا مجھے علم نہ تھا، علم ہونے پر میں

1- (ہدایہ، کتاب النکاح، باب: فی الاولیاء والاکفاء، ج: 2، ص: 338)

اپنے سسرال کے گھر پہنچا تو انہوں نے کہا کہ ہم نے عدالت سے فیصلہ لے لیا ہے، میں نے کہا کہ میں نے فیصلہ دیا ہی نہیں، نکاح تو میرے ساتھ ہے، عدالت کو کیا حق پہنچتا ہے؟

برائے کرام اس مسئلہ کی وضاحت کریں۔

السائل: طارق محمود، ساکن: رسول نگر

الجواب منه الهداية والصواب

یک طرفہ ڈگری کے ذریعے تنسیخ نکاح از روئے شرع شریف کوئی معتبر نہیں ہے۔

قرآن کریم میں ہے کہ:

بِيَدِهِ عُقْدَةُ النِّكَاحِ .

ترجمہ: خاوند کے قبضہ میں نکاح کی گرہ ہے۔[1]

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إِنَّمَا الطَّلَاقُ لِمَنْ أَخَذَ بِالسَّاقِ.

طلاق کا مالک خاوند ہے۔[2]

1- (سورہ: بقرہ، آیت نمبر: 237)

2- (سنن ابن ماجہ، کتاب الطلاق، باب: طلاق العبد، ج: 1، ص: 672، حدیث نمبر: 2081)

لہٰذا ایسا تنسیخ نکاح کالعدم ہے اور نکاح بدستور سابق درست ہے۔

فقط

هذا ما عندي والله تعالى أعلم

وصلى الله تعالى على حبيبه محمد وآله وأصحابه وسلم

میں اپنی زوجیت سے علیحدہ کرتا ہوں

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک آدمی نے اپنی بیوی کو اپنے سے علیحدہ کرنے کا فیصلہ کر لیا، کہتا ہے کہ میں مسماۃ بشیراں بی بی کو اپنی زوجیت سے علیحدہ کرتا ہوں یعنی طلاق دیتا ہوں۔

الجواب منه الهداية والصواب

اس تحریر میں طلاق کے لیے توجہ طلب لفظ یہ ہے کہ میں اپنی زوجیت سے علیحدہ کرتا ہوں یعنی طلاق دیتا ہوں۔ اس جملہ میں طلاق دہندہ پہلے جملے سے طلاق دے رہا ہے اور اس کی تفسیر دوسرے جملے سے کرتا ہے۔

لہٰذا بشیراں بی بی کو ایک بائن طلاق ہوئی، کیونکہ یہ کنایہ لفظ سے طلاق دے رہا ہے۔
اب بشیراں بی بی عدت ختم ہونے پر عقد ثانی کر سکتی ہے، اگر صلح کرنا چاہیں تو عدت کے اندر یا بعد میں جب چاہیں صلح کر سکتے ہیں، صرف نکاح کر لینا کافی ہو گا، حلالہ کی ضرورت نہیں ہے۔

فقط

هذا ما عندي والله تعالى أعلم

وصلى الله تعالى على حبيبه محمد وآله وأصحابه وسلم

طلاق ثلاثہ کا مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک آدمی نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں، کیا بیوی خاوند سے شرعاً علیحدہ ہو جائے گی؟ وضاحت فرمائیں۔
نیز اگر خاوند بیوی کو تین طلاقیں دینے کے بعد پھر گھر لے آئے تو اس کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب منه الهداية والصواب

خاوند اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے سکتا ہے، اس کے لیے صحیح شرعی طریقہ اپنے اُس حق کے استعمال کا یہ ہے کہ جدا جدا طہر میں ایک ایک طلاق دے اور ان طہروں

میں جماع نہ کرے۔ اگر کوئی آدمی اس کے خلاف کرے اور حیض میں طلاق دے گا یا جماع کرنے کے بعد طہر میں یا ایک طہر میں ایک مجلس میں دو یا تین طلاقیں اکھٹی دے گا تو طلاق پھر بھی ہو جائے گی اور جتنی بھی طلاقیں دے گا وہ شمار ہوں گی۔

ردالمحتار میں ہے کہ:

طَلَقَةٌ فَقَطْ فِيْ طُهْرٍ لَا وَطْئَ فِيْهِ أَحْسَنُ وَطَلَقَةٌ لِغَيْرِ مَوْطُوْءَةٍ وَلَوْ فِيْ حَيْضٍ وَلِموْطُوْءَةٍ تَفْرِيْقُ الثَّلَاثِ فِيْ ثَلَاثَةِ أَطْهَارٍ لَا وَطْئَ فِيْهِ .

جس عورت سے وطی نہ کی ہو اسے کسی بھی حالت یعنی حیض وطہر کی حالت میں اور موطوءہ کو ایسے طہر میں جس میں وطی نہ کی ہو ایک طلاق دینا یہ طلاق احسن ہے اور جس سے وطی کی گئی ہو اسے تین طہروں میں علیحدہ علیحدہ ایک ایک کر کے تین طلاقیں دینا جبکہ ان طہروں میں جماع نہ کیا ہو یہ طلاق حسن ہے۔[1]

نیز اس میں ہے کہ:

(وَالْبِدْعِيُّ ثَلَاثٌ مُتفَرِّقَةٌ أَوْ ثِنْتَانِ مَرَّةً أَوْ مَرَّتَيْنِ) فِيْ طُهْرٍ وَاحِدٍ (لَا رَجْعَةَ فِيْهِ أَوْ وَاحِدَةٌ فِيْ طُهْرٍ وُطِئَتْ فِيْهِ أَوْ) وَاحِدَةٌ فِيْ (حَيْضِ مَوْطُوْءَةٍ)

تین طلاقیں جدا جدا یا دو اکھٹی یا الگ الگ ایک طہر میں جس میں رجوع نہ ہو یا ایسے طہر میں ایک طلاق دینا جس میں وطی کی گئی ہو یا جس سے وطی کی گئی اسے حالت حیض میں ایک طلاق دینا، یہ سارے طریقے خلاف سنت ہیں۔[2]

تین اکھٹی دی ہوئی طلاقوں کے متعلق فتح القدیر میں ہے کہ:

1- (ردالمحتار، کتاب الطلاق، باب: رکن الطلاق، ج:10، ص:439)

2- (ردالمحتار، کتاب الطلاق، باب: رکن الطلاق، ج:10، ص:446)

وَذَهَبَ جُمْهُوْرُ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِيْنَ وَمَنْ بَعْدَهُمْ مِنْ أَئِمَّةِ الْمُسْلِمِيْنَ اِلَى أَنَّه يَقَعُ ثَلَاثًا.

اور جمہور صحابہ و تابعین اوران کے مابعد مسلمانوں کے آئمہ اس جانب گئے ہیں کہ بے شک اس (تین طلاقیں اکھٹی دینے) سے تین طلاقیں ہو جائیں گی۔[1]

امام نووی شرح صحیح مسلم میں لکھتے ہیں کہ:

مَنْ قَالَ لِامْرَأَتِه: أَنْتِ طَالِقٌ ثَلَاثًا فَقَالَ الشَّافِعِيُّ وَمَالِكٌ وَأَبُوْ حَنِيْفَةَ وَأَحْمَدُ وَجَمَاهِيْرُ الْعُلَمَاء مِنَ السَّلَفِ وَالْخَلَفِ: يَقَعُ الثَّلَاثُ.

جس نے اپنی بیوی سے کہا کہ تجھے طلاق ہے، تین دفعہ، تو امام شافعی، امام مالک، امام ابو حنیفہ، امام احمد اور سلف و خلف سے جمہور علمائے کرام کہتے ہیں کہ تین ہی واقع ہوں گی۔[2]

فتاویٰ
بھکھی شریف

اور فتح القدیر میں ہے کہ:

لَوْ حَكَمَ حَاكِمٌ بِأَنَّ الثَّلَاثَ بِفَمٍ وَّاحِدٍ وَاحِدَةٌ لَمْ يَنْفُذْ حُكْمُه لِأَنَّه لَا يَسُوْغُ الْاِجْتِهَادُ فِيْهِ فَهُوَ خِلَافٌ لَا اِخْتِلَافَ فِيْهِ.

اگر کوئی حاکم یہ حکم لگائے کہ تین اکھٹی دی جانے والی طلاقوں کو ایک شمار کیا جائے، تو اس کا یہ حکم نافذ نہیں ہو گا کیونکہ اس میں اجتہاد جائز نہیں تو یہ (آئمہ کرام کے اقوال و اجماع) کے خلاف ہے، اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔[3]

1- (فتح القدیر، کتاب الطلاق، باب: طلاق السنہ، ج: 7، ص: 457)
2- (شرح نووی علی مسلم، کتاب الطلاق، باب: طلاق الثلاث، ج: 10، ص: 70)
3- (فتح القدیر، کتاب الطلاق، باب: طلاق السنہ، ج: 7، ص: 460)

لہٰذا یہ تین ہی شمار ہوں گی،اس کے خلاف ایک کہنے والے کی بات غیر معتبر ہو گی اور ان مرد و عورت کا حلالہ شرعی کے بغیر تعلق ناجائز و حرام ہے، اگر تعلق بنائیں تو یہ خالص زنا ہو گا اور مسلمانوں پہ لازم ہے کہ ان کے ساتھ ایسا برتاؤ کریں کہ وہ شریعت کے مطابق عمل کرنے پر مجبور ہو جائیں۔

البتہ عدت کے ایام عورت کو اسی گھر میں گزارنے کا حکم ہے۔

قرآن کریم میں ہے کہ:

لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْ بُيُوْتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ اِلَّا أَنْ يَّأْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُبينة.

عدت میں انہیں ان کے گھروں سے نہ نکالو اور نہ وہ آپ نکلیں، مگر یہ کہ کوئی صریح بے حیائی کی بات لائیں (تو نکال سکتے ہو)۔ [1]

فقط

هذا ما عندي والله تعالى أعلم

وصلى الله تعالى على حبيبه محمد وآله وأصحابه وسلم

1- (سورہ: طلاق، آیت نمبر: 1)

شوہر طلاق دینے کے بعد طلاق کا منکر ہو تو عورت کیا کرے؟

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک مرد نے اپنی عورت کو تنہائی میں طلاقیں دیں اور کسی کو گواہ بھی نہیں بنایا، اب مرد کہتا ہے کہ میں نے اپنی عورت کو دو طلاقیں دی ہیں، الگ الگ الفاظ کے ساتھ طلاقیں واقع ہوئی ہیں اور کسی کے بعد رجوع نہیں کیا، اس واقعہ کو دس ماہ گزر گئے ہیں۔

اس مسئلہ کا جواب مطلوب ہے۔

السائل: مولانا حافظ محمد فضل الٰہی جلالی

الجواب منه الهداية والصواب

جب مرد دو طلاقیں دینے کا اقرار کرتا ہے تو از روئے فتویٰ دو طلاقیں ہی متصور ہوں گی اور اس پر مرد سے قسم لی جائے گی، عورت کی بات غیر معتبر ہو گی۔

لیکن اگر عورت کو یقین ہے کہ مرد نے جھوٹ بولا ہے اور گواہ نہ ہونے کی وجہ سے ناجائز طور پر مجھے اپنے پاس رکھنے اور زنا میں مبتلا کرنے کی کوشش کی

ہے، اگر عورت کی بات کے گواہ معتبر شرعی ہوں یا مرد کو تیسری طلاق کے متعلق قسم دینے سے انکار ہو تو تین طلاقیں تصور کی جائیں گی اور عورت حلالہ شرعی کے بغیر اس مرد سے ازدواجی تعلق نہیں بنا سکتی، عورت کے لیے اس گھر میں جانا حرام ہے اور ہر ممکن طریقے سے اپنی جان چھڑانا ضروری ہے، حتی کہ اگر عورت کو غالب گمان ہو کہ مرد مجھ سے زبردستی وطی کرے گا تو حیلہ سے مرد کو قتل کر دے تو قتل کا گناہ اس کے ذمے نہ ہو گا جبکہ قتل کے سوا اپنی ذات کو زنا سے نہ بچا سکتی ہو۔

بحر الرائق میں ہے کہ:

وَفِيْهَا سَمِعَتْ بِطَلَاقِ زَوْجِهَا إِيَّاهَا ثَلَاثاً، وَلَا تَقْدِرُ عَلَى مَنْعِه إِلَّا بِقَتْلِه إِنْ عَلِمَتْ أَنَّه يُقَرِّبُهَا تَقْتُلُه بِالدَّوَاءِ وَلَا تَقْتُلُ نُفْسَهَا اور اگر عورت نے سنا کہ اس کے خاوند نے اسے تین طلاقیں دے دی ہیں اور وہ اسے جماع کرنے سے نہیں روک سکتی (کیونکہ مرد منکر ہے اور عورت کے پاس گواہ نہیں ہیں) تو اگر اسے یقین ہو کہ وہ مجھ سے زنا کرے گا تو اس وقت کوئی دوا دے کر مرد کو قتل کر دے، خودکشی نہ کرے۔

بحر الرائق میں ہی بحوالہ اوزجندی ہے کہ:

أَنَّهَا تَرْفَعُ الْأَمْرَ اِلَى الْقَاضِيْ فَاِنْ لَّمَ يَكُنْ لَهَا بَيِّنَةٌ يَحْلِفُه فَاِنْ حَلَفَ فَالْإِثْمُ عَلَيْهِ.

(اگر مرد نے عورت کو طلاق دے دی پھر منکر ہو گیا تو) عورت اپنا معاملہ قاضی کے سامنے پیش کرے، اگر اس کے پاس گواہ نہیں تو مرد سے قسم لے، اگر وہ قسم دے دے تو (یہ میاں بیوی کی حیثیت سے رہیں گے کیونکہ قاضی طلاق نہ ہونے کا فیصلہ دے گا) گناہ مرد پر ہو گا اور اگر عورت نے اسے قتل کر دیا تو اس عورت پر کچھ گناہ نہیں۔[1]

لہٰذا ایسی صورت میں فتویٰ تو یہی ہے کہ دو طلاقیں ہو چکی ہیں، اگر اس سے پہلے طلاق نہ دی گئی ہو تو مرد حلالہ کے بغیر اس عورت سے نکاح کر سکتا ہے، لیکن عورت اپنے یقین کے مطابق بہرحال اس کے گھر جانے سے پرہیز کرے، اگر اسے کچھ دے کر اس سے خلاصی حاصل ہو جائے تو یہ بہتر رہے گا۔

فقط

هذا ما عندي والله تعالى أعلم

وصلى الله تعالى على حبيبه محمد وآله وأصحابه وسلم

1- (البحر الرائق، کتاب الطلاق، فصل: فیما تحل بہ المطلقہ، ج: 10، ص: 243)

تین طلاقیں

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی منکوحہ کو باقائم ہوش وحواس اور رو برو گواہوں کے تین طلاقیں دی ہیں، اب وہ دوبارہ ازدواجی تعلق بحال کرنا چاہتے ہیں، شرعا کیا حکم ہے؟

السائل: محمد عارف ولد سخی محمد، جہلم

الجواب منه الهداية والصواب

حلالہ شرعی ضروری ہے یعنی عدت ختم ہونے کے بعد کسی اور مرد سے اس عورت کا نکاح صحیح کیا جائے اور وہ اسے جماع کرنے کے بعد طلاق دے یا فوت ہو جائے تو پھر وہ عورت اس کی عدت پوری کرے، اس کے بعد پہلے مرد سے نکاح کر لے۔

فقط

هذا ما عندي والله تعالى أعلم

وصلى الله تعالى على حبيبه محمد وآله وأصحابه وسلم

طلاق بائن

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو تحریری طلاق دی، جس میں یہ الفاظ لکھے کہ: میں زبیدہ کو فارغ کر رہا ہوں، میری طرف سے زبیدہ بی بی کو طلاق۔ اس کے علاوہ کوئی اور تحریر نہیں بھیجی گئی، از روئے شرع کون سی طلاق ہوئی؟ اب زوجین کے درمیان تعلق ازدواجی کی شرعاً کیا صورت ہے؟

فتاویٰ
بھکھی شریف

السائل: محمد اسحاق ولد فضل الٰہی، منڈی بہاؤالدین

الجواب منه الهداية والصواب

صورت مسئولہ میں تحریر شدہ الفاظ ''میری طرف سے زبیدہ بی بی کو طلاق'' سے ایک رجعی طلاق ہوئی، عدت گزرنے سے بائن ہو جائے گی اور ''میں زبیدہ کو فارغ کر رہا ہوں'' اگر طلاق کی نیت سے کہا تو ایک طلاق بائن ہوئی۔ اگر اس جملہ کی تحریر کے وقت ان الفاظ سے طلاق کی نیت نہ تھی تو صرف ایک ہی طلاق ہوئی ہے اور عدت گزرنے کے بعد ازدواجی تعلق قائم کرنے کے لیے صرف نکاح کر لینا کافی ہے۔

فقط

هذا ما عندي والله تعالى أعلم

وصلى الله تعالى على حبيبه محمد وآله وأصحابه وسلم

طلاق رجعی کے بعد رجوع

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے 10-03-2003 کو اپنی بیوی کو ایک طلاق رجعی دی، پھر 25-03-2003 کو اس نے بذریعہ نوٹس طلاق سے رجوع کر لیا، آیا طلاق واقع ہوئی ہے یا نہیں؟ از روئے شرع طلاق سے رجوع درست ہے یا نہیں؟

فتاویٰ بھکھی شریف

السائل: محمد اشرف ولد محمد زراعت منڈی بہاؤالدین

الجواب منه الهداية والصواب

صورت مسؤلہ میں ایک طلاق رجعی واقع ہوئی ہے اور اس کے بعد عدت کے اندر اندر رجوع ثابت ہو گیا تو طلاق کا اثر ختم ہو گیا۔

اب وہ طلاق اس شمار میں آئے گی کہ پہلے اس مرد کو تین طلاقیں دینے کا حق تھا لیکن اب دو طلاقیں دینے کا حق رہ گیا ہے اور اگر اس کے بعد دو طلاقیں دے گا تو عورت مغلظہ ہو جائے گی۔

لیکن طلاق رجعی کی عدت ختم ہونے پر نکاح کا خاتمہ ہو جانے والا اثر ختم ہو گیا۔

رجوع کے بعد عورت بدستور سابق اس مرد کی بیوی ہے۔

ہدایہ میں ہے کہ:

وَإِذَا طَلَّقَ الرَّجُلُ امْرَأَته تَطْلِيْقَةً رَجْعِيَّةً أَوْ تَطْلِيْقَتَيْنِ فَلَه أَنْ يَّتَرَاجَعَا فِيْ عِدَّتِهَا رَضِيَتْ بِذَلِكَ أَوْ لَمْ تَرْضَ.

اور جب کوئی مرد اپنی بیوی کو ایک طلاق رجعی یا دو طلاقیں دے تو اس کو عدت میں رجوع کا حق حاصل ہے چاہے عورت اس رجوع پہ راضی ہو یا نہ راضی ہو۔[1]

قرآن مجید میں ہے کہ:

فَإِذَا بَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَأَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ أو فَارِقُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ

ترجمہ: تو جب وہ اپنی میعاد تک پہنچنے کو ہوں تو انہیں بھلائی کے ساتھ روک لو یا بھلائی کے ساتھ جدا کرو۔[2]

وَبُعُوْلَتُهُنَّ أَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ

ترجمہ: اور ان کے شوہروں کو اس مدت کے اندر ان کے پھیر لینے کا حق پہنچتا ہے۔[3]

فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ أَنْ يَّتَرَاجَعَآ

ترجمہ: تو ان دونوں پر گناہ نہیں کہ پھر آپس میں مل جائیں۔[4]

1- (ہدایہ، کتاب الطلاق، باب الرجعہ، ج: 2، ص: 405)
2- (سورہ: طلاق، آیت نمبر: 2)
3- (سورہ: بقرہ، آیت نمبر: 228)
4- (سورہ: بقرہ، آیت نمبر: 230)

لہٰذا رجوع صحیح ہے اور وہ بدستور سابق میاں بیوی ہیں۔

فقط

هذا ما عندي والله تعالى أعلم

وصلى الله تعالى على حبيبه محمد وآله وأصحابه وسلم

تو مجھ پر حرام ہے

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی بیوی کو آج سے تقریبا ڈیڑھ سال پہلے کہا تھا کہ تو میرے اوپر حرام ہے اور اس کے بعد کہا کہ اس گھر کی تمام اشیاء میرے اوپر حرام ہیں۔

ارشاد فرمائیں کہ طلاق ہو گئی یا نہیں؟ اگر تو طلاق ہوئی ہے تو کون سی طلاق واقع ہوئی ہے اور اس کا حل کیا ہے؟

السائل: محمد رفیق، خطیب: جامع مسجد حاجی شیخاں

الجواب منه الهداية والصواب

طلاق بائن واقع ہوئی، اس کا حل تجدید نکاح ہے اور باقی اشیاء کے متعلق یمین منعقد ہوئی اس کا حل قسم کا کفارہ ادا کرنا ہے۔

فقط

هذا ما عندي والله تعالى أعلم

وصلى الله تعالى على حبيبه محمد وآله وأصحابه وسلم

دو طلاقیں

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میاں بیوی کے مابین جھگڑا اور کشیدگی ہو گئی، میاں نے اپنی بیوی کو دو بار الفاظ طلاق کہہ دیئے، بیوی غم و غصہ کی حالت میں میکے چلی گئی، بوقت وقوع کوئی دوسرا آدمی پاس موجود نہیں تھا، مذکورہ نے میکے میں ناراضگی اور غصہ کی حالت میں کہا کہ اس کے خاوند نے تین بار الفاظ طلاق کہہ دیئے ہیں، لیکن جب اصل حالت سکون میں ہوئی تو اپنے خدا کو حاضر ناظر جان کر کہا کہ اس کے خاوند نے اس کو دو بار ہی الفاظ طلاق کہے ہیں۔

اب فریقین میں آبادی کی رغبت ہے، اگر خدا اور خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق دوبارہ آبادی کی گنجائش ہو تو مسئلہ سے آگاہ فرمائیں۔

السائل: حافظ غلام رسول، اسلام پورہ ملکوال

الجواب منه الهداية والصواب

اس تحریر کے مطابق دو رجعی طلاقیں ہو چکی ہیں اور عدت کے اندر اندر رجوع ممکن ہے اور آئندہ کسی وقت بھی ایک طلاق سے عورت مغلظہ ہو جائے گی۔

فقط

هذا ما عندي والله تعالى أعلم

وصلى الله تعالى على حبيبه محمد وآله وأصحابه وسلم

طلاق، طلاق، طلاق

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص محمد شفیع ولد غلام محمد، ضلع گجرات نے اپنی بیوی کو بوجہ نافرمانی طلاقیں دیں اور کہا کہ میں اپنی بیوی زاہدہ بیگم کو تین طلاقیں دیتا ہوں ''طلاق، طلاق، طلاق''۔

براہ کرم یہ مسئلہ قرآن و حدیث کی روشنی میں حل فرمائیں۔

السائل: صاحبزادہ عبد القیوم قادری

الجواب منہ الهداية والصواب

اس تحریر کے مطابق زاہدہ بیگم محمد شفیع پر حرمت غلیظہ سے حرام ہو چکی ہے، بعد از اختتام عدت کسی دوسری جگہ عقد ثانی کر سکتی ہے اور محمد شفیع اور زاہدہ کا آپس میں ازدواجی تعلق حلالہ شرعی کے بغیر ناممکن ہے۔

فقط

هذا ما عندي والله تعالى أعلم

وصلى الله تعالى على حبيبه محمد وآله وأصحابه وسلم

میری طرف سے تجھ کو طلاق

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی منکوحہ کو غصہ کی حالت میں یہ الفاظ کہے کہ تو مجھ پر حرام ہے، میری طرف سے تجھ کو طلاق، تو مجھ پر حرام ہے، تیسری مرتبہ تو مجھ پر حرام ہے، میری طرف سے تجھے طلاق۔

کیا شرعاً یہ طلاق بائن ہے یا مغلظہ؟

اگر طلاق بائن ہو تو عدت کے اندر وہی شخص نکاح کر سکتا ہے یا کہ نہیں؟

الجواب منه الهداية والصواب

''تو مجھ پر حرام ہے'' اس پہلے جملے سے ایک طلاق بائن ہو چکی ہے اور بعد کے دو مرتبہ کے الفاظ ''میری طرف سے تجھ کو طلاق'' سے دو طلاقیں اور ہو کر تین طلاقیں مکمل ہوئیں اور عورت مغلظہ ہو گئی، اب حلالہ شرعی کے بغیر ازدواجی تعلق نا ممکن ہے، اور ''تو مجھ پر حرام ہے'' والا دوسرا، تیسرا جملہ لغو ہے، ان سے کوئی طلاق نہ ہوئی۔

کنز میں ہے:

وَالصَّرِيْحُ يَلْحَقُ الصَّرِيْحَ وَالْبَائِنَ، وَالْبَائِنُ يَلْحَقُ الصَّرِيْحَ.

اور صریح لاحق ہوتی ہے صریح و بائن کے ساتھ، اور بائن صریح کے ساتھ لاحق ہوتی ہے۔[1]

طلاق کے لفظ سے دی ہوئی طلاق ہر حال میں ہو جاتی ہے اور دوسرے الفاظ سے دی ہوئی طلاق بائن اور بائن طلاق صرف صریح طلاق کے بعد ہوتی ہے۔

فقط

هذا ما عندي والله تعالى أعلم

وصلى الله تعالى على حبيبه محمد وآله وأصحابه وسلم

1- (البحر الرائق، کتاب الطلاق، باب: الکنایات فی الطلاق، ج: 9، ص: 381)

طلاق ثلاثہ کے بعد بغیر حلالہ نکاح و مجلس نکاح میں موجود افراد کا حکم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ:

1: ایک شخص مسمّٰی منشاء خان ولد لال خان نے اپنی منکوحہ بیوی شگفتہ کوثر دختر محمد عجائب کو طلاق ثلاثہ دے دی اور اپنے نفس پر حرام کر لی ہے۔ طلاق نامہ سے اس کا حکم شرعی واضح فرمائیں؟

2: طلاق ثلاثہ کے بعد بغیر حلالہ کیے اگر پھر منشاء خان ولد لال خان نکاح کرے تو نکاح خواں، گواہوں اور مجلس میں بیٹھنے والوں اور اس نکاح پر مطلع ہو کر اس پر رضامندی کا اظہار کرنے والوں کا حکم شرعی کیا ہے؟

3: اگر کوئی جان بوجھ کر اس کو حلال سمجھتے ہوئے شامل ہوا ہو تو اب اس کا شرعی حکم کیا ہے؟

السائل: رحمت علی ولد اللہ دتہ، ساکن: مونگ

الجواب منه الهداية والصواب

1: طلاق ثلاثہ کے بعد عورت اپنے خاوند پر حرمت غلیظہ سے ایسی حرام ہوئی کہ حلالہ شرعی کے بغیر ان کا ازدواجی تعلق بنانا ناجائز ہے۔

قرآن کریم میں ہے کہ:

فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَه مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَه،.

ترجمہ: پھر اگر تیسری طلاق اسے دی تواب وہ عورت اسے حلال نہ ہو گی جب تک دوسرے خاوند کے پاس نہ رہے۔[1]

2: حلالہ شرعی سے پہلے اس مرد کا اس عورت سے ازدواجی تعلق بنانا حرام قطعی ہے، اگر نکاح کیاتو محض باطل ہے جو کہ حقیقت میں نہ ہوا اور مرد و عورت اور مجلس میں شامل ہونے والوں پہ لازم ہے کہ سب اپنے کیے پر نادم ہو کر بارگاہ ایزدی میں توبہ و استغفار کریں اور مرد و عورت فوراًایک دوسرے سے علیحدگی بھی اختیار کریں۔

3: اس صریح حرام کو حلال جاننے والے کافر ہو گئے ان پر تجدید اسلام لازم ہے اور اگر بیویاں رکھتے ہیں اور آئندہ بھی رکھنا چاہتے ہیں تو تجدید نکاح بھی توبہ کے ساتھ لازم ہے۔

فقط

هذا ما عندي والله تعالى أعلم

وصلى الله تعالى على حبيبه محمد وآله وأصحابه وسلم

1- (سورہ: بقرہ، آیت نمبر:230)

تین طلاقیں اور رجوع

کیافرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ:

1: محمد اکرم نے ایک ہی وقت میں تین طلاقیں بذریعہ اشٹام دی ہیں، کیا یہ تینوں ایک دم واقع ہو سکتی ہیں یا نہیں؟

2: بغیر حلالہ کے وہ آدمی اس سے رجوع کر سکتا ہے یا کہ نہیں؟

3: اگر وہ آدمی رجوع کرنا چاہتا ہے تو کیا کرے؟

السائل: محمد اکرم

الجواب منه الهداية والصواب

جب کوئی آدمی اپنی بیوی کو ہوش و حواس کی سلامتی اور بعقل و بلوغ تین طلاقیں دے وہ ایک لفظ سے ہوں یا جدا جدا الفاظ سے، ایک طہر میں ہوں یا مختلف طہروں میں، ایک مجلس میں ہوں یا مختلف مجالس میں، واقع ہو جاتی ہیں۔

قرآن کریم کی آیات مقدسہ، احادیث مبارکہ، صحابہ کرام وعلمائے امت رحمہم اللہ سے یہی ثابت و منقول ہے اور غیر مقلدین کے امام ابن حزم نے بھی یہی کچھ ''المحلی'' کتاب میں بیان کیا ہے۔

وہابیہ کا امام ابن حزم اپنی کتاب میں لکھتا ہے کہ:

فَهَذَا يَقَعُ عَلَى الثَّلَاثِ مَجْمُوْعَةً وَمُفَرَّقَةً وَلَا يَجُوْزُ أَنْ يُخَصَّ بِهَذِهِ الْآيَةِ بَعْضُ ذَلِكَ دُوْنَ بَعْضٍ بِغَيْرِ نَصٍّ.

وَكَذَلِكَ قَوْلُه تَعَالَى: يأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا إذا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنَاتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمَسُّوْهُنَّ فَمَالَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا.عُمُوْمٌ لِإِبَاحَةِ الثَّلَاثِ وَالْاِثْنَيْنِ وَالْوَاحِدَةِ

پس تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں چاہے اکٹھی ہوں یا علیحدہ علیحدہ، اور یہ جائز نہیں کہ آیت کے بعض حصے کو بغیر نص کے مختص کر لیا جائے اور بعض کو نہیں۔

اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان: ''اے ایمان والو! جب تم مسلمان عورتوں سے نکاح کرو پھر انہیں بے ہاتھ لگائے چھوڑ دو تو تمہارے لیے کچھ نہیں جسے گنو''۔ یہ آیت کریمہ تین، دو اور ایک طلاق کی اباحت کے عموم پہ دلالت کرتی ہے۔[1]

تین اکھٹی دی ہوئی طلاقوں کے متعلق فتح القدیر میں ہے کہ:

وَذَهَبَ جُمْهُوْرُ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِيْنَ وَمَنْ بَعْدَهُمْ مِنْ أَئِمَّةِ الْمُسْلِمِيْنَ إِلى أَنَّهُ يَقَعُ ثَلَاثًا.

اور جمہور صحابہ و تابعین اور ان کے مابعد مسلمانوں کے آئمہ اس جانب گئے ہیں کہ بے شک اس (تین طلاقیں اکھٹی دینے) سے تین طلاقیں ہو جائیں گی۔[2]

امام نووی شرح صحیح مسلم میں لکھتے ہیں کہ:

فتاویٰ بھکھی شریف

1- (المحلی، ج:9، ص:394/البحوث العلمیہ، ج:1، ص:299)

2- (فتح القدیر، کتاب الطلاق، باب: طلاق السنہ، ج: 7. ص: 457)

مَنْ قَالَ لِامْرَأَتِه: أَنْتِ طَالِقٌ، ثَلَاثاً فَقَالَ الشَّافِعِيُّ وَمَالِكٌ وَأَبُوْ حَنِيْفَةَ وَأَحْمَدُ وَجَمَاهِيْرُ الْعُلَمَاءِ مِنَ السَّلَفِ وَالْخَلَفِ: يَقَعُ الثَّلَاثُ.

جس نے اپنی بیوی سے کہا کہ تجھے طلاق ہے، تین دفعہ، تو امام شافعی، امام مالک، امام ابو حنیفہ، امام احمد اور سلف و خلف سے جمہور علمائے کرام کہتے ہیں کہ تین ہی واقع ہوں گی۔[1]

قرآن کریم میں ہے کہ:

فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَه مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَه،.

ترجمہ: پھر اگر تیسری طلاق اسے دی تو اب وہ عورت اسے حلال نہ ہو گی جب تک دوسرے خاوند کے پاس نہ رہے۔[2]

فقط

هذا ما عندي والله تعالى أعلم

وصلى الله تعالى على حبيبه محمد وآله وأصحابه وسلم

1- (شرح نووی علی مسلم، کتاب الطلاق، باب: طلاق الثلاث، ج:10، ص:70)
2- (سورہ: بقرہ، آیت نمبر:230)

شوہر عدم طلاق اور بیوی وقوع طلاق کی قسم اٹھائے

فتاویٰ
بھکھی شریف

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ لڑکے کا بیان ہے کہ میں نے قرآن پاک پر ہاتھ رکھ کر قسم اٹھائی ہے کہ میں نے اپنی بیوی کو طلاق نہیں دی ہے، جبکہ بیوی کا بیان ہے کہ میں نے قرآن پاک پر ہاتھ رکھ کر قسم اٹھائی ہے کہ اس نے مجھے چار دفعہ بلکہ چار سے بھی زیادہ دفعہ طلاق دی ہے۔

گواہ صرف دو عورتیں ہیں اور ان دونوں عورتوں کا بیان ہے کہ لڑکے نے طلاق نہیں دی ہے۔

اس کا شرعی حکم کیا ہے؟

الجواب منه الهداية والصواب

صرف دو عورتوں کی گواہی اس معاملہ میں کفایت نہیں کرتی، اس لیے غیر معتبر ہے۔

قرآن کریم میں ہے کہ:

فَاِنْ لَّمْ یَكُوْنَا رَجُلَیْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتٰنِ

ترجمہ: پھر اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں (گواہی دیں)۔ [1]

1- (سورہ: البقرہ، آیت نمبر: 282)

باقی رہی لڑکے اور لڑکی دونوں کی قسموں کی بات تو ان میں سے کسی ایک کو جب شریعت پاک جھوٹا اور کاذب قرار نہ دے ہمیں کسی کے حلف کو جھوٹا قرار دینا جائز نہیں ہے اور از روئے شرع کسی کو کاذب نہیں کہا جا سکتا، تو لڑکے کو سچا تصور کرتے ہوئے لڑکی کو کسی دوسری جگہ نکاح کرنے کی اجازت نہیں ہو سکتی اور لڑکی کو سچا تصور کرتے ہوئے اس کے لیے حلالہ شرعی کے بغیر اپنے خاوند کے گھر میں بیوی کی حیثیت سے رہنا حرام ہے۔

قرآن کریم میں لعان کا مسئلہ مفصلاً مذکور ہے کہ مرد اپنی بیوی کو زنا کی تہمت لگائے اور گواہوں سے ثابت نہ کر سکے اور عورت زنا کا اقرار نہ کرے اور خاوند کو تہمت کی سزا دلوانے کا ارادہ کرے اور اسے جھوٹا قرار دے تو ان کے متعلق قرآن کریم نے فرمایا کہ دونوں سے قسم لی جائے۔ اگر دونوں قسمیں کھائیں تو ان کو سچا تصور کرتے ہوئے نہ مرد کو تہمت لگانے کی سزا دی جائے گی اور نہ عورت کو زنا کی اور پھر ان کے نکاح کو توڑ دیا جائے گا۔

فقط

هذا ما عندي والله تعالى أعلم

وصلى الله تعالى على حبيبه محمد وآله وأصحابه وسلم

طلاق رجعی کا ایک مسئلہ

فتاویٰ
بھکھی شریف

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو ایک طلاق دی، اس کے بعد اس کو یونین کونسل میں طلب کیا گیا لیکن وہ حاضر نہ ہوا، جب آیا تو اس نے کہا کہ میری بیوی ہے۔

اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ نوٹس طلاق (لف شدہ) کے مطابق آیا مذکورہ بیوی دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے یا نہیں؟ کون سی طلاق واقع ہوئی ہے؟ پہلی طلاق کو تقریباً چھ ماہ کا عرصہ گزر گیا ہے۔

''شگفتہ تبسم ولد محمد حنیف کو باقاعدہ پہلی طلاق 10-03-2000 دیتا ہوں، یہ فیصلہ میں اپنے ہوش و حواس کے ساتھ اور باقاعدہ اچھی طرح سوچنے کے بعد کر رہا ہوں اور یہ فیصلہ کرنے کے لیے نہ مجھے کسی نے دبایا ہے اور نہ ہی کسی اور کا اس میں دخل ہے، یہ فیصلہ میرا ذاتی فیصلہ ہے''۔

السائل: محمد شفیق ولد محمد حنیف، ساکن: جہلم

الجواب منه الهداية والصواب

سوال میں درج شدہ بیان اور اس کے ساتھ منسلک طلاق نامہ کے مطابق ایک رجعی طلاق واقع ہوئی، اگر عدت کے اندر رجوع کر لیا گیا تو نکاح باقی ہے اور اگر اب تک عدت ختم نہ ہوئی ہو تو اب بھی رجوع کیا جا سکتا ہے۔

اگر عدت ختم ہو چکی ہے اور رجوع نہ کیا گیا تو اختتام عدت کے ساتھ ہی وہ بائن طلاق بن گئی اور لڑکی از روئے شرع دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے۔

فقط

هذا ما عندي والله تعالى أعلم

وصلى الله تعالى على حبيبه محمد وآله وأصحابه وسلم
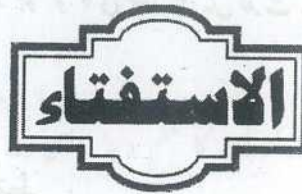
تین بار طلاق، طلاق، طلاق

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ محمد داد ولد غلام رسول رو برو گواہان جاوید اقبال، غلام رسول، ظہور حسین، طاہرہ پروین اور دلشاد بیگم اپنی بیوی آسیہ بانو دختر محمد زمان کو با قائم ہوش و حواس تین بار طلاق، طلاق، طلاق دی ہے۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ کونسی طلاق واقع ہوئی؟ اور اس کا شرعی حکم کیا ہے؟

السائل: شاہد محمود، ساکن: میرپور آزاد کشمیر

الجواب منه الهداية والصواب

اگر میاں بیوی آپس میں اکھٹے رہ رہے ہیں یعنی اگر خاوند نے بیوی سے جماع کیا ہے تو تین طلاقیں واقع ہو چکی ہیں اور عورت مرد پر ایسی حرام ہوئی کہ حلالہ شرعی کے بغیر ان کا ازدواجی تعلق بنانا از روئے شریعت محال و ناممکن ہے۔

اگر رخصتی نہ ہوئی اور انہوں نے آپس میں جماع نہ کیا تو ایک طلاق بائن ہوئی، باقی لفظوں کا کوئی اثر نہ ہو گا اور ایسی صورت میں بغیر حلالہ شرعی اس سے نکاح ہو سکتا ہے۔

فتاوی بھکھی شریف

اور کسی دوسرے مرد سے نکاح کرنا ہو تو پہلی صورت میں عدت کے بعد اور دوسری صورت میں جب چاہے کر سکتی ہے۔

فقط

هذا ما عندي والله تعالى أعلم

وصلى الله تعالى على حبيبه محمد وآله وأصحابه وسلم

تین علیحدہ علیحدہ صفحات پر لکھی ہوئی طلاق کا حکم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سجاد حسین شاہ ولد افضل شاہ نے ایک طلاق لکھی اور پھر اسی تحریر نامے کو تین ورقوں پر علیحدہ علیحدہ لکھا اور پھر ورق پر علیحدہ علیحدہ دستخط کیے؟

السائل: سجاد شاہ، ساکن: مصریہ

الجواب منه الهداية والصواب

تین ورقوں پر علیحدہ علیحدہ لکھی ہوئی یا لکھوائی ہوئی تحریر جدا جدا ایک مستقل طلاق متصور ہو گی۔

خود لکھنا یا کسی کو عبارت بتا کر لکھنے کا حکم دینا یا کسی کے لکھے ہوئے کو پڑھ کر یا سن کر یا سمجھ کر اس پر دستخط کرنا ایک ہی حکم رکھتا ہے اور تحریر اور زبانی کہنا بھی ضرورت کے وقت ایک ہی حکم رکھتا ہے۔

بحر الرائق میں ہے کہ:

لَوْ قَالَ اِحْمَلْ اِلَيْهَا طَلَاقَهَا أَوْ أُكْتُبْ اِلَى امْرَأَتِىْ اَنَّهَا طَالِقٌ طُلِّقَتْ.

اگر مرد نے کسی سے کہا کہ میری بیوی کو طلاق پہنچا دے یا میری عورت کی طرف طلاق لکھ کہ وہ طلاق شدہ ہے (تو طلاق ہو جائے گی)۔[1]

اشباہ میں ہے کہ:

اَلتَّأسِيْسُ خَيْرٌ مِنَ التَّأْكِيْدِ فَإِذَا دَارَ اللَّفْظُ بَيْنَهُمَا تَعَيَّنَ الْحَمْلُ عَلَى التَّأْسِيْسِ

کلام کو تاکید نہ بنانا اور ہر بات کو مستقلاً تصور کرنا زیادہ بہتر ہو گا اور جب لفظ سے دونوں صورتیں (تاکید و تاسیس) بن سکتی ہوں تو غیر تاکید لازم ہے۔[2]

ردالمحتار میں ہے کہ:

كَرَّرَ لَفْظَ الطَّلَاقِ وَقَعَ الْكُلُّ وَإِنْ نَوَى التَّأْكِيْدَ .

(اگر مرد) لفظ طلاق کا تکرار کرے تو ہر ایک جملہ سے ایک طلاق متصور ہو گی، اگرچہ وہ طلاق میں تاکید کی نیت کرے۔[3]

اسی طرح لکھ دیا یا کسی سے لکھوا دیا یا کسی کا لکھا ہوا پڑھ کر یا سمجھ کر دستخط کر دیئے تو اس سے علیحدہ علیحدہ طلاق متصور ہو گی۔

1- (بحر الرائق، کتاب الطلاق، باب: الفاظ الطلاق، ج: 9، ص: 165)

2- (الاشباہ و النظائر، باب: تنبیہ التاسیس خیر من التاکید وما تفرع عنہ، ج: 1، ص: 176)

3- (ردالمحتار، کتاب الطلاق، مطلب: الطلاق یقع بعدد، ج: 11، ص: 154)

لہٰذا اس کے مطابق سوال میں درج تین ورقوں کے ہر مضمون سے ایک ایک

طلاق ہوئی اور عورت مغلظہ ہو گئی جو کہ حلالہ شرعی کے بغیر طلاق دہندہ کے ساتھ

دوبارہ ازدواجی تعلق نہیں بنا سکتی اور عدت گزرنے پر دوسرے مرد کے ساتھ نکاح

کر سکتی ہے۔

فقط

هذا ما عندي والله تعالى أعلم

وصلى الله تعالى على حبيبه محمد وآله وأصحابه وسلم

رجوع کا مسئلہ والفاظ رجوع

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو صریح الفاظ

کے ساتھ ایک طلاق دی، کیا وہ بغیر نکاح کے رجوع کر سکتا ہے؟

السائل: علی احمد آرائیں، ساکن: چک نمبر 3

الجواب منه الهداية والصواب

اس شخص کے لیے عدت کے اندر ''میں نے تجھ سے رجوع کیا''، بیوی قریب نہ ہو تو ''میں نے اپنی بیوی سے رجوع کیا''، یا زوجہ کا نام لیکر ''میں نے فلاں بنت فلاں سے رجوع کیا'' کہہ دینا کافی ہے۔

یہ الفاظ بولنے سے وہ پہلے کی طرح میاں بیوی ہیں لیکن آئندہ اگر دو بار طلاق دے دی تو پھر حلالہ شرعی کے بغیر آپس میں ازدواجی تعلق بنانا ممکن نہ ہو گا۔

ہدایہ میں ہے کہ:

وَاِذَا طَلَّقَ الرَّجُلُ امْرَأَتَه تَطْلِيْقَةً رَجْعِيَّةً أَوْ تَطْلِيْقَتَيْنِ فَلَه أَنْ يَّتَرَاجَعَا فِيْ عِدَّتِهَا رَضِيَتْ بِذَلِكَ أَوْ لَمْ تَرْضَ.

اور جب کوئی مرد اپنی بیوی کو ایک طلاق رجعی یا دو طلاقیں دے تو اس کو عدت میں رجوع کا حق حاصل ہے چاہے عورت اس رجوع پہ راضی ہو یا نہ ہو۔[1]

قرآن مجید میں ہے کہ:

فَاِذَا بَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَأَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ او فَارِقُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ

ترجمہ: تو جب وہ اپنی میعاد تک پہنچنے کو ہوں تو انہیں بھلائی کے ساتھ روک لو یا بھلائی کے ساتھ جدا کرو۔[2]

ہدایہ میں ہی ہے کہ:

1- (ہدایہ، کتاب الطلاق، باب الرجعہ، ج: 2، ص: 405)

2- (سورہ: طلاق، آیت نمبر: 2)

وَالرَّجْعَةُ أَنْ يَّقُوْلَ رَاجَعْتُكِ أَوْ رَاجَعْتُ امْرَأَتِيْ.

اور رجوع یہ ہے کہ مرد کہے: میں نے تجھ سے رجوع کیا یا میں نے اپنی بیوی سے رجوع کیا۔[1]

فقط

هذا ما عندي والله تعالى أعلم

وصلى الله تعالى على حبيبه محمد وآله وأصحابه وسلم

طلاق مغلظہ کے بعد بیوی کے ساتھ رہنے کا حکم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے کر مغلظہ کر دیا لیکن بعد میں اس بیوی کو ساتھ لے کر والدین کے ساتھ رہنا شروع کر دیا تو والدین نے کہا کہ یہ نہیں ہو گا۔

تو زید اپنی بیوی کو لیکر دوسرے گاؤں چلا گیا، وہاں جا کر گزر اوقات کرتا رہا، اب کچھ عرصے سے زید نے اپنی مطلقہ بیوی کو اپنے والدین کے گھر بھیج دیا ہے اور

1- (ہدایہ، کتاب الطلاق، باب الرجعہ، ج: 2، ص: 405)

اس نے خود واپس اپنے والدین سے قرآن مجید کا واسطہ دے کر معافی مانگی ہے کہ میں نے بیوی کو اپنے والدین کے پاس واپس بھیج دیا ہے، خدارا تم مجھ سے راضی ہو جاؤ اور قرآن مجید بھی والد کی جھولی میں رکھ دیا۔ تو والد نے کہا کہ چلو میں تم سے راضی ہوں۔

اب عند الشرع سوال یہ ہے کہ طلاق کے بعد زید نے جو مذکورہ کو بیوی بنائے رکھا تو اس کے لیے کیا حکم ہے؟ اور والد کے لیے کہ جس نے قرآن مجید جھولی میں رکھنے کے بعد صلح کی، کوئی کفارہ ہے یا معافی؟

الجواب منه الهداية والصواب

زید کے والد نے اچھا کیا کہ بیٹے کو حکم شریعت ماننے پر مجبور کرنے کی کوشش کی اور بیٹا جب حکم شرعی پر عمل کرنے کی طرف لوٹ آیا اور اس نے والدین کی نافرمانی کے گناہ سے اجتناب کرنے کے لیے اور والدین کی رضا حاصل کرنے کے لیے ان سے معافی مانگ لی اور والد نے معاف کر دیا تو یہ بھی دونوں نے اچھا عمل کیا۔

البتہ بیٹا جب تک اس عورت کو اپنے پاس بیوی کی حیثیت سے رکھ کر خاوند بیوی والا سلوک کرتا رہا وہ سب گناہ اور زنا ہے، لہٰذا اس کے لیے توبہ کرنا لازم ہے اور توبہ کی قبولیت کے لیے اس سے پہلے نیک کام کرنا یا صدقہ کرنا بہتر ہے۔

قرآن مجید میں ہے کہ:

وَاِنْ طَآئِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَیْنَهُمَا فَاِنْ بَغَتْ اِحْدٰاهُمَا عَلَی الْاُخْرٰی فَقَاتِلُوا الَّتِیْ تَبْغِیْ حَتّٰی تَفِیْءَ اِلٰی اَمْرِ اللّٰهِ فَاِنْ فَآءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَیْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَاَقْسِطُوْا اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ

ترجمہ: اور اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑیں تو ان میں صلح کراؤ پھر اگر (کوئی) ایک دوسرے پر زیادتی کرے تو اس زیادتی والے سے لڑو یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف پلٹ آئے تو اضافی انصاف کے ساتھ ان میں صلح کردو اور عدل کرو بے شک عدل والے اللہ کو پیارے ہیں۔[1]

فتاویٰ بلگمی شریف

فقط

هذا ما عندي والله تعالى أعلم

وصلى الله تعالى على حبيبه محمد وآله وأصحابه وسلم

1- (سورہ: حجرات، آیت نمبر: 10)

میں نے تیری بہن کو طلاق دی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ لڑکی کے کزن اور خاوند میں جھگڑا ہو گیا اور اس دوران خاوند نے کزن سے کہا کہ میں نے تیری بہن کو طلاق دی، یہ الفاظ اس نے تین، چار مرتبہ کہے۔

فتاویٰ بھکھی شریف

تفصیل سے اور عربی عبارات کے حوالوں کے ساتھ جواب دیں۔

السائل: محمد افضل گوندل، ساکن: شفقت آباد، منڈی بہاؤ الدین

الجواب منه الهداية والصواب

صورت مسؤلہ میں جھگڑا کرنے والے نے کزن کی بہن سے اپنی بیوی مراد لی ہے تو اس کی بیوی کو طلاق مغلظہ ہو چکی ہے اور اب عدت کے بعد عورت دوسری جگہ عقد ثانی کر سکتی ہے۔ اگر آپس میں ازدواجی تعلق دوبارہ بنانا چاہیں تو حلالہ شرعی کے بغیر از روئے شرع ممکن نہیں ہے۔

قرآن مجید میں ہے کہ:

فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَه مِنْ بَعْدُ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَه۔

ترجمہ: پھر اگر تیسری طلاق اسے دی تو اب وہ عورت اسے حلال نہ ہو گی جب تک دوسرے خاوند کے پاس نہ رہے۔[1]

1- (سورہ: بقرہ، آیت نمبر:230)

ردالمحتار میں ہے کہ:

كَرَّرَ لَفْظَ الطَّلَاقِ وَقَعَ الْكُلُّ وَاِنْ نَوَى التَّاْكِيْدَ .

(اگر مرد) لفظ طلاق کا تکرار کرے تو ہر ایک جملہ سے ایک طلاق متصور ہو گی، اگرچہ وہ طلاق میں تاکید کی نیت کرے۔[1]

تو اس طرح تین طلاقیں واقع ہو گئی ہیں اور عورت مغلظہ ہو گئی ہے۔

فقط

هذا ما عندي والله تعالى أعلم

وصلى الله تعالى على حبيبه محمد وآله وأصحابه وسلم

جا میں نے تجھے فارغ کیا

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک آدمی نے اپنی منکوحہ کو کہا کہ ''جا میں نے تجھے فارغ کیا'' اور بقول اس کی بیوی اور دو عورتوں کے ایک بار لفظ طلاق بھی بولا۔

1- (ردالمحتار، کتاب الطلاق، مطلب: الطلاق یقع بعدد، ج: 11، ص: 154)

کیا اس صورت میں طلاق واقع ہو گئی یا نہیں؟، اگر واقع ہوئی تو کونسی ہوئی؟، اب اس لڑکی کا اس گھر میں رہنا کیسا ہے؟، دوبارہ نکاح کی کیا صورت ہے؟

وضاحت فرمائیں۔

الجواب منه الهداية والصواب

اگر تو لفظ "طلاق" کلمہ "جا میں نے تجھے فارغ کیا" سے پہلے بولا جانا ثابت ہو جائے جو کہ صرف مرد کے اقرار سے ثابت ہو سکتا ہے، اس کے لیے بیوی کا دعوی یا صرف دو عورتوں کی گواہی کافی نہیں، تو دو طلاقیں بائن ہوئی ہیں کہ لفظ ''طلاق'' سے ایک رجعی اور لفظ ''جا میں نے تجھے فارغ کیا'' سے بائن اور اس کے لیے نیت کی حاجت نہیں کیونکہ مذاکرہ طلاق کی صورت بن گئی ہے۔

اور اگر بعد میں بولا جانا ثابت ہو جائے تو اس سے ایک طلاق رجعی ہوئی ہے، جبکہ ''جا میں نے تجھے فارغ کیا'' کو بولتے وقت طلاق کی نیت دریافت کی جائے گی، اگر نیت پائی گئی تو پھر بھی دو بائن طلاقیں ہوں گی، پہلی بائن سے رجعی مکرر بھی بائن ہو گی۔

ان دونوں صورتوں میں اس سے پہلے کبھی ایک طلاق دی تھی تو اب عورت مغلظہ ہو گئی ہے، ورنہ آئندہ کبھی ایک طلاق دے گا تو عورت مغلظہ ہو جائے گی۔

اور مغلظہ عورت کا حکم قرآن مجید میں ہے کہ:

فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَه مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَه،.

ترجمہ: پھر اگر تیسری طلاق اسے دی تو اب وہ عورت اسے حلال نہ ہو گی جب تک دوسرے خاوند کے پاس نہ رہے۔[1]

اور اگر عورت مغلظہ نہ ہو تو عدت کے اندر یا عدت ختم ہونے کے بعد اس مرد (اپنے خاوند) سے نکاح ہو سکتا ہے اور کسی دوسرے مرد سے نکاح عدت ختم ہونے پر ہو سکتا ہے، عدت ختم ہونے سے پہلے نہیں۔

اگر لفظ ''طلاق'' کا بولنا ثابت نہ ہو تو پھر اس سے نیت پوچھیں گے، اگر کسی ایک لفظ کے کہنے پر نیت ہونے کا بیان کرے یا سبھی میں تو ایک طلاق بائن ہو گی اور اس میں بھی نکاح کرنا لازم ہو گا۔

اگر نیت نہ ہونے کا بیان کرے تو اس سے قسم لیں گے، اگر قسم دے دے تو کوئی طلاق نہیں، جھوٹی قسم دے تو وبال اس پر ہو گا۔

فقط

هذا ما عندي والله تعالى أعلم

وصلى الله تعالى على حبيبه محمد وآله وأصحابه وسلم

1- (سورہ: بقرہ، آیت نمبر: 230)

مطالبہ طلاق کے جواب میں ''دے دی'' کے الفاظ

فتاویٰ بھکھی شریف

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسمّی خالد محمود نے کسی گھریلو جھگڑے پر اپنی بیوی کو تھپڑ مارا تو بیوی نے غصہ میں آکر کہا کہ میں تیرے ساتھ نہیں رہنا چاہتی، لہٰذا مجھے طلاق دو۔ تو خالد محمود نے کہا کہ دے دی۔ بیوی نے دوبارہ طلاق مانگی تو خالد محمود نے کہا دے دی۔ یعنی دو مرتبہ یہ کہا گیا کہ دے دی۔

آیا اس سے طلاق ہوئی یا نہیں؟ اگر ہوئی تو رجعی ہے، بائن ہے یا مغلظہ؟ اگر طلاق رجعی ہے تو اس کی عدت کتنی ہے؟ جب کہ بیوی ڈیڑھ ماہ کی حاملہ تھی اور جھگڑے کے بعد ایک ماہ تک وہ خاوند کے پاس بھی رہی اور میاں بیوی نے اس ماہ کے دوران ہم بستری بھی کی ہے۔ اب جبکہ لڑکی کے والدین کو پتہ چلا کہ ہماری بیٹی کو دو مرتبہ طلاق دی گئی ہے تو وہ اسے زبردستی اپنے ساتھ لے گئے۔

برائے مہربانی قرآن وسنت کی روشنی میں اس مسئلہ کا حل فرمائیں کہ خالد محمود اسے اپنے گھر رکھ سکتا ہے یا کہ نہیں؟ اگر رکھ سکتا ہے تو دوبارہ نکاح کرنا پڑے گا یا بغیر نکاح بھی رکھ سکتا ہے؟

ان تمام باتوں کا جواب دے کر عند اللہ ماجور ہوں۔

السائل: خالد محمود، ساکن: سرگودھا

الجواب منه الهداية والصواب

صورت مسئولہ میں دو رجعی طلاقیں ہوئی ہیں، اگر اس سے پہلے کبھی طلاق نہ دی گئی تو عدت کے اندر اندر رجوع ہو سکتا ہے، اگرچہ عورت کی رضا نہ ہو اور وہ چونکہ حاملہ تھی اور ایک ماہ طلاق کے بعد بھی خاوند کے گھر رہی اور اس وقت میں خاوند نے اس سے جماع بھی کیا تو یہ عملی طور پر رجوع ہو گیا، لہٰذا وہ بدستور سابق خالد محمود کی بیوی ہے مگر آئندہ کبھی ایک طلاق دی گئی تو وہ مغلظہ ہو جائے گی اور حلالہ شرعی کے بغیر ان کا ازدواجی تعلق ممکن نہ ہو گا۔

فتاویٰ بھکھی شریف

قرآن مجید میں ہے کہ:

فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ او فَارِقُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ

ترجمہ: تو جب وہ اپنی میعاد تک پہنچنے کو ہوں تو انہیں بھلائی کے ساتھ روک لو یا بھلائی کے ساتھ جدا کرو۔[1]

بحر الرائق میں ہے کہ:

وَقَوْلُه تَعَالى: (وَبُعُوْلَتُهُنَّ أَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ) يَدُلُّ عَلَى عَدَمِ اشْتِرَاطِ رِضَاهَا وَعَلَى اشْتِرَاطِ الْعِدَّةِ .

1- (سورہ: طلاق، آیت نمبر: 2)

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان کہ (اور ان کے شوہروں کو اس مدت کے اندر ان کے پھیر لینے کا حق پہنچتا ہے) سے دو باتیں ثابت ہوئیں:

1: رجوع میں عورت کی رضا شرط نہیں، اس کے بغیر بھی رجوع صحیح ہے۔

2: رجوع صرف رجعی طلاق میں عدت کے اندر ہو سکتا ہے اس کے بعد نہیں۔(1)

عورت اگر حاملہ ہو تو عدت وضع حمل ہوتی ہے، قرآن مجید میں ہے کہ:

وَأُولَاتُ الْأَحْمَالِ أَجَلُهُنَّ أَنْ يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ

ترجمہ: اور حاملہ عورتوں کی میعاد یہ ہے کہ وہ اپنا حمل جن لیں۔(2)

تو معلوم ہوا کہ حاملہ عورت کی عدت وضع حمل ہے۔

طلاق کے بعد جماع کرنے سے رجوع ہو گیا۔

بحر الرائق میں ہے کہ:

أَنَّ كُلَّ فِعْلٍ أَوْجَبَ حُرْمَةَ الْمُصَاهَرَةِ فَإِنَّ الرَّجْعَةَ تَصِحُّ بِه .

بے شک ہر وہ فعل جو سسرالی رشتوں کی حرمت کو لازم کرے اس سے رجوع صحیح ہے۔

پھر فرمایا:

1- (بحر الرائق، کتاب الطلاق، باب الرجعہ، ج: 10، ص: 210)

2- (سورہ: طلاق، آیت نمبر: 4)

فَدَخَلَ فِيْهَا: اَلْوَطْئُ وَالتَّقْبِيْلُ بِشَهْوَةٍ عَلَى أَىِّ مَوْضِعٍ .

عورت سے جماع کرنا یا عورت کے کسی مقام کا شہوت کے ساتھ بوسہ لینا بھی (رجوع کی صورتوں میں) داخل ہے۔[1]

اور طلاق مانگنے پر ''دے دی'' کہنے سے طلاق ہو جاتی ہے۔

فتاوی عالمگیری میں ہے کہ:

وَلَوْ قَالَتْ لِزَوْجِهَا طَلِّقْنِىْ ثَلَاثًا فَأَرَادَ أَنْ يُطَلِّقَهَا فَأَخَذَ اِنْسَانٌ فَمَه فَلَمَّا رَفَعَ يَدَه قَالَ: "دَادَمْ" فَاِنَّهَا تُطَلَّقُ ثَلَاثًا .

اور اگر عورت اپنے خاوند سے کہے تو مجھے تین طلاقیں دے، مرد نے اسے طلاق دینے کا ارادہ کیا تو کسی دوسرے انسان نے اس کا منہ پکڑ لیا لیکن جب اس نے مرد کے منہ سے ہاتھ اٹھایا تو مرد نے کہا کہ: ''میں نے دے دی''، تو اس سے تین طلاقیں ہو گئیں۔[2]

یعنی یہ لفظ عورت کے کلام کا مکمل جواب ہو گا۔

فقط

هذا ما عندي والله تعالى أعلم

وصلى الله تعالى على حبيبه محمد وآله وأصحابه وسلم

1- (بحر الرائق، کتاب الطلاق، باب الرجعہ، ج: 10، ص: 213)

2- (فتاوی عالمگیریہ، کتاب الطلاق، الفصل الاول: فی الطلاق الصریح، ج: 8، ص: 176)

مغلظہ سے وطی کا حکم

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص مسمٰی سید زبیر شاہ نے روبرو گواہوں کے اپنی بیوی کو تین دفعہ کہا کہ تجھ کو میری طرف سے طلاق ہے، طلاق ہے، طلاق ہے۔ اس کے بعد تقریباً تین ماہ اس عورت کو اپنے گھر میں رکھا ہے اور زبردستی اس کے ساتھ جماع بھی کیا ہے۔

اب مطلوب امر یہ ہے کہ اس زیادتی کی سزا کیا ہے اور ایسا کرنے والا شخص کس حکم میں ہے؟

فتاویٰ بھکھی شریف

السائل: سید ریاض حسین شاہ، ساکن: ڈھلکے کلاں، حافظ آباد

الجواب منه الهداية والصواب

اگر حلال سمجھ کر وطی کی تو اسے حد نہیں لگائی جائے گی، ورنہ حد کا مستحق ہے کہ اسے سنگسار کیا جائے۔

ہدایہ میں ہے کہ:

(وَمَنْ طَلَّقَ امْرَأَتَه ثَلَاثاً ثُمَّ وَطِيَهَا فِيْ الْعِدَّةِ وَقَالَ: عَلِمْتُ اَنَّهَا عَلَيَّ حَرَامٌ حُدَّ) لِزَوَالِ مِلْكِ الْمَحَلِّ مِنْ كُلِّ وَجْهٍ فَتَكُوْنُ الشُّبْهَةُ مُنْتَفِيَةً وَقَدْ نَطَقَ الْكِتَابُ بِانْتِفَاءِ الحَلِّ وَعَلَى ذٰلِكَ الْاِجْمَاعُ وَلَا يُعْتَبَرُ قَوْلُ الْمُخَالِفِ فِيْهِ لِاَنَّه خِلَافٌ لَا اخْتِلَافَ وَلَوْ قَالَ: ظَنَنْتُ اَنَّهَا تَحِلُّ لِيْ لَا يُحَدُّ .

(اور جس نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دی پھر عدت میں ہی اس سے وطی کر لی حالانکہ وہ کہتا ہے کہ میں جانتا تھا کہ یہ مجھ پر حرام ہے، تو اس پر حد لگائی جائے گی) ہر طرح سے وطی کرنے والے کی ملکیت کے ختم ہونے کے پیش نظر، تو پس شبہہ ختم ہو گیا اور حلت کے انتفاء کے بارے میں قرآن بھی ناطق ہے اور اس انتفاء پر اجماع بھی ہے، اور اس معاملہ میں مخالف کا قول معتبر نہیں ہو گا کیونکہ وہ (قول صحیح کے) خلاف ہے، اس (قول مخالف کو قبول نہ کرنے) میں کوئی اختلاف نہیں، اور اگر مرد نے کہا کہ میں نے گمان کیا تھا کہ وہ میرے لیے حلال ہے تو اس صورت میں حد نہیں لگائی جائے گی۔[1]

اور شادی شدہ زانی کی سزا رجم ہے۔

فقط

هذا ما عندي والله تعالى أعلم

وصلى الله تعالى على حبيبه محمد وآله وأصحابه وسلم

1- (ہدایہ، کتاب الحدود، باب: الوطی الذی یوجب الحد والذی لایوجبہ، ج: 2، ص: 506)

حالت حمل میں طلاق دینے کا مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت کو حمل کی حالت میں طلاق دی جاسکتی ہے یا کہ نہیں؟

السائل: محمد انار ولد کتب دین، منڈی بہاؤالدین

الجواب منه الهداية والصواب

عاقل بالغ خاوند اپنی منکوحہ کو طلاق دے تو عورت جس حالت میں ہو اسے طلاق ہو جاتی ہے، اس میں صغیرہ، کبیرہ، حائضہ، طاہرہ، حاملہ اور غیر حاملہ کا کوئی فرق نہیں ہے، البتہ عدت میں فرق ہوتا ہے۔

قرآن مجید میں ہے کہ:

وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوْءٍ

ترجمہ: اور طلاق والیاں اپنی جانوں کو روکے رہیں تین حیض تک۔[1]

دوسرے مقام پہ ہے کہ:

1- (سورہ: بقرہ، آیت نمبر: 228)

وَالّٰئِیْ یَئِسْنَ مِنَ الْمَحِیْضِ مِنْ نساءکُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُھُنَّ ثَلاثَةُ اَشْھُرٍ وَّالّٰئِیْ لَمْ یَحِضْنَ وَأُولَاتُ الْأَحْمَالِ أَجَلُهُنَّ أَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ

ترجمہ: اور تمہاری عورتوں میں جنہیں حیض کی امید نہ رہی اگر تمہیں کچھ شک ہو تو ان کی عدت تین مہینے ہے اور ان کی (بھی) جنہیں ابھی حیض نہ آیا اور حاملہ عورتوں کی میعاد یہ ہے کہ وہ اپنا حمل جن لیں۔[1]

اس آیت میں بیان ہے کہ غیر حاملہ بالغہ کی عدت تین حیض، حاملہ کی وضع حمل اور بوڑھی و بچی کی تین ماہ ہے۔

فقط

هذا ما عندي والله تعالى أعلم

وصلى الله تعالى على حبيبه محمد وآله وأصحابه وسلم

1- (سورہ: طلاق، آیت نمبر: 4)

میں اپنی بیوی کو طلاق کا نوٹس دیتا ہوں

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ آدمی لکھ دیتا ہے کہ میں اپنی بیوی کو طلاق کا نوٹس دیتا ہوں، اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

السائل: مرزا یوسف، ساکن: منشی محلہ، منڈی بہاؤالدین

الجواب منه الهداية والصواب

اس سے ایک رجعی طلاق واقع ہوتی ہے کیونکہ اس کا معنی یہ ہے کہ میں اپنی طرف سے دی ہوئی طلاق کی اپنی بیوی کو اطلاع دیتا ہوں۔

لہٰذا عدت کے اندر عورت کی مرضی کے بغیر بھی مرد کو رجوع کا حق حاصل ہے اور عدت کے بعد ازدواجی تعلق قائم کرنے کے لیے تجدید نکاح چاہیے۔

فقط

هذا ما عندي والله تعالى أعلم

وصلى الله تعالى على حبيبه محمد وآله وأصحابه وسلم

طلاق ثلاثہ دے دی ہے

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک آدمی اپنی بیوی کو تحریری طور پر طلاق دیتا ہے، طلاق نامہ میں اس کی تحریر یہ ہے کہ: اب من مقر نے مسماۃ مذکورہ کو طلاق ثلاثہ دے دی ہے۔

اور لفظ ''طلاق'' تین بار دہراتا ہے، من مقر کا مسماۃ مذکورہ کے ساتھ کوئی تعلق نہیں رہا ہے، اس قسم کی تین تحریریں ایک ہی وقت میں طلاق دہندہ نے لکھوا دی ہیں، از روئے شرع مرد و عورت کے لیے کیا حکم ہے؟

السائل: منظور احمد بٹ، ساکن: بھکھی شریف

الجواب منه الهداية والصواب

مرد و عورت کا ازدواجی تعلق ختم ہو چکا ہے اور آئندہ ازدواجی تعلق قائم کرنا چاہیں تو حلالہ شرعی کے بغیر ممکن نہیں ہے۔

قرآن کریم میں ہے کہ:

فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَه مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَه،

ترجمہ: پھر اگر تیسری طلاق اسے دی تو اب وہ عورت اسے حلال نہ ہو گی جب تک دوسرے خاوند کے پاس نہ رہے۔[1]

یعنی اس (دوسرے مرد) کے نکاح سے فارغ ہو کر عدت ختم ہونے کے بعد پہلے مرد کے لیے حلال ہو گی۔

طلاقیں ایک لفظ سے یا جدا جدا الفاظ سے، ایک مجلس میں یا مختلف مجالس میں دی جائیں، وہ ہو جاتی ہیں اور جب تین ہو جائیں تو قرآن کریم کا ان کے متعلق حکم مذکورہ بالا ہے۔

وہابیہ کا امام ابن حزم اپنی کتاب میں لکھتا ہے کہ:

فَهَذَا يَقَعُ عَلَى الثَّلَاثِ مَجْمُوْعَةً وَمُفَرَّقَةً وَلَا يَجُوْزُ أَنْ يُخَصَّ بِهَذِهِ الْآيَةِ بَعْضُ ذَلِكَ دُوْنَ بَعْضٍ بِغَيْرِ نَصٍّ.

وَكَذَلِكَ قَوْلُه تَعَالَى: يٰأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا إذا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنَاتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمَسُّوْهُنَّ فَمَالَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا.عُمُوْمٌ لِإِبَاحَةِ الثَّلَاثِ وَالْاِثْنَيْنِ وَالْوَاحِدَةِ

پس تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں چاہے اکٹھی ہوں یا علیحدہ علیحدہ، اور یہ جائز نہیں کہ آیت کے بعض حصے کو بغیر نص کے مختص کر لیا جائے اور بعض کو نہیں۔

1- (سورہ: بقرہ، آیت نمبر:230)

اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان: ''اے ایمان والو! جب تم مسلمان عورتوں سے نکاح کرو پھر انہیں بے ہاتھ لگائے چھوڑ دو تو تمہارے لیے کچھ نہیں جسے گنو''۔ یہ آیت کریمہ تین، دو اور ایک طلاق کی اباحت کے عموم پہ دلالت کرتی ہے۔[1]

فقط

هذا ما عندي والله تعالى أعلم

وصلى الله تعالى على حبيبه محمد وآله وأصحابه وسلم

پہلے طلاق کا تحریری نوٹس بھیجا، بعد میں فون کر کے طلاق کی خبر دی تو کون سی طلاق ہو گی

میں مسمّٰی افتخار احمد ولد شیر محمد نے اپنی بیوی شاہدہ بی بی دختر نواب دین کو بذریعہ رجسٹری مؤرخہ 14-02-2004 طلاق ارسال کی تھی، جب کہ بعد میں مؤرخہ 2004-05-24 اپنی بیوی کو بذریعہ ٹیلی فون تین بار طلاق، طلاق، طلاق کہہ کر آگاہ کیا، اب میرے

1- (المحلی، ج:9، ص:394/البحوث العلمیہ، ج:1، ص:299)

پاس کچھ رشتہ دار معززین صلح کے لیے آتے ہیں، شرعی طور پر اور آرڈیننس کے مطابق وضاحت کی جائے کہ کیا ہم میاں بیوی رجوع کر سکتے ہیں؟

الجواب منه الهداية والصواب

اس تحریر میں صرف طلاق دینے کا ذکر ہے، یہ معلوم نہیں کہ طلاق دینے کے لیے کیا الفاظ تحریر کیے گئے تھے، لیکن دس دن کے بعد اپنی بیوی سے جو گفتگو کی اس میں تین بار طلاق دی تو تحریری طور پر اگرچہ ایک یا دو طلاقیں لکھی ہوں، پھر بھی تین طلاقیں پوری ہو گئی ہیں، کیونکہ فون پر کہے گئے الفاظ صریح طلاق کے ہیں، اور یہ پہلی رجعی و بائن ہر قسم کی طلاق سے مل سکتے ہیں۔

کنز میں ہی ہے:

وَالصَّرِيْحُ يَلْحَقُ الصَّرِيْحَ وَالْبَائِنَ، وَالْبَائِنُ يَلْحَقُ الصَّرِيْحَ.

اور صریح لاحق ہوتی ہے صریح و بائن کے ساتھ، اور بائن صریح کے ساتھ لاحق ہوتی ہے۔[1]

اس لیے عورت مغلظہ ہو گئی اور ایسی عورت اپنے سابق خاوند کے لیے حلالہ شرعی کے بغیر حلال نہیں ہو سکتی ہے۔

قرآن کریم میں ہے کہ:

1- (البحر الرائق، کتاب الطلاق، باب: الکنایات فی الطلاق، ج: 9، ص: 381)

اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوْفٍ أو تَسْرِيْحٌ بِإِحْسَانٍ

ترجمہ: یہ طلاق دو بار تک ہے پھر بھلائی کے ساتھ روک لینا ہے یا اچھے سلوک کے ساتھ چھوڑ دینا ہے۔[1]

اور مغلظہ عورت کا حکم قرآن مجید میں ہے کہ:

فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَه مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَه،.

ترجمہ: پھر اگر تیسری طلاق اسے دی تو اب وہ عورت اسے حلال نہ ہو گی جب تک دوسرے خاوند کے پاس نہ رہے۔[2]

اس آیت کریمہ کا ترجمہ اہل حدیث مولوی محمد جوناگڑھی کی لکھی ہوئی تفسیر سعودی عرب سے چھپوا کر حاجیوں کو مفت دیئے جانے والے قرآن مجید سے پیش کرتا ہوں:

یہ طلاقیں دو مرتبہ ہیں یا پھر اچھائی سے روکنا یا عمدگی کے ساتھ چھوڑ دینا ہے۔

یعنی وہ طلاق جس میں خاوند کو عدت کے اندر رجوع کا حق حاصل ہے، وہ دو مرتبہ ہے، پہلی مرتبہ طلاق کے بعد بھی اور دوسری مرتبہ طلاق کے بعد بھی رجوع کر سکتا ہے، تیسری مرتبہ طلاق کے بعد رجوع کی اجازت نہیں ہے، پھر اگر اس کو تیسری بار طلاق دے دے تو اب اس کے لیے حلال نہیں ہے جب تک کہ وہ عورت

1- (سورہ: البقرہ، آیت نمبر:229)

2- (سورہ: بقرہ، آیت نمبر:230)

اس کے سوا دوسرے سے نکاح نہ کرے، پھر اگر وہ بھی طلاق دے دے تو ان دونوں کو میل جول کرنے کے لیے کوئی گناہ نہیں۔

اس طلاق سے تیسری طلاق مراد ہے یعنی تیسری طلاق کے بعد خاوند اب نہ رجوع کر سکتا ہے اور نہ نکاح۔

لیکن آج کل کچھ اہل حدیث کہتے ہیں کہ ایک جگہ بیٹھ کر تین طلاقیں دی جائیں تو نہیں ہوتی ہیں، اس لیے میں نے ان کے بڑے کا ترجمہ و تفسیر نقل کر دی ہے۔

وہابیہ کا امام ابن حزم اپنی کتاب میں لکھتا ہے کہ:

فَهٰذَا يَقَعُ عَلَى الثَّلَاثِ مَجْمُوْعَةً وَمُفَرَّقَةً وَلَا يَجُوْزُ أَنْ يُخَصَّ بِهٰذِهِ الْآيَةِ بَعْضُ ذٰلِكَ دُوْنَ بَعْضٍ بِغَيْرِ نَصٍّ.

وَكَذٰلِكَ قَوْلُه تَعَالَى: يٰأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا إِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنَاتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمَسُّوْهُنَّ فَمَالَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا.عُمُوْمٌ لِإِبَاحَةِ الثَّلَاثِ وَالْإِثْنَيْنِ وَالْوَاحِدَةِ

پس تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں چاہے اکٹھی ہوں یا علیحدہ علیحدہ، اور یہ جائز نہیں کہ آیت کے بعض حصے کو بغیر نص کے مختص کر لیا جائے اور بعض کو نہیں۔

اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان: ''اے ایمان والو! جب تم مسلمان عورتوں سے نکاح کرو پھر انہیں بے ہاتھ لگائے چھوڑ دو تو تمہارے لیے کچھ نہیں جسے گنو''۔ یہ آیت کریمہ تین، دو اور ایک طلاق کی اباحت کے عموم پہ دلالت کرتی ہے۔[1]

امام نووی شرح صحیح مسلم میں لکھتے ہیں کہ:

مَنْ قَالَ لِامْرَأَتِهِ: أَنْتِ طَالِقٌ، ثَلَاثاً فَقَالَ الشَّافِعِيُّ وَمَالِكٌ وَأَبُوْ حَنِيْفَةَ وَأَحْمَدُ وَجَمَاهِيْرُ الْعُلَمَاءِ مِنَ السَّلَفِ وَالْخَلَفِ: يَقَعُ الثَّلَاثُ.

جس نے اپنی بیوی سے کہا کہ تجھے طلاق ہے، تین دفعہ، تو امام شافعی، امام مالک، امام ابو حنیفہ، امام احمد اور سلف وخلف سے جمہور علمائے کرام کہتے ہیں کہ تین ہی واقع ہوں گی۔[2]

لہٰذا عورت کے لیے اپنے خاوند سے ازدواجی تعلق بنانے کے لیے حلالہ شرعی ضروری ہے۔

فقط

هذا ما عندي والله تعالى أعلم

وصلى الله تعالى على حبيبه محمد وآله وأصحابه وسلم

1- (المحلی، ج:9، ص:394/البحوث العلمیہ، ج:1، ص:299)

2- (شرح نووی علی مسلم، کتاب الطلاق، باب: طلاق الثلاث، ج:10، ص:70)

کیا طلاق ثلاثہ کے بعد عدت کے اندر رجوع ہو سکتا ہے؟

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک آدمی نے اپنی بیوی کو بیک وقت تین طلاقیں دے کر فارغ کر دیا، دوران عدت ہی وہ دونوں پھر خاوند بیوی کی حیثیت سے

اکٹھے رہ رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ تین طلاقیں بیک وقت دینے سے ایک ہی طلاق ہوتی ہے، لہٰذا ہم نے عدت میں ہی رجوع کر لیا ہے۔

فتاویٰ بھکی شریف

ہماری راہنمائی فرمائی جائے کہ اس مسئلہ میں ان کے لیے اور دوسرے مسلمانوں کے لیے کیا حکم ہے؟

السائل: مولوی محمد اسلم عثمانی، سرگودھا

الجواب منه الهداية والصواب

طلاقیں تین ہو چکی ہیں اور جب تک حلالہ شرعی نہ ہو آپس میں ازدواجی تعلق بنانا از روئے شرع نا ممکن ہے، اگر وہ شرعی حکم کی اعلانیہ خلاف ورزی کریں تو دوسرے مسلمانوں پہ لازم ہے کہ ان سے سماجی و اقتصادی بائیکاٹ اس طرح کریں کہ وہ حکم

شرعی کے مطابق جدا ہو جائیں یا ازدواجی تعلق بنانے کے لیے شرعی طریقے پہ عمل کریں۔

امام نووی شرح صحیح مسلم میں لکھتے ہیں کہ:

مَنْ قَالَ لِامْرَأَتِه: أَنْتِ طَالِقٌ، ثَلَاثاً فَقَالَ الشَّافِعِيُ وَمَالِكٌ وَأَبُوْ حَنِيْفَةَ وَأَحْمَدُ وَجَمَاهِيْرُ الْعُلَمَاءِ مِنَ السَّلَفِ وَالْخَلَفِ: يَقَعُ الثَّلَاثُ.

جس نے اپنی بیوی سے کہا کہ تجھے طلاق ہے، تین دفعہ، تو امام شافعی، امام مالک، امام ابو حنیفہ، امام احمد اور سلف و خلف سے جمہور علمائے کرام کہتے ہیں کہ تین ہی واقع ہوں گی۔[1]

فتاویٰ بھکھی شریف

امام بخاری نے صحیح بخاری میں ایک باب کا عنوان ہی یہ رکھا ہے کہ:

بَابُ: مَنْ أَجَازَ طَلَاقَ الثَّلَاثِ لِقَوْلِ اللهِ تَعَالَى: اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوْفٍ أو تَسْرِيْحٌ بِإِحْسَانٍ.

باب اس شخص کے بارے میں جس نے تین طلاقیں اکٹھی دیے جانے کو جائز قرار دیا ہے، اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی وجہ سے کہ: یہ طلاق دو بار تک ہے پھر بھلائی کے ساتھ روک لینا ہے یا اچھے سلوک کے ساتھ چھوڑ دینا ہے۔[2]

1- (شرح نووی علی مسلم، کتاب الطلاق، باب: طلاق الثلاث، ج: 10، ص: 70)
2- (صحیح بخاری، کتاب الطلاق، باب: من اجاز طلاق الثلاث، ج: 5، ص: 2013)

قرآن کریم میں غزوہ تبوک سے پیچھے رہ جانے والے تین مخلص صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے دوسرے حضرات سے بائیکاٹ کا ذکر اس طرح فرمایا کہ :

إِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ .

ترجمہ: جب زمین اتنی وسیع ہونے کے باوجود ان پر تنگ ہو گئی۔[1]

لہذا اس کے مطابق سب مسلمانوں کو عمل کرنا چاہیے۔

فقط

هذا ما عندي والله تعالى أعلم

وصلى الله تعالى على حبيبه محمد وآله وأصحابه وسلم

جبراً طلاق نامہ پہ دستخط کا حکم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت مسماۃ سمیرا کا نکاح ایک مرد مسمّٰی محمد اقبال کے ساتھ پڑھا گیا، مسماۃ مذکورہ کی منگنی اور مرد کے ساتھ تھی، جب منگنی والوں کو پتہ چلا تو اسی وقت جبکہ پہلے نکاح والے میاں بیوی نے صحبت بھی نہیں کی

1- (سورہ: التوبہ، آیت نمبر:118)

تھی، اشٹام پر طلاق لکھوا کر جبراً دستخط کروا لیے، جبکہ اس طلاق والے کاغذ کے بارے میں مسمّٰی عمر حیات ولد محمد اشرف، ساکن پھالیہ اور نذیر احمد ولد محمد دین، ساکن پھالیہ حلفی بیان دے کر کہتے ہیں کہ تین دفعہ طلاق، طلاق، طلاق لکھا تھا، جس پر محمد اقبال نے دستخط کیے تھے۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ مذکورہ صورت میں طلاق ہوئی یا نہیں؟

الجواب منه الهداية والصواب

اگر جبر شرعی (اکراہ شرعی) نہ تھا تو خلوت صحیحہ نہ ہونے کی صورت میں ایک طلاق واقع ہوئی اور عورت بائن ہو گئی اور اس پر عدت نہیں ہے، اگر پھر آپس میں نکاح کرنا چاہیں تو حلالہ شرعی کے بغیر نہیں کر سکتے ہیں۔

اگر اکراہ شرعی پایا گیا جو کہ عموماً نہیں ہوتا تو دستخط کرنے سے طلاق ہی واقع نہیں ہوئی جبکہ زبان سے کچھ نہ کہا ہو۔

فقط

هذا ما عندي والله تعالى أعلم

وصلى الله تعالى على حبيبه محمد وآله وأصحابه وسلم

ایک دن ایک ہی جگہ تین طلاقیں دے دیں تو کیا حکم ہے؟

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو ایک دن میں، ایک ہی جگہ، تین یا زائد طلاقیں دیں۔

برائے مہربانی قرآن وسنت کے حوالے سے اگر کوئی گنجائش نکلتی ہو تو اصلاح فرمائیں کیونکہ فریقین صلح کے لیے آمادہ ہیں۔

فتاویٰ بھکی شریف

السائل: حافظ محمد افضال احمد جلالی، خطیب جامع مسجد شہری

الجواب منه الهداية والصواب

صورت مذکورہ میں عورت تین طلاق سے مغلظہ ہو چکی ہے اور آئندہ ان کا آپس میں ازدواجی تعلق حلالہ شرعی کے بغیر ناممکن ہے۔

امام بخاری نے صحیح بخاری میں ایک باب کا عنوان ہی یہ رکھا ہے کہ:

بَابُ: مَنْ أَجَازَ طَلَاقَ الثَّلَاثِ لِقَوْلِ اللهِ تَعَالَى: اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوْفٍ أو تَسْرِيْحٌ بِإِحْسَانٍ.

باب اس شخص کے بارے میں جس نے تین طلاقیں اکٹھی دیے جانے کو جائز قرار دیا ہے، اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی وجہ سے کہ: یہ طلاق دو بار تک ہے پھر بھلائی کے ساتھ روک لینا ہے یا اچھے سلوک کے ساتھ چھوڑ دینا ہے۔[1]

یعنی امام بخاری کے نزدیک یہ آیت اکٹھی تین طلاقیں واقع ہونے کی دلیل ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ارشاد فرماتے ہیں کہ:

كَانَ الطَّلَاقُ عَلى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم وَأَبِىْ بَكْرٍ وَسَنَتَيْنِ مِنْ خِلَافَةِ عُمَرَ طَلَاقُ الثَّلَاثِ وَاحِدَةً فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ اِنَّ النَّاسَ قَدِ اسْتَعْجَلُوْا فِىْ أَمْرٍ قَدْ كَانَتْ لَهُمْ فِيْهِ أَنَاةٌ فَلَوْ أَمْضَيْنَاهُ عَلَيْهِمْ فَأَمْضَاهُ عَلَيْهِمْ.

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ابتدائی دو سال تک تین طلاقوں کو ایک ہی شمار کیا جاتا تھا، تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: بے شک لوگوں نے اس معاملہ میں جلدی شروع کر دی ہے جس میں انہیں مہلت دی گئی تھی، پس چاہیے کہ ہم بھی ان پر ان کی جلدی نافذ کریں، تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اسے نافذ کر دیا۔[2]

1- (صحیح بخاری، کتاب الطلاق، باب: من اجاز طلاق الثلاث، ج:5، ص:2013)

2- (صحیح مسلم، کتاب الطلاق، باب: طلاق الثلاث، ج:4، ص:183، حدیث نمبر:3746)

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے لوگوں کے حالات کی تبدیلی کو سمجھ کر لوگوں سے وہ مہلت ترک کر دی جو انہیں دی گئی تھی اور وہ پہلے اس مہلت کا لحاظ رکھتے تھے۔ تین طلاقیں واقع ہونے کا حکم لگایا اور صحابہ کرام کی موجودگی میں حکم نافذ کیا گیا جبکہ کسی نے اس حکم سے اختلاف نہیں کیا تو یہ اجماع صحابہ ہوا۔

نیز حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ خلفاء راشدین میں شامل ہیں، اور حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ

تم پر میری اور ہدایت یافتہ خلفاء کی سنت کی پیروی لازم ہے۔ (1)

فتاوی بھکھی شریف

اس حدیث پاک کے مطابق بھی حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے فتوی کو ماننا لازم ہے اور اس لیے بھی کہ انہوں نے براہ راست نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دین حاصل کیا، جو فہم و فراستِ دین ان کو حاصل ہوا وہ بعد کے کسی عالم کو کہاں حاصل ہو سکتا ہے، اور دین میں ترمیم و تنسیخ ان کی طرف سے ہو یہ کوئی رافضی یا یہودی ہی خیال کر سکتا ہے، چنانچہ تمام امت نے ان کا فتوی تسلیم کیا ہے۔

امام نووی شرح صحیح مسلم میں لکھتے ہیں کہ:

مَنْ قَالَ لِامْرَأَتِه: أَنْتِ طَالِقٌ، ثَلَاثاً فَقَالَ الشَّافِعِيُّ وَمَالِكٌ وَأَبُوْ حَنِيْفَةَ وَأَحْمَدُ وَجَمَاهِيْرُ الْعُلَمَاءِ مِنَ السَّلَفِ وَالْخَلَفِ: يَقَعُ الثَّلَاثُ.

1- (سنن ابی داؤد، کتاب السنہ، باب: فی لزوم السنہ، ج: 4، ص: 329، حدیث نمبر: 4609)

جس نے اپنی بیوی سے کہا کہ تجھے طلاق ہے، تین دفعہ، تو امام شافعی، امام مالک، امام ابو حنیفہ، امام احمد اور سلف و خلف سے جمہور علمائے کرام کہتے ہیں کہ تین ہی واقع ہوں گی۔[1]

لہٰذا ہمیں اس کو تسلیم کرنا ہے اور اس کو دین کا مسئلہ تصور کرنا ہے۔

فقط

هذا ما عندي والله تعالى أعلم

وصلى الله تعالى على حبيبه محمد وآله وأصحابه وسلم

اپنی زوجیت سے الگ کر دیا ہے

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے ان الفاظ سے اپنی بیوی کو طلاق دی: (روبرو گواہان مذکورہ کو طلاق دے کر اپنی زوجیت سے الگ کر دیا ہے، اب میرا مذکورہ سے کوئی تعلق نہیں رہا، بعد عدت مذکورہ نکاح ثانی کی مجاز ہو گی، طلاق نامہ روبرو گواہان بدست عقل وحواس تحریر کر دیا ہے تاکہ سند رہے)۔

1- (شرح نووی علی مسلم، کتاب الطلاق، باب: طلاق الثلاث، ج:10، ص:70)

برائے مہربانی قرآن وسنت کی روشنی میں اگر گنجائش نکلتی ہو تو مہربانی کر کے اصلاح فرمائیں۔

الجواب منه الهداية والصواب

اگر یہ بیان واقع کے مطابق ہے تو ایک طلاق بائن واقع ہو چکی ہے، جس کے بعد نکاح ہو سکتا ہے، حلالہ شرعی کی ضرورت نہیں اور عدت کے خاتمہ کے بعد کسی دوسری جگہ عقد ثانی بھی کیا جا سکتا ہے۔

فقط

هذا ما عندي والله تعالى أعلم

وصلى الله تعالى على حبيبه محمد وآله وأصحابه وسلم

اگر تحریری طلاق نامہ یونین کونسل کا سیکرٹری رد کر دے تو شرعی طلاق میں رکاوٹ ہو سکتی ہے؟

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک آدمی نے اپنی عورت کو طلاق ثلاثہ کا نوٹس دیا، اور یونین کونسل میں بھیجا اور ایک اپنے سسرال میں، وہ نوٹس بھیجنے کے بعد

تین ماہ سے دو دن قبل یونین کونسل کے ناظم نے زبردستی صلح کروادی اور اس عورت کو اس کے سسرال بھیج دیا اور وہ آدمی اس کو اپنے ساتھ رکھنا ہی نہیں چاہتا اور ناظم یہ کہتا ہے کہ اس نے نوٹس قبول ہی نہیں کیا۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ طلاق واقع ہوئی ہے یا نہیں؟ اور جو صلح ہوئی ہے اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

السائل: محمد اصغر، سیالکوٹ

فتاویٰ بھکھی شریف

الجواب منه الهداية والصواب

جب عاقل و بالغ مرد اپنی عورت کو طلاق دے تو ضرور واقع ہو جاتی ہے، عورت کا نہ سننا، قبول نہ کرنا یا حاملہ ہونا یا ان جیسی کوئی چیز طلاق کے وقوع کے لیے رکاوٹ نہیں بن سکتی، جب تین طلاقیں ہو جائیں تو حلالہ شرعی کے بغیر طلاق دہندہ کے لیے عورت حلال نہیں ہے، جو انہیں اکھٹا کرنے کی کوشش کرے گا وہ زنا کا دلال ہو گا اور گناہ کبیرہ کا مرتکب ہو گا، اسے ایسے گناہ سے توبہ و پرہیز فرض ہے اور مرد و عورت پہ لازم ہے کہ فوراً جدا ہو جائیں۔

اگر صلح کرنا چاہیں تو حلالہ کریں۔

قرآن مجید میں ہے کہ:

فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَه مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَه،

ترجمہ: پھر اگر تیسری طلاق اسے دی تو اب وہ عورت اسے حلال نہ ہو گی جب تک دوسرے خاوند کے پاس نہ رہے۔[1]

ورنہ دوسری جگہ عدت کے بعد نکاح کرلے۔

فقط

هذا ما عندي والله تعالى أعلم

وصلى الله تعالى على حبيبه محمد وآله وأصحابه وسلم

فتاویٰ بھکھی شریف

ایک طلاق کے بعد اگر شوہر رجوع کر لے تو اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص اپنی بیوی کو ایک طلاق دیتا ہے اور دو باقی طلاقوں کے درمیانی وقفہ کے درمیان بلکہ تین یا چار دن کے بعد ہی بیوی سے رجوع کر لیتا ہے، تو ایسی صورت میں پہلی طلاق کی کیا حیثیت ہے، وہ ختم ہو جائے گی یا قائم رہے گی؟

السائل: ذوالفقار احمد، منڈی بہاؤالدین

1- (سورہ: بقرہ، آیت نمبر: 230)

الجواب منه الهداية والصواب

ایک طلاق رجعی کے بعد عدت کے اندر اندر رجوع ہو جائے تو وہ طلاق گنتی میں معتبر ہو گی اور حکم واثر کے اعتبار سے ختم ہو جائے گی یعنی اس کے عمر کے کسی بھی حصے میں دو طلاقیں ہو گئیں تو عورت مغلظہ ہو جائے گی، لیکن اور طلاق نہ ہونے کی صورت میں مرد و عورت تمام عمر ازدواجی تعلق میں منسلک رہیں گے۔

فتاویٰ بھکھی شریف

قرآن کریم میں ہے کہ:

اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوْفٍ أو تَسْرِيْحٌ بِإِحْسَانٍ.

ترجمہ: یہ طلاق دو بار تک ہے پھر بھلائی کے ساتھ روک لینا ہے یا اچھے سلوک کے ساتھ چھوڑ دینا ہے۔[1]

قرآن مجید میں ہے کہ:

فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَه مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَه،

ترجمہ: پھر اگر تیسری طلاق اسے دی تو اب وہ عورت اسے حلال نہ ہو گی جب تک دوسرے خاوند کے پاس نہ رہے۔[2]

1- (سورہ: البقرہ، آیت نمبر: 229)

2- (سورہ: بقرہ، آیت نمبر: 230)

یعنی دو طلاقوں تک رجوع کا حق حاصل ہے اور تیسری طلاق دے کر آزاد بھی کر سکتا ہے اور اگر تیسری طلاق دے دی تو پھر حلالہ شرعی کے بغیر ازدواجی تعلق قائم نہیں ہو گا۔

فقط

هذا ما عندي والله تعالى أعلم

وصلى الله تعالى على حبيبه محمد وآله وأصحابه وسلم

فتاویٰ بھکھی شریف

دو دفعہ لفظ طلاق کہنے سے کون سی طلاق واقع ہو گی؟

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک آدمی نے اپنی بیوی کو غصہ کی حالت میں دو دفعہ طلاق کے لفظ کہے اور بیوی کہتی ہے کہ مجھ کو مرد نے طلاق دی ہی نہیں۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ صورت مذکورہ میں کون سی طلاق ہوئی ہے اور اگر میاں بیوی صلح کرنا چاہیں تو شرعاً کیا صورت ہے؟

السائل: محمد اکرم، منڈی بہاؤالدین

الجواب منه الهداية والصواب

اگر اس سے پہلے کبھی طلاق نہ دی ہو تو اس عبارت سے دو رجعی طلاقوں کا ثبوت ملتا ہے، جس کا حکم یہ ہے کہ عدت میں رجوع اور بعد از عدت نکاح کر لینا کافی ہے، البتہ اس کے بعد کبھی بھی ایک طلاق دے دی تو عورت مغلظہ ہو جائے گی جو حلالہ شرعی کے بغیر اس مرد کے لیے حلال نہ ہو گی۔

قرآن کریم میں ہے کہ:

اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوْفٍ أو تَسْرِيْحٌ بِإِحْسَانٍ

ترجمہ: یہ طلاق دو بار تک ہے پھر بھلائی کے ساتھ روک لینا ہے یا اچھے سلوک کے ساتھ چھوڑ دینا ہے۔[1]

فقط

هذا ما عندي والله تعالى أعلم

وصلى الله تعالى على حبيبه محمد وآله وأصحابه وسلم

1- (سورہ: البقرہ، آیت نمبر: 229)

طلاق رجعی کا مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کیا اس عبارت (میں نذیر احمد نے اپنی بیوی روبینہ شان کو طلاق دے دی ہے، اب اس سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے) سے مسماۃ مذکورہ کو طلاق ہو گئی ہے؟ کیا وہ عقد ثانی کر سکتی ہے؟

فتاویٰ بھکھی شریف

الجواب منه الهداية والصواب

اگر مرد اس عبارت کا اقرار کرلے تو ایک رجعی طلاق ثابت ہوتی ہے اور عدت میں رجوع نہ کرنے کی صورت میں اختتام عدت پر وہ عورت عقد ثانی کر سکتی ہے۔

فقط

هذا ما عندي والله تعالى أعلم

وصلى الله تعالى على حبيبه محمد وآله وأصحابه وسلم

تو مجھ پر حرام ہے، اس سے کون سی طلاق ہو گی؟

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے غصے کی حالت میں اپنی بیوی کو کہا کہ تو مجھ پر حرام ہے۔ اس کے سوا اور کوئی لفظ نہیں بولا، شرعاً یہ طلاق بائن ہوئی، اب وہی شخص اپنی بیوی سے نکاح کرنا چاہتا ہے، کیا اس میں کوئی عدت کی ضرورت ہے یا نہیں؟

السائل: مولانا محمد امیر حمزہ جلالی

الجواب منه الهداية والصواب

اس لفظ سے عرفاً طلاق ہی سمجھی جاتی ہے، اس لیے اس حالت میں طلاق بائن واقع ہو گی۔

بحر الرائق میں ہے کہ:

وَلِذَا قَالَ فِيْ الْبَزَازِيَّةِ :وَمَشَائِخُنَا أَفْتَوْا فِيْ أَنَّه لَوْ قَالَ أَنْتِ عَلَيَّ حَرَامٌ ، وَالْحَلَالُ عَلَيَّ حَرَامٌ أَوْ حَلَالُ اللهِ عَلَيْهِ حَرَامٌ أَوْ حَلَالُ الْمُسْلِمِيْنَ عَلَيْهِ حَرَامٌ أَنَّ الْكُلَّ بَائِنٌ بِلَا نِيَّةٍ .

فتاوی بزازیہ میں ہے اور ہمارے مشائخ نے یہ ہی فتوی دیا ہے کہ اگر مرد نے کہا کہ تو میرے اوپر حرام ہے اور حلال میرے اوپر حرام ہے، یا اللہ کا حلال کردہ

میرے اوپر حرام ہے یا مسلمانوں کا حلال کردہ میرے اوپر حرام ہے تو ان تمام صورتوں میں بغیر نیت کے بھی طلاق بائن واقع ہو جائے گی۔[1]

ہدایہ میں ہے کہ:

وَإِذَا كَانَ الطَّلَاقُ بَائِنًا دُوْنَ الثَّلَاثِ فَلَه أَنْ يَتَزَوَّجَهَا فِيْ الْعِدَّةِ وَبَعْدَ انْقِضَائِهَا.

اور جب طلاق بائن ہو، تین نہ ہوں تو وہ مرد مطلقہ عورت سے عدت کے اندر اور عدت ختم کے بعد نکاح کر سکتا ہے۔[2]

فقط

هذا ما عندي والله تعالى أعلم

وصلى الله تعالى على حبيبه محمد وآله وأصحابه وسلم

تو مجھ پر حرام ہے

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کا بیان تھا کہ میں نے اپنی بیوی کو یہ الفاظ کہے ہیں کہ تو مجھ پر حرام ہے، ان الفاظ کے سوا اور کوئی لفظ نہیں کہا، یہ میرا حلفیہ بیان ہے، اس کے مطابق طلاق بائن ہوئی، پھر اس نے کچھ دن

1- (بحر الرائق، باب الایلاء، ج: 10، ص: 295)

2- (ہدایہ، کتاب الطلاق، فصل: فیما تحل بہ المطلقہ، ج: 2، ص: 409)

بعد عدت میں اپنا نکاح دوبارہ کروالیا، اب اس کے خلاف شہادتیں ہیں جو کہ تحریر ہیں،
اس صورت میں طلاق مغلظہ ہوئی۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ دوسری مرتبہ نکاح پڑھانے والے نکاح خوان اور گواہوں کے نکاح میں کوئی فرق آیا یا کہ نہیں؟ یا صرف مجرم ہوئے اور توبہ و استغفار ہی ہے کیونکہ نکاح خواں نے بے علمی میں طلاق بائن سمجھ کر نکاح پڑھایا تھا، جو کہ جائز تھا، یہ شہادتیں بعد میں ہوئیں۔

الجواب منه الهداية والصواب

اگر معتبر شرعی شہادت سے طلاق مغلظہ واقع ہوئی تو دوسرا نکاح محض باطل ہے اور اس کے بعد مرد و عورت کا جماع خالص زنا اور میل جول سخت حرام ہے اور اس پر جھوٹا حلفی بیان اس پر گناہ عظیم ہے، مرد و عورت کے لیے لازم ہے کہ فوراً جدا ہو جائیں اور حلالہ شرعی کے بغیر ان کا ازدواجی تعلق از روئے شرع نا ممکن ہے۔

البتہ دوسرے نکاح میں نکاح خواں اور اہل مجلس معاملہ کی تحقیق میں تقصیر پر توبہ واستغفار کریں، ان کے نکاح میں کوئی فرق نہیں آیا، وہ درست و صحیح ہے۔

فقط

هذا ما عندي والله تعالى أعلم

وصلى الله تعالى على حبيبه محمد وآله وأصحابه وسلم

دفعہ ہو جا ورنہ میں تجھے طلاق دے دوں گا، کون سی طلاق واقع ہو گی؟

فتاویٰ بھکھی شریف

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص اپنی بیوی کو کہتا ہے کہ دفع ہو جاؤ ورنہ میں تجھے طلاق دے دوں گا، تقریباً چھ دفعہ کہا اور دو مرد اور کافی عورتیں موجود تھیں جنہوں نے سنا ہے اور خود بھی حلفیہ بیان دیتا ہے کہ میں نے ایسے ہی کہا ہے اور الفاظ ادا نہیں کیے اور دو مرد اور چھ عورتیں بھی گواہی دے رہی ہیں کہ ایسے ہی الفاظ ادا کیے ہیں اور میں نے بذات خود سب سے مل کر شہادت بھی لی ہے، سب نے تصدیق کی ہے کہ ایسی ہی بات ہے۔

اس بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے ؟ عورت کو طلاق ہوئی یا کہ نہیں؟ حکم شرعی سے آگاہ فرما کر ممنون فرمائیں۔

الجواب منه الهداية والصواب

اس عبارت کے مطابق طلاق واقع نہیں ہوئی کیونکہ ''طلاق دے دوں گا'' اس جملہ سے طلاق دینے کا وعدہ ثابت ہوتا ہے جو پورا نہیں کیا گیا اور ''دفع ہو جا'' طلاق

کے لیے کنایہ ہے اور پہلی بار کے علاوہ ہر مرتبہ میں حالت غضب اور مذاکرہ طلاق دونوں چیزیں ہیں لیکن یہ لفظ چونکہ اب طلاق اور رد دونوں کا احتمال رکھتا ہے، اس لیے اس حالت میں نیت کا ہونا ضروری ہے، اس کا قائل حلفاً نفی کرتا ہے، لٰہذا عورت بدستور سابق منکوحہ ثابت ہے، اگر غلط بیانی کی تو اس کا وبال مرد پر ہے۔

فقط

هذا ما عندي والله تعالى أعلم

وصلى الله تعالى على حبيبه محمد وآله وأصحابه وسلم

فتاویٰ بھکھی شریف

کیا مطلقہ عورت طلاق دہندہ خاوند کے ساتھ رہائش رکھ سکتی ہے؟

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میں مسمّٰی مرزا یوسف ولد محمد شفیع پھالیہ کا رہائشی ہوں، میں نے اپنی گھریلو مجبوریوں کی بناء پر اپنی بیوی کو طلاق دی ہے، اس کے بطن سے میرے تین بیٹے اور ایک بیٹی ہے، اور میں نے اپنی مطلقہ بیوی کی حقیقی بہن سے شریعت محمدی کے مطابق نکاح کر لیا ہے، میری سابقہ بیوی جو کہ اب میری سالی ہے، کے والدین فوت ہو چکے ہیں، ہر دو بہنوں کا ایک بھائی ظفر اقبال ہے جو چک

مانو میں رہائش پذیر ہے، جو کہ اپنے مسائل کی بناء پر اپنی بہنوں سے ناراض ہے، اس ناراضگی کی وجہ سے وہ اپنی مطلقہ بہن کی کفالت کرنے کو تیار نہیں ہے، اس بناء پر میں مذکورہ عورت جو کہ اب میری سالی لگتی ہے، خوف خدا اور معاشرتی مسائل کے پیش نظر جب تک وہ کہیں بھی نکاح ثانی نہیں کرتی اس کی کفالت، عزت وآبرو، نان ونفقہ کا ذمہ دار ہوں، اور یہ مذکورہ عورت کے لیے میں علیحدہ مکان مع تمام رہائشی سہولتوں کے مکمل کیا ہے، مگر ہماری حویلی ایک ہے، معاشرتی خرابیوں کی بناء پر لوگوں کا بے جا تنگ کرنا یا کسی رقابت کی وجہ سے تنگ کرنا، ان حالات کے پیش نظر آپ سے عرض ہے کہ آپ یہ ارشاد فرمائیں کہ ہم بحیثیت سالی و بہنوئی کے ایک حویلی میں شرعی طور پر، قانونی اور معاشرتی طور پر ایک جگہ یا مکان میں رہ سکتے ہیں تو فتوی تحریر فرما دیں تاکہ معاشرتی، قانونی و شرعی طور پر معاشرے میں باوقار زندگی گزار سکیں اور میرے لیے دعا خاص فرمائیں کہ میں اس فیصلے پہ قائم رہ کر اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے احکامات پر زندگی گزار سکوں۔

السائل: مرزا یوسف ولد محمد شفیع، عزیز آباد کالونی، پھالیہ

الجواب منه الهداية والصواب

اگر مرد وعورت کے درمیان کوئی رکاوٹ موجود ہو یا ان کے درمیان کوئی ایسا فرد موجود رہے جس کی وجہ سے انہیں ایسی خلوت میسر نہ آئے کہ وہ خاوند بیوی کی طرح ملاقات کر سکیں تو ان کے لیے ایک مکان یا ایک حویلی میں رہنے میں کوئی حرج نہیں۔

بحر الرائق میں بحوالہ مجتبی موجود ہے کہ :

وَإِذَا وَجَبَ الْإِعْتِدَادُ فِيْ مَنْزِلِ الزَّوْجِ فَلَا بَأْسَ بِأَنْ يَّسْكُنَا فِيْ بَيْتٍ وَّاحِدٍ إِذَا كَانَ عَدْلًا سَوَاءٌ كَانَ الطَّلَاقُ رَجْعِيًّا أَوْ بَائِنًا أَوْ ثَلَاثًا وَالْأَفْضَلُ أَنْ يُّحَالَ بَيْنَهُمَا فِيْ بَيْتُوْته بِسِتْرٍ اِلَّا أَنْ يَّكُوْنَ الزَّوْجُ فَاسِقاً فَيُحَالُ بِامْرَأَةٍ ثِقَةٍ تَقْدِرُ عَلَى الْحَيْلُوْلَةِ بَيْنَهُمَا.

اور جب عورت کے لیے عدت گزارنا خاوند کے دیئے ہوئے گھر میں ضروری ہے تو ان دونوں کے ایک گھر میں رہنے میں کوئی حرج نہیں جب کہ خاوند متقی ہو، چاہے عدت طلاق رجعی کی ہو، طلاق بائن کی ہو یا طلاق ثلاثہ کی ہو، اور افضل یہ ہے کہ ان دونوں کے رات گزارنے میں کسی چیز سے علیحدگی کر دی جائے۔ لیکن اگر مرد فاسق ہے تو ان دونوں کے درمیان ہر وقت کوئی ایسی باہمت خاتون ہو جو ان دونوں کی خلوت میں رکاوٹ بنے۔[1]

اور اسی میں ہی ہے کہ :

وَلَهُمَا أَنْ يَّسْكُنَا بَعْدَ الثَّلَاثِ فِيْ بَيْتٍ إِذَا لَمْ يَلْتَقِيَا اِلْتِقَاءَ الْأَزْوَاجِ وَلَمْ يَكُنْ فِيْهِ خَوْفُ الْفِتْنَةِ.

1- (بحر الرائق، باب العدة، فصل: فی الاحداد، ج: 11، ص: 139)

تین طلاقوں کے بعد بھی میاں بیوی کا ایک گھر میں رہنا جائز ہے جب کہ ان دونوں کی میاں بیوی کی طرح ملاقات نہ ہو اور نہ ہی اس صورت میں فتنہ کا خوف ہو۔[1]

در مختار میں ہے کہ:

وَسُئِلَ شَيْخُ الْإِسْلَامِ عَنْ زَوْجَيْنِ اِفْتَرَقَا وَلِكُلٍّ مِنْهُمَا سِتُّوْنَ سَنَةً وَبَيْنَهُمَا أَوْلَادٌ تَتَعَذَّرُ عَلَيْهِمَا مُفَارَقَتُهُمْ فَيَسْكُنَانِ فِيْ بَيْتِهِمْ وَلَا يَجْتَمِعَانِ فِيْ فِرَاشٍ وَلَا يَلْتَقِيَانِ اِلْتِقَاءَ الْأَزْوَاجِ هَلْ لَهُمَا ذٰلِكَ؟ قَالَ: نَعَمْ

حضرت شیخ الاسلام سے سوال کیا گیا کہ ساٹھ سال کے میاں بیوی کے درمیان تفریق ہو گئی ہے اور ان کے بچے ہیں جن سے وہ جدا نہیں رہ سکتے، اور وہ دونوں ایک کسی مقام پہ اکٹھے نہیں ہوتے اور نہ وہ دونوں میاں بیوی کے تعلق کی طرح آپس میں ملتے ہیں، تو کیا وہ اس طرح ایک مکان میں رہ سکتے ہیں؟ تو حضرت شیخ الاسلام نے فرمایا کہ: ہاں۔[2]

فقط

هذا ما عندي والله تعالى أعلم

وصلى الله تعالى على حبيبه محمد وآله وأصحابه وسلم

1- (بحر الرائق، باب العدة، فصل: فی الاحداد، ج:11، ص:139)

2- (در مختار، ج:3، ص:591)

طلاق کا تفصیلی مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک واقعہ میں دو فریقوں میں سے ایک نے اپنی بیوی کو تین بار طلاق دی اور رواج کے مطابق تین ڈھیلے بھی پھینکے اور دوسرے فریق نے دو بار طلاق کے الفاظ کہے اور دو ڈھیلے پھینکے اور ایک مفتی صاحب نے تاکید بنا کر ایک طلاق قرار دیا، آیا وہ فتوی درست ہے؟ اور اس فتوی پر عمل کرنا جائز ہے یا کہ نہیں؟

فتاویٰ بھکی شریف

اصل بیان اور فتوی بھی ساتھ لف ہے۔

السائل: محمد زکریا، خانیوال روڈ، ملتان شریف

دوسرے مفتی کا فتوی ذیل میں ذکر کیا جاتا ہے:

استفتاء:

ایک شخص نے اپنی زوجہ کو تین بار کلوخ اندازی کر کے بطور تاکید تین بار کہا کہ میں نے فلاں کی لڑکی کو طلاق دی ہے اور دوسرے شخص نے تین دفعہ کلوخ اندازی کی لیکن دو دفعہ بطور تاکید کہا میں نے فلاں کی لڑکی کو طلاق دی ہے۔ اول الذکر صادق

حسین اور زوجہ کا نام عالمو ہے اور مؤخر الذکر کا نام صابر حسین اور اس کی زوجہ کا نام زینب ہے۔ شرعا حکم کیا ہے؟

جواب: فقہاء احناف نے تکرار طلاق کو تاکید پہ محمول کیا ہے۔

در مختار میں ہے کہ:

كَرَّرَ لَفْظَ الطَّلَاقِ وَقَعَ الْكُلُّ وَإِنْ نَوَى التَّاْكِيْدَ .

لہٰذا حلالہ کی ضرورت نہیں ہے، فریقین کی موافقت ہو سکتی ہے، بہتر یہ ہے کہ ان کا شرعی ایجاب و قبول دوبارہ کرایا جائے، اگر عدت کے اندر مصالحت نہ ہوئی تو عدت گزارنے کے بعد عورتوں کو اختیار ہوگا جہاں چاہیں نکاح ثانی کر سکتی ہیں۔

نوٹ: سات سال تک لڑکا ماں کے پاس رہے، خرچہ والد کے ذمہ ہے، بعد ازاں والد کا حق ہے۔ مفتی تاخی، ڈیرہ غازی خان)

اصل بیان:

جس پر دونوں فریقین نے اتفاق کیا ہے اور دونوں فریق فیصلہ شرعی کے پابند ہوں گے، چاہے فیصلہ جس کے خلاف ہو۔

تفصیل یہ ہے کہ فریقین میں وٹہ سٹہ کا نکاح ہوا ہے، کچھ عرصے بعد اختلافات میں مبتلا ہو گئے، صادق حسین نے اپنی زوجہ عالمو کو بایں الفاظ طلاق دی ہے کہ میں نے عالمو مائی بنت عیسی کو چھوڑ دیا ہے، اور رواج کے مطابق ایک پتھر پھینکا اور

دوبارہ کہا کہ میں نے عالمو مائی بنت عیسی کو چھوڑ دیا ہے، اور رواج کے مطابق ایک پتھر پھینکا اور اسی طرح اس نے تیسری بار کہا کہ میں نے عالمو مائی بنت عیسی کو چھوڑ دیا ہے، اور رواج کے مطابق ایک پتھر پھینکا۔

دوسرا فریق صابر حسین ولد عیسی نے اپنی زوجہ زینب کو بایں الفاظ طلاق دی کہ میں نے زینب بنت رمضان کو چھوڑ دیا ہے اور رواج کے مطابق پہلا پتھر پھینکا اور اسی طرح دوسری بار کہا کہ میں نے زینب بنت رمضان کو چھوڑ دیا ہے اور رواج کے مطابق ایک پتھر پھینکا اور تیسری بار جب اسے طلاق دینے اور پتھر پھینکنے کا کہا گیا تو اس نے مطالبہ کیا کہ میرا بیٹا واپس کر دو اور ساتھ یہ کہا کہ پھر میں طلاق دے دوں گا اور پتھر پھینک دوں گا، جواب میں فریق اول نے کہا کہ چونکہ بچہ شیر خوار ہے اس لیے نہیں دے سکتے اور جب بڑا ہو جائے گا تو دے دیں گے۔

فریق اول: محمد صادق حسین ولد رمضان

فریق ثانی: صابر حسین ولد عیسیٰ

گواہان: محمد رمضان ولد محمد صادق حسین، نصیر احمد ولد سبز علی، دین محمد ولد حسین خان، فیض محمد ولد دین محمد، ریاض ولد اللہ بخش، ساجد ولد رمضان۔

الجواب منه الهداية والصواب

اس سوال وجواب سے صادق و مصدوق نبی مکرم، نور مجسم، شفیع معظم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشن گوئی کی صداقت پر دلیل ملتی ہے بایں اعتبار کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشن گوئی فرمائی کہ قیامت کے قریب علم اٹھ جائے گا اور لوگ جاہلوں کو سردار بنا کر ان سے مسائل پوچھیں گے تو وہ بغیر علم کے فتوی دیں گے، خود بھی گمراہ ہوں گے اور لوگوں کو بھی گمراہ کریں گے:

فَأَفْتَوْا بِغَيْرِ عِلْمٍ فَضَلُّوْا وَأَضَلُّوْا

پس وہ بغیر علم کے فتوی دیں گے خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔[1]

فتاویٰ بھکھی شریف

یا اس اعتبار سے کہ حضور شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشن گوئی فرمائی کہ جو کچھ بنی اسرائیل نے کیا میری امت کے افراد وہ سب کچھ کریں گے اور بنی اسرائیل کے علماء کا دینی مسائل میں تحریف کرنا قرآن کریم نے واضح بیان فرمایا ہے:

يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ

ترجمہ: کلاموں کو ان کی جگہ سے پھیرتے ہیں۔[2]

1- (صحیح بخاری، کتاب العلم، باب: کیف یقبض العلم، ج:1، ص:50، حدیث نمبر:100)

2- (سورہ: النساء، آیت نمبر:46)

دوسرے مقام پہ ہے کہ:

وَلَا تَشْتَرُوْا بِآيَاتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا.

ترجمہ: میری آیتوں کے بدلے تھوڑے دام نہ لو۔[1]

ان آیات میں ان کے مذموم فعل کی مذمت کرنے کے ساتھ ساتھ انہیں اس فعل بد سے منع فرمایا۔

آج حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کا ایک جاہل فرد مفتی بن بیٹھا اور غلط فتوی دیکر خود بھی گمراہ ہوا اور لوگوں کو بھی گمراہ کرنیکی کوشش کی۔

فتاویٰ بھکھی شریف

یادانستہ طور پر دینی مسئلہ میں تحریف کرنیکی سعی مذموم کر کے علمائے مذموم کے اس مذموم کردار کے ساتھ عملی موافقت کا اظہار کیا۔

سوال کسی مولوی کا بنایا ہوا معلوم ہوتا ہے اور جواب سائل کی مرضی کے مطابق بنانے کے لیے حقیقت کے بر عکس بطور تاکید کے الفاظ گھسیٹ کر خود بری الذمہ ہونے کی کوشش کی، حالانکہ یہی لفظ اس کو دینی مسئلہ میں تحریف کا مجرم ٹھہراتا ہے۔

کیونکہ عام آدمی یہ سمجھتا ہے کہ جب تک تین بار طلاق دینے کے کلمات نہ کہے جائیں، طلاق ہوتی ہی نہیں، بلکہ معاشرہ میں تعلیم یافتہ طبقہ جو علم دین سے بے بہرہ ہے اور خود کو تعلیم یافتہ شمار کرتا ہے اور لوگ بھی انہیں پڑھے لکھے شمار کرتے ہیں،

1- (سورہ: البقرہ، آیت نمبر: 41)

اشٹام فروش، عرض نویس یا سیکرٹری یونین کونسل بھی جب ہر ماہ ایک کاغذ عورت کی طرف بھیجنے کے لیے طلاق نامہ تیار کرتے ہیں تو ہر کاغذ پر تین تین ایقاعِ طلاق کے الفاظ لکھتے ہیں کیونکہ سمجھتے ہیں کہ تین بار کے الفاظ کے بغیر طلاق ہوتی ہی نہیں چنانچہ صابر حسین کا جواب اصل بیان لوگوں کے سامنے ہوا، اس میں یہ ہے کہ دو بار اس نے اپنی بیوی کو کہا کہ میں نے اپنی بیوی زینب مائی بنت رمضان کو چھوڑ دیا اور دو بار کلوخ اندازی بھی کی لیکن تیسری بار الفاظ کہنے سے رک گیا اور کہا کہ میرا بیٹا مجھے دے دو تو طلاق دوں گا ورنہ نہیں۔ تو اس سے ظاہر ہے کہ اس کے گمان میں ہے جب تک تیسری بار یہ الفاظ نہ کہوں طلاق نہیں، لہٰذا ایسی صورت میں بطور تاکید کی سوال میں پچر لگانا صاف ظاہر ہے کہ یہ اس مفتی ہی کی کارگزاری ہے جو دین میں تحریف ہے۔

فتاویٰ بھکھی شریف

اگر تاکید ہے تو کلوخ اندازی جو ہر جملہ کے ساتھ واقع ہو رہی ہے، نہ کہ الفاظ کا تکرار بطور تاکید ہے، لہٰذا ہر جملہ نئی طلاق ہے، جس کی تاکید کلوخ اندازی سے ہو رہی ہے، عرف و رواج کے مطابق کلوخ اندازی بیان عدد کے لیے ہے نہ کہ تاکید کے لیے اور بعض مسائل میں شرع شریف کے حکم کے لیے عرف و رواج کو مظہر قرار دیا گیا ہے، جیسے گندم اور جو کے علاوہ تمام قسم کے غلہ کی جنس کے ساتھ بیع کی صحت کے لیے برابری شرط ہے اور وہ برابری کیل یا وزن میں سے اسی طریقہ سے ملحوظ ہو گی جو طریقہ ان کا عرف ہو گا، تو یہاں بھی عرف و رواج کے مطابق کلوخ اندازی کو

بیانِ عدد پر محمول کریں گے اور یہی شرعی حکم ہو گا نیز شرع مطہر نے حکم قضاء میں تاکید کا اعتبار نہ کیا اور عمل کے لیے حکم قضاء ہی ہے، حکم دیانت تو بندہ کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ معاملہ ہے۔

امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ فتاوی رضویہ میں فرماتے ہیں کہ:

حکم بر دو گونہ است: حکم دیانت و حکم قضاء، حکم دیانت آنکہ فیما بین العبد و ربہ باشد این جا دیگراں تا دخل نیست۔۔۔۔ و حکم قضاء کہ قاضی وزن باکار بندند۔

حکم دو قسم کا ہے: حکم دیانت اور حکم قضاء، حکم دیانت بندے کا اپنے رب کے ساتھ معاملہ ہے دوسروں کا اس میں کوئی دخل نہیں۔۔۔۔ اور حکم قضاء وہ ہے جس پر قاضی عمل کروائے گا اور عورت عمل کرے گی۔ عورت پر لازم ہے کہ وہ حکم قضاء پر عمل کرے۔[1]

چنانچہ عنایہ میں ہے کہ:

كُلُّ مَا لَا يُدَيِّنُه الْقَاضِيْ إِذَا سَمِعَته مِنهُ الْمَرْاۃُ أَوْ شَهِدَ بِه عَنْدَهَا عَدْلٌ لَا يَسَعُهَا أَنْ تُدَيِّنَه .

جس بات میں قاضی تصدیق نہ کرے گا تو اسی طرح اس میں عورت بھی اس کی تصدیق نہ کرے گی۔[2]

1- (فتاوی رضویہ، ج: 12، ص: 336)

2- (فتح القدیر، کتاب الطلاق، باب: ایقاع الطلاق، ج: 8، ص: 17)

یہ کیسا مفتی ہے جو صرف حکم دیانت بیان کرتا ہے اور حکم قضاء کو چھوڑتا ہے جب کہ اس کے لیے حکم قضاء کو بیان کرنا لازم تھا اور حکم دیانت کا ذکر نہ کرنا مستحب ہے۔

در مختار میں ہے کہ:

حَاصِلُ مَا ذَكَرَهُ الشَّيْخُ قَاسِمٌ فِيْ تَصْحِيْحِه أَنَّه لَا فَرْقَ بَيْنَ الْمُفْتِيْ وَالْقَاضِيْ إِلَّا أَنَّ الْمُفْتِيَ مُخْبِرٌ عَنِ الْحُكْمِ وَالْقَاضِيْ مُلْزِمٌ بِه .

مفتی اور قاضی میں صرف یہ فرق ہے کہ مفتی کے ذمہ حکم قضاء کا بیان اور قاضی کے ذمہ اس کا نفاذ ہے۔[1]

فتاویٰ بھکھی شریف

نیز طلاق کے صریح الفاظ میں کسی طرح کی نیت کا کوئی اثر نہیں تو تاکید کی نیت کا بھی کوئی اعتبار نہیں ہے۔

ہدایہ میں ہے کہ:

فَالصَّرِيْحُ قَوْلُه: أَنْتِ طَالِقٌ وَمُطَلَّقَةٌ وَطَلَّقْتُكِ فَهٰذَا يَقَعُ بِه الطَّلَاقُ الرَّجْعِيُّ وَلَا يَفْتَقِرُ اِلَى النِّيَّةِ وَكَذَا إِذَا نَوَى الإِبَانَةَ

"أَنْتِ طَالِقٌ وَمُطَلَّقَةٌ وَطَلَّقْتُكِ" طلاق کے لیے صریح الفاظ ہیں اس سے رجعی طلاق واقع ہو گی اور نیت کی ضرورت نہیں اور اسی طرح اگر طلاق بائن کی نیت کرے تو بھی رجعی ہو گی (نیت کا اثر نہ ہو گا)۔[2]

1- (در مختار، ج: 1، ص: 80)

2- (ہدایہ، کتاب الطلاق، باب: ایقاع الطلاق، ج: 2، ص: 378)

ردالمحتار میں ہے کہ:

صَرِيْحُه مَا لَمْ يُسْتَعْمَلْ إلَّا فِيْهِ كَطَلَّقْتُكِ وَأَنْتِ طَالِقٌ وَمُطَلَّقَةٌ وَيَقَعُ بِهَا وَاحِدَةٌ رَجْعِيَّةٌ وَإنْ نَوَى خِلَافَهَا أَوْ لَمْ يَنْوِ شَيْئاً.

طلاق کے وہ الفاظ صریح ہیں جو صرف طلاق ہی کے لیے استعمال ہوتے ہیں جیسے: أنت طالق ومطلقة وطلقتك، ان الفاظ میں سے کسی لفظ سے طلاق دی تو ایک رجعی طلاق واقع ہو گی اگرچہ اس نے ایک بائن طلاق کی نیت کی یا ایک سے زیادہ کی نیت کی یا کچھ بھی نیت نہ کی۔[1]

بحر الرائق میں اس قول: "صريحه ما لم يستعمل إلا فيه كطلقتك وأنت طالق ومطلقة ويقع بها واحدة رجعية وان نوى خلافها أو لم ينو شيئاً" کے متعلق فرمایا:

بَيَانٌ لِأَحْكَامِ الصَّرِيْحِ وَهِيَ ثَلَاثَةٌ:

یہ طلاق صریح کے احکام کا بیان ہے اور وہ تین ہیں:

اَلْأَوَّلُ: وُقُوْعُ الرَّجْعِيِّ بِه وَلَا تَصِحُّ نِيَّةُ الإِبَانَةِ

پہلا حکم یہ ہے کہ اس سے طلاق رجعی واقع ہوئی اور طلاق بائن کی نیت کرے تو درست نہیں۔

1- (ردالمحتار، کتاب الطلاق، باب: صریح الطلاق، ج:11، ص:6)

اَلثَّانِیْ: وُقُوْعُ الْوَاحِدَةِ بِه وَلَا تَصِحُّ نِيَّةُالْأَكْثَرِ ثِنْتَيْنِ أَوْ ثَلَاثاً.

دوسرا حکم یہ ہے کہ اس سے ایک طلاق ہی ہو گی اور دو تین کی نیت کا کوئی اعتبار نہ ہو گا۔

اَلثَّالِثُ: عَدْمُ تَوَقُّفِه عَلَى النِّيَةِ ،وَنُقِلَ فِيْهِ اِجْمَاعُ الْفُقَهَاءِ.

اور تیسرا حکم یہ ہے کہ تمام فقہاء کے نزدیک طلاق کے وقوع کے لیے نیت کی ضرورت نہیں بلکہ بغیر نیت طلاق واقع ہو جائے گی۔[1]

نیز اس میں ہی ہے کہ:

وَأَفَادَ بِعَدْمِ تَوَقُّفِه عَلَى النِّيَةِ إِلَّا أَنَّه لَا يُشْتَرَطُ الْعِلْمُ بِمَعْنَاهُ فَلَوْ لَقَّنَتْهُ لَفْظَ الطَّلَاقِ فَتَلَفَّظَ بِه غَيْرَ عَالِمٍ بِمَعْنَاهُ وَقَعَ قَضَاءً لَا دِيَانَةً.

نیت پر موقوف نہ ہونا بیان کر کے یہ فائدہ دیا کہ طلاق دہندہ کو یہ علم نہ ہو کہ ان الفاظ سے طلاق ہو جاتی ہے تو بھی اس کے وہ لفظ بولنے سے طلاق ہو جائے گی (جیسے عورت خاوند کو ایسے الفاظ سکھائے جو طلاق دینے کے لیے صریح ہیں اور وہ بول دے تو طلاق ہو جائے گی) اگرچہ اسے معنی کا علم نہ ہو اور یہ قضاء ہے نہ کہ دیانۃً۔[2]

1- (البحر الرائق، کتاب الطلاق، باب: الفاظ الطلاق، ج: 9، ص: 180)
2- (البحر الرائق، کتاب الطلاق، باب: الفاظ الطلاق، ج: 9، ص: 182)

بحر میں ہی ہے کہ:

أَنَّ طَلَاقَ الْهَازِلِ وَاللَّاعِبِ وَالْمُخْطِئِ وَاقِعٌ.

بے شک غافل، مذاق اور غلطی والے کی طلاق واقع ہو گی۔[1]

در مختار میں "وَيَقَعُ طَلَاقُ كُلِّ زَوْجٍ بَالِغٍ عَاقِلٍ وَلَوْ عَبْدًا أَوْ مُكْرَهاً أَوْ هَازِلًا أَوْ سَفِيْهاً أَوْ سَكْرَانَ أَوْ أَخْرَسَ بِإِشَارَتِه أَوْ مُخْطِئًا" کے بعد فرمایا:

بِأَنْ أَرَادَ التَّكَلُّمَ بِغَيْرِ الطَّلَاقِ فَجَرَى عَلَى لِسَانِه الطَّلَاقُ أَوْ تَلَفَّظَ بِه غَيْرَ عَالِمٍ بِمَعْنَاهُ أَوْ غَافِلاً أَوْ سَاهِيًا.

فتاویٰ بھکھی شریف

ہر عاقل بالغ خاوند کی دی ہوئی طلاق واقع ہو جاتی ہے، اگرچہ وہ غلام ہو یا مجبور کیا گیا ہو یا مزاح کرنیوالا یا کم عقل یا شراب سے مست ہونے والا یا گونگا اشارہ سے طلاق دے یا خطاء کرنیوالا یعنی اس نے کچھ اور بولنا چاہا مگر اس کی زبان پر جاری ہوا تجھے طلاق ہے یا اس نے زبان سے لفظ ادا کر دیئے مگر معنی کا علم نہیں رکھتا یا وہ غافل ہے یا بھولنے والا۔[2]

غافل یا ساھی کی یہ صورت ہے کہ طلاق کو کسی شرط کے ساتھ معلق کر کے بھول گیا اور شرط پائی گئی۔

1- (البحر الرائق، کتاب الطلاق، باب: الفاظ الطلاق، ج:9، ص:182)

2- (در مختار، ج:3، ص:266)

غافل اور ساھی میں فرق یہ ہے کہ بھولے ہوئے کو یاد دلانے پر یاد آجائے تو وہ غافل ہے ورنہ ساھی۔

ان سب صورتوں میں طلاق واقع ہو جاتی ہے۔

اس تقریر سے واضح ہوا کہ:

1: خاوند اپنی بیوی کو پروگرام کے تحت اپنی مرضی اور ارادہ سے طلاق دے اور اس کا حکم بھی عورت پر جاری کرنا چاہیے اور الفاظ کا معنی اور حکم جانتا بھی ہو۔

2: طلاق دینے کے پروگرام کے بغیر ارادہ اور مرضی سے الفاظ استعمال کرے لیکن طلاق کے وقوع (حکم) کا نہ ارادہ رکھے اور نہ اس سے رضا مند ہو، جیسے شغل ومزاح کے طور پر طلاق دینے والا۔

3: ارادہ اور مرضی سے طلاق کے الفاظ زبان سے ادا کر دیے مگر اسے یہ علم نہیں کہ اس سے میری بیوی کو طلاق ہو جائے گی اور ان الفاظ کے معانی بھی نہیں جانتا۔

4: طلاق کے الفاظ مرضی اور ارادہ سے بول کر کسی شرط سے معلق کیا اور اس بات کو بھول گیا، پھر وہ شرط پائی گی۔

5: کسی نے خاوند کو دھمکی دیکر اور مجبور کر کے اس سے اس کی بیوی کو طلاق دلوا دی یا اسے ڈرا کر اس سے طلاق کے الفاظ کہلوا دیئے اور وہ ان کا معنی اور حکم بھی نہیں جانتا۔

6: نہ ارادہ ہے، نہ مرضی،نہ وہ الفاظ بولنا چاہتا ہے، نہ ان کے حکم کے اجراء پر راضی، بلکہ کچھ اور بولنا چاہتا تھا مگر زبان پر جاری ہو گیا، مثلاً: تجھے طلاق ہے۔

7: نہ ارادہ ہے، نہ رضا، نہ بولے جانے والے الفاظ کا علم، نہ ان کا معنی معلوم شراب پی کے ایسامست ہے کہ دنیا جہاں کی خبر بھی نہیں مگر زبان پر جاری ہو گیا کہ تجھے طلاق ہے۔

ان سب صورتوں میں طلاق ہو گئی۔

جب صریح لفظ سے طلاق کے وقوع کے لیے ارادہ، مرضی، حکم کے ساتھ رضا، عدم رضا، حکم کے اجراء کا ارادہ، عدم ارادہ، اس کا علم یا عدم علم، اس کے معنی کا علم یا عدم علم بلکہ شرابی کو کہے جانیوالے الفاظ کا علم نہ ہونا، ان سب کا کوئی اعتبار و اثر نہیں اور ان سے کوئی چیز وقوع طلاق کے لیے مانع نہیں تو تاکید کی نیت اگر کوئی کر بھی لے تو تاکید کیسے معتبر ہو گی۔

فتح القدیر میں ہے کہ:

لَوْ حَكَمَ حَاكِمٌ بِأَنَّ الثَّلَاثَ بِفَمٍ وَّاحِدٍ وَاحِدَةٌ لَمْ يَنْفُذْ حُكْمُه لِاَنَّه لَا يَسُوْغُ الْاِجْتِهَادُ فِيْهِ.

اگر کوئی حاکم اکٹھی تین طلاقوں کو ایک بنا کر حکم جاری کرے تو اس کا حکم نافذ نہ ہو گا کیونکہ اس مسئلہ میں اجتہاد کی گنجائش نہیں۔[1]

1- (فتح القدیر، کتاب الطلاق، باب: طلاق السنۃ، ج: 7، ص: 460)

جب حاکم کا حکم نافذ العمل نہیں تو کسی مفتی کا حکم دیانت بیان کر دینا عمل کے لیے ہر گز ہر گز کوئی اثر نہیں رکھتا، لہذا مفتی کو چاہیے کہ خود بھی گمراہی سے بچے اور لوگوں کو بھی بچائے، اگر ایسا مفتی نہ رکے تو امام احمد رضا خان فرماتے ہیں کہ ایسے مفتی کو بند کرنا واجب ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ جس نے تین بار الفاظ طلاق کہے اس کی بیوی اس کے لیے حلالہ شرعی کے بغیر حلال نہیں ہو سکتی اور جس نے دو بار الفاظ طلاق کہے، وہ عدت کے اندر رجوع اور عدت کے بعد حلالہ کے بغیر تجدید نکاح کر سکتا ہے، لیکن ایک طلاق جو رہتی ہے دینے سے عورت مغلظہ ہو جائے گی۔

فقط

هذا ما عندي والله تعالى أعلم

وصلى الله تعالى على حبيبه محمد وآله وأصحابه وسلم

باب الظہار (ظہار کا بیان)

چھ بار بیوی کو ماں، بہن کہنا

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک آدمی اپنی بیوی کو چھ بار ماں یا بہن کہے، اور اقبالِ جرم بھی آدمیوں کے سامنے کرے اور ایک دوسری عورت بھی سن رہی ہو؟

اور دوسرا آدمی اپنی بیوی کو صرف ایک بار بہن کہے؟

ذرا وضاحت سے فتوی صادر فرمائیں، مہربانی ہو گی۔

السائل: باطی ولد غلام حیدر، سکنہ گوجرہ

الجواب منه الهداية والصواب

اپنی بیوی کو ماں یا بہن کہنا جھوٹ اور بری بات ہے، اس لیے یہ الفاظ بولنے سے گنہگار ہوئے، دونوں کو توبہ کرنی چاہیے۔ البتہ ان الفاظ سے نکاح میں کوئی فرق نہیں آیا، دونوں کی بیویاں پہلے کی طرح بیویاں ہیں۔

جیسا کہ فتاوی رضویہ میں ہے کہ:

مَنْ قَالَ لِامْرَأَتِهٖ اِبْنَتِیْ لَا یَکُوْنُ طَلَاقاً وَلَا ظِهَاراً.

جس نے اپنی عورت کو بیٹی کہا، یہ طلاق ہے نہ ظہار۔[1]

اپنی بیوی کو بیٹی کہے تو طلاق ہوتی ہے نہ ظہار بنتا ہے، اور بہن کہنا بھی بیٹی (کہنے) کے برابر ہے۔

وَيُكْرَهُ قَوْلُه: أَنْتِ أُمِّيْ وَيَا ابْنَتِيْ وَيَا أُخْتِيْ وَنَحْوُهَا.

اور تو میری ماں ہے، اور اے میری بیٹی، اے میری بہن اور ان جیسے الفاظ کہنا مکروہ ہے۔[2]

فقط

هذا ما عندي والله تعالى أعلم

وصلى الله تعالى على حبيبه محمد وآله وأصحابه وسلم

دو بار اپنی بیوی کو ماں، بہن کہنا

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی جس کی عمر تقریبا 80سال ہے، اس نے آج سے تقریبا 2سال قبل اپنی بیوی کو دو دفعہ ماں کہہ کر اس

1- (فتاوی رضویہ، باب الظہار، ج: 13، ص: 289)

2- (در مختار، باب الظہار، ج: 3، ص: 516)

کو گھر بھیج دیا۔ اس کے علاوہ ایک اور شخص جس کی عمر 60 سال ہے، اس نے دو دفعہ اپنی بیوی کو ماں اور بہن کے الفاظ کہہ دیے۔

اس مسئلہ پر علاقہ کے مفتی صاحب سے پوچھا گیا تو انہوں نے شرع کے مطابق کچھ کفارہ اور توبہ کے لیے کہا، اور یہ بھی کہا کہ اس کے بعد یہ بطور میاں بیوی رہ سکتے ہیں، دو سال بعد پھر 1999-08 تاریخ کو اپنے گھر میں محلے والا ایک شخص ارشد اور اس کا لڑکا ذوالفقار اور اس کی بیوی کا دوسرا حقیقی لڑکا ساجد اور ایک مہمان عورت بھی وہاں موجود تھی، اس کے سامنے بڑے لڑکے نے پوچھا کہ اب میری ماں کا کیا جرم ہے؟ اس نے کہا کہ جرم میں جانتا ہوں۔ لڑکے نے کہا کہ اگر یہ مجرم تھی تو آپ نے اس کا جرم پہلے کیوں نہیں بتایا، یہ ماں تو میری تھی اس کا جرم میں چھپاتا، آپ نے کیوں چھپائے رکھا، یہ میری ماں تھی، آپ کی نہیں؟ اس شخص نے کہا کہ ہاں! یہ میری ماں ہے۔ یہ جملہ دو دفعہ کہا۔

فتاویٰ بھکھی شریف

السائل: ماسٹر منور حسین ولد حسین مغل

الجواب منه الهداية والصواب

اپنی بیوی کو صرف ماں یا بہن کہنا نکاح میں کوئی خرابی پیدا نہیں کرتا، البتہ جھوٹ ہونے کی وجہ سے قائل کو گنہگار بناتا ہے، اس لیے اس پر توبہ لازم ہے اور قبولیت توبہ کے لیے کچھ صدقہ کرنا بہتر ہے، نکاح بدستور باقی ہے، طلاق واقع نہیں ہوئی۔

جیسا کہ فتاوی رضویہ میں ہے کہ:

زوجہ کو ماں، بہن کہنا (خواہ یوں کہ اسے ماں، بہن کہہ کر پکارے یا یوں کہے کہ تو میری ماں بہن ہے) سخت گناہ و نا جائز ہے۔

نیز ایک اور سوال کے جواب میں فتاوی رضویہ میں مذکور ہے کہ:

(اپنی بیوی کو ماں، بہن کہنا) اس سے نہ نکاح میں خلل آئے، نہ توبہ کے سوا کچھ اور لازم آئے۔[1]

فقط

هذا ما عندي والله تعالى أعلم

وصلى الله تعالى على حبيبه محمد وآله وأصحابه وسلم

فتاویٰ بھکھی شریف

یہ میری بیوی نہیں ہے، میری ماں ہے

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے چند افراد کے روبرو اپنی منکوحہ بیوی کے بارے میں کہا کہ یہ میری بیوی نہیں ہے، میری ماں ہے اور آئندہ میں اسے اپنی ماں سمجھوں گا۔

1- (فتاوی رضویہ، باب الظہار، ج: 13، ص: 280)

اس شخص نے کوئی کفارہ بھی ادا نہیں کیا، اس بات سے اس کے نکاح میں کوئی فرق پڑتا ہے یا کہ نہیں؟ اگر پڑتا ہے تو اس شخص کے ساتھ برتاؤ رکھنا کیسا ہے؟ جبکہ وہ بیوی اس کے ساتھ رہ رہی ہے۔

السائل: حافظ غلام مصطفیٰ، صوفی پورہ، منڈی بہاؤالدین

الجواب منه الهداية والصواب

اس کے نکاح میں کوئی خلل واقع نہیں ہوا، اس کلام سے نہ تو ظہار بنتا ہے اور نہ طلاق واقع ہوتی ہے۔

فقط

هذا ما عندي والله تعالى أعلم

وصلى الله تعالى على حبيبه محمد وآله وأصحابه وسلم

خاوند کو چچا اور بیوی کو بیٹی کہنا

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میاں بیوی کا آپس میں جھگڑا ہوا، جھگڑے میں بیوی نے خاوند کو چچا کہا اور خاوند نے بیوی کو بیٹی کہا، شرع شریف کی روشنی میں وضاحت فرمائیں۔

جواب:

بیوی کو بیٹی کہنا جھوٹی بات اور گناہ ہے، اس کے لیے توبہ کرنی چاہیے، نکاح میں کوئی فرق نہیں، اس سے نہ ظہار ہوا اور نہ ہی طلاق۔

فتاوی رضویہ میں ہے کہ:

زوجہ کو ماں بہن کہنا، خواہ یوں کہ اسے ماں بہن کہہ کر پکارے یا یوں کہے کہ تو میری ماں بہن ہے سخت گناہ و ناجائز ہے۔

مگر اس سے نہ نکاح میں خلل آئے، نہ توبہ کے سوا کچھ اور لازم ہو۔[1]

فقط

هذا ما عندي والله تعالى أعلم

وصلى الله تعالى على حبيبه محمد وآله وأصحابه وسلم

بیوی کو ماں، بہن اور بیٹی کہنا

میں (سید اقبال حسین شاہ ولد سید گلزار حسین شاہ، ساکن: گوجرہ) حلفیہ بیان دیتا ہوں کہ میں نے اپنی بیوی نذیراں بی بی کو لفظ (طلاق) نہیں کہا ہے، میں حلفیہ بیان دیتا

1- (فتاوی رضویہ، کتاب الطلاق، باب الظہار، ج:13، ص: 279-286)

ہوں کہ میں نے غصے میں آکر اسے ماں، بہن اور بیٹی کہا ہے، اس سے زیادہ ایک لفظ بھی نہیں کہا۔

علمائے حق کا فتویٰ درکار ہے۔

السائل: سید اقبال حسین شاہ ولد سید گلزار حسین شاہ، ساکن: گوجرہ

موقع کے گواہان

1۔ میں مسمّٰی ظفر اقبال ولد متعلیٰ خان ساکن گوجرہ حلفیہ بیان دیتا ہوں کہ سید اقبال حسین شاہ کا بیان لفظ بلفظ درست ہے، میں موقع کا گواہ ہوں، یہ الفاظ میرے سامنے ادا کیے گئے، طلاق کے الفاظ ادا نہیں کیے گئے ہیں۔ (ظفر اقبال ولد متعلی خان، ساکن: گوجرہ)

2۔ میں مسمّٰی علی احمد ولد محمد شفیع ساکن گوجرہ حلفیہ بیان دیتا ہوں کہ سید اقبال حسین شاہ ولد سید گلزار حسین شاہ کا بیان بالکل درست ہے، الفاظ میرے سامنے ادا کیے ہیں، میں موقع کا گواہ ہوں، لفظ (طلاق) کی ادائیگی نہیں ہوئی۔ (علی احمد ولد محمد شفیع، ساکن: گوجرہ)

الجواب منه الهداية والصواب

صورت مسؤلہ میں بیہودہ کلام ہوئی اور جھوٹی بات کہی گئی ہے، لہٰذا یہ کلام کرنے والا گنہگار ہوا ہے، اسے توبہ کرنا لازم ہے اور اپنی مرضی سے توبہ کی قبولیت کے لیے توبہ کرنے سے پہلے کچھ صدقہ کر لے تو بہتر ہے اور نکاح میں کوئی خرابی واقع نہیں ہوئی، اس کی بیوی بدستور سابق اس کی بیوی ہی ہے۔

فتاوی رضویہ میں ہے کہ:

''زوجہ کو ماں بہن کہنا، خواہ یوں کہ اسے ماں بہن کہہ کر پکارے یا یوں کہے
کے تو میری ماں بہن ہے سخت گناہ و ناجائز ہے۔

مگر اس سے نہ نکاح میں خلل آئے، نہ توبہ کے سوا کچھ اور لازم ہو''۔[1]

فقط

هذا ما عندي والله تعالى أعلم

وصلى الله تعالى على حبيبه محمد وآله وأصحابه وسلم

1- (فتاوی رضویہ، کتاب الطلاق، باب الظہار، ج:13، ص: 279-286)

فتاویٰ
بھکھی شریف

باب العدۃ (عدت کے مسائل کا بیان)

حاملہ کی عدت کا مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک آدمی اپنی بیوی کو حمل کی حالت میں طلاق دے، تو طلاق واقع ہو جاتی ہے یا نہیں؟

شرعاً حکم صادر فرمائیں۔

فتاویٰ بھکھی شریف

السائل: محمد اسلم، ساکن: کاکوال، ضلع منڈی بہاؤالدین

الجواب منه الهداية والصواب

عورت جس حال میں ہو خاوند طلاق دینے کے قابل ہو تو طلاق واقع ہو جاتی ہے۔

حاملہ عورت کی قرآن کریم نے عدت بیان فرمائی ہے کہ:

وَأُولَاتُ الْأَحْمَالِ أَجَلُهُنَّ أَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ.

ترجمہ: حمل والی عورتوں کی عدت وضعِ حمل ہے۔[1]

1- (سورہ: طلاق، آیت نمبر: 4)

اور عدت طلاق ہو جانے کے بعد شروع ہو جاتی ہے، اگر طلاق واقع نہ ہوتی تو عدت کا حکم نہ دیا جاتا۔

فقط

هذا ما عندي والله تعالى أعلم

وصلى الله تعالى على حبيبه محمد وآله وأصحابه وسلم

مطلقہ کا شوہر کے گھر میں رہنا

مسماۃ جلاں دختر صالحوں کی شادی 1972ء میں اپنے ماموں کے بیٹے محمد خان سے ہوئی تھی، مذکورہ عورت کے بطن سے اولاد تاحال نہیں ہوئی، مسماۃ جلاں نے اپنے بھائی متعلیٰ ولد صالحوں سے اپنی بھتیجی مسماۃ نسیم بی بی کا رشتہ اپنے خاوند محمد خان کے لیے لیا، نکاح سے پہلے محمد خان کو اپنی پہلی زوجہ کو طلاق دینی پڑی، تو طلاق تحریری دینے کے بعد مسماۃ نسیم بی بی دختر متعلیٰ ولد صالحوں کا نکاح محمد خان سے ہو گیا۔

سوال یہ ہے کہ مسماۃ جلاں بی بی اور مسماۃ نسیم بی بی اور محمد خان ایک ہی گھر میں رہ سکتے ہیں، شرعی قانون کے اندر کوئی ایسی شکل ہے کہ جس میں مطلقہ پھوپھی اپنی بھتیجی کے ساتھ رہ سکتی ہو؟

السائل: سید حسنات شاہ، موضع رتوکالا

الجواب منه الهداية والصواب

فتاویٰ بھکھی شریف

ان کے درمیان کوئی حجاب نہیں رہا، اس لیے احتیاط کی ضرورت اجنبیہ عورت کے ساتھ خلوت کی بنسبت زیادہ ہے، اس لیے ان کا کسی اور کے سوا ایک مکان میں تھوڑے وقت کے لیے بھی اکٹھا رہنا جائز نہیں، ہر وقت اس جگہ کسی تیسرے فرد کا موجود ہونا ضروری ہے، اگر ایسی صورت ہو سکے تو جلاں بی بی، نسیم بی بی اور محمد خان ایک گھر میں رہ سکتے ہیں اور بہتر یہ ہے کہ محمد خان جلاں بی بی کو علیحدہ مکان دے دے۔

فقط

هذا ما عندي والله تعالى أعلم

وصلى الله تعالى على حبيبه محمد وآله وأصحابه وسلم

مطلقہ کے نان ونفقہ کا مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی ہے، کیا اس عورت کا نان نفقہ اس کے ذمے ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو کتنے عرصے تک؟ اور اس کا شرعی اندازہ کیا ہے؟

السائل: نذیر احمد، چک نمبر 20

الجواب منه الهداية والصواب

مطلقہ عورت کے لیے عدت کے دنوں کا نان نفقہ مرد کے ذمے ہے اور وہ بقدر کفایت ہے، اس کی مقدار شریعت میں معین نہیں ہے کیونکہ بعض لوگوں کو تھوڑا کھانا کفایت کرتا ہے اور بعض کو زیادہ کی ضرورت ہوتی ہے، بعض چھوٹے قد کے ہوتے ہیں اور بعض لمبے قد کے، اور جو عورت لمبے قد کی ہوتی ہے اس کے لیے وہ کپڑا کفایت نہیں کرتا جو چھوٹے قد والی کو کافی ہوتا ہے۔

ہدایہ میں ہے کہ:

وَإِذَا طَلَّقَ الرَّجُلُ امْرَأَتَه فَلَهَا النَّفَقَةُ وَالسُّكْنَي فِيْ عِدَّتِهَا.

اور جب آدمی اپنی بیوی کو طلاق دے تو عدت کے ایام میں اس کا خرچہ ورہائش مرد کے ذمے ہے۔[1]

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ روایت کرتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہند بن عتبہ کو ارشاد فرمایا کہ:

خُذِیْ مِنْ مَالِه بِالْمَعْرُوْفِ مَا يَكْفِيْكِ وَيَكْفِيْ بَنِيْكِ.

اپنے شوہر کے مال سے اچھے طریقے سے اتنا لے جو تجھے اور تیرے بیٹوں کو کافی ہو۔[2]

نیز ہدایہ میں ہی ہے کہ:

لِأَنَّ مَا وَجَبَ كِفَايَةً لَا يُتَقَدَّرُ شَرْعاً فِيْ نَفْسِه .

اس لیے کہ جو کفایتاً واجب ہے فی نفسہ شریعت میں اس کی کوئی مقدار مقرر نہیں ہے۔[3]

عنایہ شرح ہدایہ میں ہے کہ:

لِأَنَّه مِمَّا يَخْتَلِفُ فِيْهَا أَحْوَالُ النَّاسِ بِحَسْبِ الشَّبَابِ وَالْهَرَمِ وَبِحَسْبِ الْأَوْقَاتِ وَالْأَمَاكِنِ.

1- (ہدایہ، کتاب الطلاق، باب النفقہ، ج: 2، ص: 446)
2- (صحیح مسلم، کتاب الاقضیہ، باب: قضیۃ ہند، ج: 5، ص: 129، حدیث نمبر: 4574)
3- (ہدایہ، کتاب الطلاق، باب النفقہ، ج: 2، ص: 442)

اس لیے کہ یہ (نفقہ) بھی ان اشیاء میں سے ہے جن میں لوگوں کے احوال مختلف ہوتے ہیں جوانی و بڑھاپے کے اعتبار سے اور اوقات و اماکن کے اعتبار سے۔[1]

فقط

هذا ما عندي والله تعالى أعلم

وصلى الله تعالى على حبيبه محمد وآله وأصحابه وسلم

فتاویٰ
بھکھی شریف

عورت عدت کہاں گزارے

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک آدمی نے اپنی عورت کو کہا کہ میں نے تجھے طلاق دی، طلاق دی، طلاق دی، اب عورت عدت کہاں گزارے گی، کیسے گزارے گی اور عدت کیا ہے؟

اور اگر میاں بیوی کی حیثیت سے رہنا چاہیں تو کس صورت میں؟ جبکہ عورت کے رحم میں پانچ ماہ کا بچہ بھی ہے۔

السائل: طالب حسین، سکول محلہ، منڈی بہاؤالدین

1- (عنایہ شرح ہدایہ، کتاب الطلاق، باب النفقہ، ج: 6، ص: 201)

الجواب منه الهداية والصواب

عورت کو تین طلاقیں ہو چکی ہیں اور عورت بالغہ غیر حاملہ سن ایاس (بڑھاپے) کو نہ پہنچی ہو تو اس کی عدت تین حیض ہے وہ جتنی بھی مدت میں پورے ہوں۔

عدت کا وقت خاوند کے گھر میں گزارنا حکم شرعی ہے، نہ خاوند اس کو گھر سے نکال سکتا ہے، نہ عورت وہاں سے جا سکتی ہے، خاوند نکالے تو وہ گنہگار ہو گا، اگر وہ اپنی مرضی سے نکلے گی تو وہ شریعت کی مجرم ٹھہرے گی، بلکہ عذر شرعی کے بغیر وہ عدت کے دنوں میں دن کو بھی گھر سے باہر نکلے گی تو وہ گنہگار ہو گی، عدت کے دنوں کا خرچہ خاوند کے ذمہ ہے۔

اب ان کا ازدواجی تعلق حلالہ شرعی کے بغیر ناممکن ہے اور حلالہ شرعی یہ ہے کہ عورت عدت گزار کر کسی اور مرد سے نکاح کرے وہ مرد اس سے وطی کرنے کے بعد فوت ہو جائے یا طلاق دے، پھر عورت اس کی عدت گزار کر پہلے خاوند سے نکاح کر سکتی ہے۔

قرآن کریم میں ہے کہ:

اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوْفٍ أو تَسْرِيْحٌ بِإِحْسَانٍ.

ترجمہ: یہ طلاق دو بار تک ہے پھر بھلائی کے ساتھ روک لینا ہے یا اچھے سلوک کے ساتھ چھوڑ دینا ہے۔[1]

1- (سورہ: بقرہ، آیت نمبر: 229)

دوسرے مقام پہ قرآن کریم میں ہے کہ:

فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَه مِنْ بَعْدُ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَه،

ترجمہ: پھر اگر تیسری طلاق اسے دی تواب وہ عورت اسے حلال نہ ہو گی جب تک دوسرے خاوند کے پاس نہ رہے۔[1]

دو بار طلاق دینے کے بعد رجوع ہو سکتا ہے اور تیسری طلاق دینے کا بھی اختیار ہے، اگر تیسری طلاق دے دی تو پھر وہ عورت طلاق دینے والے کے لیے حلال نہیں تاوقتیکہ کوئی دوسرا مرد نکاح کر کے وطی کرے اور عدت گزر جائے۔

ہدایہ میں ہے کہ:

وَطَلَاقُ الْبِدْعَةِ أَنْ يُطَلِّقَهَا ثَلَاثًا بِكَلِمَةٍ وَّاحِدَةٍ أَوْ ثَلَاثًا فِيْ طُهْرٍ وَّاحِدٍ فَإِذَا فَعَلَ ذٰلِكَ وَقَعَ الطَّلَاقُ وَكَانَ عَاصِيًا.

طلاق بدعت یہ ہے کہ مرد ایک لفظ سے تین طلاقیں دے یا ایک طہر میں تین طلاقیں دے، جب مرد اس طرح طلاق دے گا تو طلاق واقع ہو جائے گی اور طلاق دہندہ (طلاق دینے والا) گنہگار ہو گا۔[2]

قرآن کریم میں ہے کہ:

1- (سورہ: بقرہ، آیت نمبر: 230)

2- (ہدایہ، کتاب الطلاق، باب: طلاق السنہ، ج: 2، ص: 374)

وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوْءٍ.

ترجمہ: طلاق والی عورتیں اپنی جانوں کو تین حیض مکمل ہونے تک روکے رکھیں۔[1]

دوسرے مقام پہ ہے کہ:

لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْ بُيُوْتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ اِلَّا اَنْ يَّأْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُبينة

عدت میں انہیں ان کے گھروں سے نہ نکالو اور نہ وہ آپ نکلیں، مگر یہ کہ کوئی صریح بے حیائی کی بات لائیں (تو نکال سکتے ہو)۔[2]

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے سنا:

لِلْمُطَلَّقَةِ الثَّلَاثِ النَّفَقَةُ وَالسُّكْنٰي مَا دَامَتْ فِيْ الْعِدَّةِ.

تین طلاق والی کے لیے جب تک کہ وہ عدت میں ہے خرچہ اور رہائش (طلاق دینے والے کے ذمے) ہے۔[3]

فقط

هذا ما عندي والله تعالى أعلم

وصلى الله تعالى على حبيبه محمد وآله وأصحابه وسلم

1- (سورہ: بقرہ، آیت نمبر: 227)

2- (سورہ: طلاق، آیت نمبر: 1)

3- (ہدایہ، باب النفقہ، فصل: واذا طلق الرجل امرأتہ، ج: 2، ص: 446)

حاملہ کی عدت و عدت میں نکاح کا مسئلہ

فتاویٰ بھکھی شریف

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ حاملہ عورت جس کو اس کے خاوند نے طلاق دے دی ہو یا عورت نے تنسیخ نکاح کے دعویٰ کے ذریعے طلاق حاصل کی ہو، اس کی عدت کیا ہو گی؟ کیا وہ عورت بچہ جنے بغیر کسی دوسرے شخص سے نکاح کر سکتی ہے؟ اگر اس عورت نے دوران حمل ہی کسی دوسرے شخص سے نکاح کر لیا تو کیا وہ نکاح صحیح ہو گا؟ نیز نکاح کرنے والے کو اس بات کا علم ہے کہ عورت حاملہ ہے، پھر بھی نکاح کرلے تو اس کے لیے کیا حکم ہے؟ نکاح خواں اور گواہوں کا نکاح بھی رہے گا یا کہ نہیں؟

السائل: قاری غلام مجتبیٰ، بھکھی شریف، منڈی بہاؤالدین

الجواب منه الهداية والصواب

حاملہ عورت کو طلاق ہو تو اس کی عدت وضعِ حمل ہوتی ہے۔

قرآن کریم میں ہے کہ:

وَأُولَاتُ الْأَحْمَالِ أَجَلُهُنَّ أَنْ يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ.

ترجمہ: اور حاملہ عورتوں کی میعاد یہ ہے کہ وہ اپنا حمل جن لیں۔[1]

اور طلاق رجعی، بائن اور مغلظہ تین قسم کی ہوتی ہے۔

اگر خاوند نے رجعی طلاق دی تو عدت پوری ہونے سے پہلے اسے رجوع کا حق حاصل ہے، اگر رجوع کرے تو مطلقہ بدستور سابق اس کی بیوی شمار ہو گی۔

قرآن کریم میں ہے کہ:

اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوْفٍ أو تَسْرِيْحٌ بِإِحْسَانٍ.

ترجمہ: یہ طلاق دو بار تک ہے پھر بھلائی کے ساتھ روک لینا ہے یا اچھے سلوک کے ساتھ چھوڑ دینا ہے۔[2]

اس صورت میں اس عورت کا بچہ جننے کے بعد بھی کسی اور مرد سے نکاح صحیح نہیں ہو سکتا ہے۔

اگر طلاق بائن ہو تو عدت کے اندر طلاق دہندہ نکاح کر سکتا ہے، کسی اور سے نکاح صحیح نہیں ہو سکتا۔

اگر طلاق مغلظہ ہو تو کسی اور مرد سے عدت کے اندر نکاح جائز نہیں ہے بلکہ نکاح کا پیغام دینا بھی حرام وگناہ ہے۔

قرآن کریم میں ہے کہ:

1- (سورہ: طلاق، آیت نمبر:4)

2- (سورہ: البقرہ، آیت نمبر:229)

وَلَا تَعْزِمُوْا عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتّٰى يَبْلُغَ الْكِتَابُ أَجَلَه.

ترجمہ: اور نکاح کی گرہ پکی نہ کرو جب تک لکھا ہوا حکم اپنی میعاد کو نہ پہنچ لے۔[1]

لہٰذا طلاق رجعی، بائن اور مغلظہ میں وضع حمل سے پہلے کسی اور مرد سے نکاح جائز نہیں ہے، حرام و گناہ ہے، اگر نکاح کیا گیا تو محض باطل ہے، مرد و عورت نے قربت کر لی تو زنا کیا، ان پر فوراً علیحدگی اختیار کرنا اور توبہ کرنا لازم ہے۔

اگر تنسیخ نکاح کا مقدمہ درج کر کے جج سے تنسیخ نکاح کی ڈگری حاصل کر لی اور وہ ایک طرفہ ہو یا فریق ثانی حاضر ہو کر طلاق نہ دے اور ایسی کوئی وجہ شرعی بھی نہ ہو جس کے ذریعے جج کو فسخ نکاح کا اختیار از روئے شرع حاصل ہو تو وہ عورت بدستور سابق اپنے خاوند کی منکوحہ ہوئی، بچے کی پیدائش کے بعد بھی کسی دوسرے مرد سے نکاح نہیں کر سکتی، اگر جج نے کسی شرعی وجہ سے نکاح فسخ کیا تو عدت وضع حمل ہے، اس سے پہلے نکاح کرنا محض باطل ہو گا۔

فتاویٰ بھکھی شریف

البتہ نکاح خوان، گواہان اور حاضرین مجلس جن کو معلوم ہو کہ ابھی عدت پوری نہیں ہوئی لیکن پھر بھی وہ اس نکاح کی مجلس میں شریک ہوئے تو سب گناہ کبیرہ کے مرتکب اور زنا کے دلال ٹھہرے، ان سب پر توبہ واستغفار لازم ہے۔

1- (سورہ: البقرہ، آیت نمبر: 235)

اگرانہوں نے یہ نکاح جائز جان کر کیا تو وہ سب ہی دائرہ اسلام سے خارج ہوئے،

ان پر تجدید اسلام لازم ہے اور اگر بیویاں رکھتے ہیں تو تجدید نکاح بھی لازم ہے، لیکن

جب تک ان کی طرف سے جواز کی نیت کا اظہار نہ ہو ان پر یہ حکم جاری نہیں کیا جا سکتا،

جیسا کہ تارکِ صلوۃ پر فرضیت نماز کے منکر کا سا حکم نہیں لگایا جا سکتا اگرچہ وہ کئی سال

سے نماز کا تارک ہو۔

فقط

هذا ما عندي والله تعالى أعلم

وصلى الله تعالى على حبيبه محمد وآله وأصحابه وسلم

عدت کے دوران زوجہ کی ہمشیرہ سے نکاح

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ طلاق ثلاثہ واقع ہونے کے بعد مطلقہ

مغلظہ کی عدت کے دوران اس کی سگی بہن سے نکاح ہو سکتا ہے یا کہ نہیں؟ ایسے نکاح کا

کیا حکم ہے؟

السائل: محمد افتخار احمد، خطیب اعلیٰ فوجی منڈی

الجواب منه الهداية والصواب

وہ نکاح محض باطل اور کالعدم ہے، مرد و عورت پر لازم ہے کہ فوراً جدا ہو جائیں اور جو کچھ کیا ہے اس پر استغفار کریں اور معتدہ کی عدت ختم ہونے پر تجدید نکاح کریں۔

فتاوی عالمگیری میں ہے کہ:

وَلَا يَحِلُّ أَنْ يَتَزَوَّجَ أُخْتَ مُعْتَدَّتِهِ سَوَاءٌ كَانَتِ الْعِدَّةُ عَنْ طَلَاقٍ رَجْعِيٍّ أَوْ بَائِنٍ أَوْ ثَلَاثٍ أَوْ عَنْ نِكَاحٍ فَاسِدٍ أَوْ عَنْ شُبْهَةٍ.

اور کسی مرد کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ کسی عورت کی عدت کے اندر اس کی ہمشیرہ سے نکاح کرے چاہے وہ عدت طلاق رجعی کی ہے، بائن کی، مغلظہ کی، نکاح فاسد کی یا شبہہ نکاح کی۔[1]

فقط

هذا ما عندي والله تعالى أعلم

وصلى الله تعالى على حبيبه محمد وآله وأصحابه وسلم

1- (فتاوی عالمگیریہ، کتاب النکاح، القسم الرابع: المحرمات بالجمع، ج: 6، ص: 486)

غیر حاملہ مطلقہ کی عدت

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی منکوحہ بیوی غیر حاملہ کو مؤرخہ 08-05-2004 طلاق دی، مذکورہ بیوی نے مؤرخہ 16-08-2004 کو نکاح دوسری جگہ کر لیا۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ دوسرے نکاح کا شرعاً کیا حکم ہے؟

السائل: عبد الخالق ولد عبد الغنی، گجرات

الجواب منه الهداية والصواب

جس عورت کو حیض آتا ہو طلاق کی صورت میں اس کی عدت تین حیض ہے، اگر طلاق کے بعد مکمل تین حیض آکر ختم ہو گئے تھے اور اس کے بعد نکاح کیا گیا تو یہ نکاح درست ہے، اور اگر تیسرا حیض ختم ہونے سے پہلے نکاح کیا گیا تو باطل ہے اور مرد و عورت کا میل جول حرام و گناہ ہے۔

قرآن مجید میں ہے کہ:

وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوْءٍ

ترجمہ: اور طلاق والیاں اپنی جانوں کو روکے رہیں تین حیض تک۔[1]

اوراس صورت میں عورت کا قول معتبر ہو گا۔

فقط

هذا ما عندي والله تعالى أعلم

وصلى الله تعالى على حبيبه محمد وآله وأصحابه وسلم

1- (سورہ: بقرہ، آیت نمبر: 228)

باب النسب (نسب کے مسائل کا بیان)

بچے کی اپنی ذات سے نفی کا مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میں سجاد حسین ولد سید حنیف شاہ عابدہ بی بی دختر بہادر شاہ جو کہ میری منکوحہ زوجہ ہے، باہمی ناچاکی کشیدگی اختیار کر گئی ہے اور وہ ناراض ہو کر میکے چلی گئی ہے، مصالحت کی گنجائش نہیں، قبل اس کے دو نوٹس طلاق کے دے چکا ہوں، آج تیسری طلاق تحریری ثبوت کے طور پر لکھ رہا ہوں، مذکورہ کو ہر سہ بار طلاق، طلاق، طلاق دے کر اپنی زوجیت سے خارج کرتا ہوں۔

مذکورہ کا ایک بیٹا ہوا ہے جو کہ میرے نطفہ سے نہیں ہے، شادی سے قبل اس کے حمل پر پردہ پوشی کی مگر مذکورہ معاملہ اس کا والد بہادر سمجھ نہ سکا، بیٹے کے کسی خرچہ، نان ونفقہ کا ہرگز ذمہ دار نہ ہوں گا۔

مذکورہ کو حق ہے کہ بعد تکمیل ایام عدت عقد ثانی کرے، میرا عذر اعتراض نہ ہو گا۔

نقل نوٹس طلاق بخدمت جناب چیئرمین صاحب ٹاؤن کمیٹی مرسل ہے کہ مؤثر قرار پائے، مذکورہ کا کوئی سامان، جہیز نہ ہے، اور نہ ہی کوئی لین دین باقی ہے۔

گواہ:

سردار شاہ ولد رفیق شاہ افسر شاہ ولد شہادت شاہ

15-06-1999، ملکوال

الجواب منه الهداية والصواب

صورت مسئولہ میں تحریر کے مطابق تین طلاقیں ہو چکی ہیں اور عورت اپنے خاوند پر حرام ہو چکی ہے، عدت گزارنے کے بعد سابق خاوند کے علاوہ جس مرد سے چاہے عقدِ ثانی کر سکتی ہے، اگر سابق خاوند سے کرنا چاہے تو حلالہ شرعی کے بغیر جائز نہیں۔

فتاویٰ بھکھی شریف

قرآن کریم میں ہے کہ:

فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَه مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَه۔

ترجمہ: پھر اگر تیسری طلاق اسے دی تو اب وہ عورت اسے حلال نہ ہو گی جب تک دوسرے خاوند کے پاس نہ رہے۔[1]

بچے کے نسب کی نفی کرنے سے عورت پر زنا کی تہمت لگائی گئی، اگر ثابت نہ کر سکے تو از روئے شرع حدِ قذف کا سزاوار ہے اور بچہ پھر بھی اس کا ہو گا۔

ہدایہ میں ہے کہ:

1- (سورہ: بقرہ، آیت نمبر: 230)

وَإِذَا نَفَى الرَّجُلُ وَلَدَ امْرَأَتِه عَقِيْبَ الْوِلَادَةِ أَوْ فِي الْحَالَةِ الَّتِيْ تُقْبَلُ التَّهْنِئَة وَتُبْتَاعُ آلَةُ الْوِلَادَةِ صَحَّ نَفْيُه وَلَاعَنَ بِه وَإِنْ نَفَاهُ بَعْدَ ذَلِكَ لَاعَنَ، وَيَثْبُتُ النَّسْبُ.

اگر کوئی آدمی اپنی بیوی کے بچے کی اپنی ذات سے ولادت کے فوراً بعد یا ایسی حالت میں کہ مبارکبادیاں قبول کی جائیں اور ولادت کی ضروریات خریدی جاچکی ہوں، نفی کرے تو اس کا نفی کرنا صحیح ہے اور وہ لعان کرے، اگر اس کے بعد نفی کرے تو وہ لعان بھی کرے اور بچے کا نسب بھی اسی سے ثابت ہو گا۔[1]

فقط

هذا ما عندي والله تعالى أعلم

وصلى الله تعالى على حبيبه محمد وآله وأصحابه وسلم

1- (ہدایہ، کتاب الطلاق، باب اللعان، ج: 2، ص: 426)

باب الحضانة (بچے پرورش کے احکام)

لڑکا بالغ اور لڑکیاں نابالغ، پرورش کون کرے گا؟

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص فوت ہو گیا ہے، اس کی اولاد میں ایک لڑکا بالغ اور تین لڑکیاں نا بالغ ہیں، بیوہ عمر رسیدہ ہے، شرعی طور پر کفالت کی ذمہ داری کس کی ہے؟ اگر جائیداد ہو تو اس کی تقسیم کیا ہو گی؟

فتاویٰ بھکھی شریف

الجواب منه الهداية والصواب

اگر جائیداد ہو تو اس میں سے سب سے پہلے متوفی کی تجہیز و تکفین، پھر اگر قرض ہو تو اس کی ادائیگی اور پھر اگر مرنے والے نے کچھ وصیت کی ہو تو بقیہ مال کے تہائی سے اس وصیت کے اجراء کے بعد بقیہ جائیداد کو چالیس مساوی حصوں میں تقسیم کر کے پانچ حصے بیوہ کو اور سات حصے ہر لڑکی کو ملیں گے، جبکہ لڑکا چودہ حصوں کا مستحق ہو گا۔

جو افراد اپنا نفقہ اپنے مال اور اپنے کسب سے نہ چلا سکیں ان کا خرچہ ان کے ایسے وارثوں پر لازم ہوتا ہے جو مالدار ہوں، ان افراد کے علاوہ کچھ اور وارث بھی شامل ہو سکتے ہیں، لہٰذا تفصیلی حکم کے لیے رشتہ داروں کی تفصیل درکار ہے۔

فقط

هذا ما عندي والله تعالى أعلم

وصلى الله تعالى على حبيبه محمد وآله وأصحابه وسلم

طلاق کے بعد بچوں کی پرورش کون کرے گا؟

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک آدمی کی شادی ہوئی، کچھ عرصہ دونوں میاں بیوی ہنسی خوشی زندگی گزارنے لگے، جبکہ اس عرصہ میں دو بچیاں پیدا ہوئیں، اب کچھ عرصہ سے دونوں کے درمیان اختلاف ہے، اختلاف کی وجہ عورت کی بد کرداری ہے، میاں نے ہر طریقے سے اسے اس گناہ سے بچنے اور پاک زندگی گزارنے کا کہا لیکن عورت نے صاف انکار کر دیا، معاملہ طلاق تک پہنچ گیا لیکن ابھی تک طلاق واقع نہیں ہوئی، اب ان دو بچیوں میں سے ایک کی عمر 11 سال ہے اور دوسری کی عمر 9 سال ہے۔

آپ یہ واضح فرمائیں کہ یہ دونوں بچیاں ماں کی طرف جائیں گی یا باپ کی طرف، آپ کی طرف سے جواب موصول ہونے پر پنچائیت فیصلہ کرے گی، اس لیے مہربانی فرما کر قرآن وسنت کی روشنی میں جواب دیں۔

السائل: سید شبیر حسین شاہ

الجواب منه الهداية والصواب

از روئے شرع اسلامی سال کے اعتبار سے نو سال یا اس سے زائد عمر کے بچے ماں اپنے پاس نہیں رکھ سکتی۔

فقط

هذا ما عندي والله تعالى أعلم

وصلى الله تعالى على حبيبه محمد وآله وأصحابه وسلم

بعد طلاق بچے کس کے پاس اور کتنا عرصہ رہیں گے

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک آدمی نے ایک کاغذ پہ لکھ کر اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں، اس کے دو بچے ہیں جن کی عمر 3 سال اور ڈیڑھ سال ہے اور وہ عورت اس گھر سے نکلنا نہیں چاہتی تو اس کا از روئے شرع کیا حکم ہے؟

الجواب منه الهداية والصواب

تین طلاقیں ہو چکی ہیں اور اب حلالہ شرعی کے بغیر ان دونوں کا ازدواجی تعلق بنانا ممکن نہیں اور مطلقہ عورت عدت کے دن اس گھر میں گزارے جس میں طلاق سے

پہلے رہتی تھی اور بچے اس کے پاس رہیں گے، بچوں اور اس کی ماں کا خرچہ طلاق دہندہ کے ذمے ہو گا لیکن مرد کو اس عورت سے پرہیز کرنے کی احتیاط دوسری اجنبی عورتوں سے پرہیز کی بنسبت زیادہ ہو گی، عدت ختم ہونے کے بعد عورت بچوں کو از روئے شرع اپنے پاس رکھ سکتی ہے، ہر بچہ سات برس کی عمر ہونے تک اپنی ماں کے پاس رہے گا اور اس کا خرچہ اس بچے کا باپ ادا کرے گا۔

قرآن کریم میں ہے کہ:

فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَه مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَه،

ترجمہ: پھر اگر تیسری طلاق اسے دی تو اب وہ عورت اسے حلال نہ ہو گی جب تک دوسرے خاوند کے پاس نہ رہے۔ [1]

دوسرے مقام پہ ارشاد فرمایا:

لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْ بُيُوْتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ اِلَّا اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُبينة

عدت میں انہیں ان کے گھروں سے نہ نکالو اور نہ وہ آپ نکلیں، مگر یہ کہ کوئی صریح بے حیائی کی بات لائیں (تو نکال سکتے ہو)۔ [2]

ہدایہ میں ہے کہ:

وَاِذَاوَقَعَتِ الْفُرْقَةُ بَيْنَ الزَّوْجَيْنِ فَالْأُمُّ أَحَقُّ بِالْوَلَدِ ،وَالنَّفَقَةُ عَلَى الْأَبِ.

1- (سورہ: بقرہ، آیت نمبر: 230)

2- (سورہ: طلاق، آیت نمبر: 1)

اور جب میاں بیوی کے درمیان جدائی واقع ہو جائے تو ماں اولاد کی زیادہ حقدار ہے اور نفقہ باپ کے ذمے ہو گا۔

نیز فرمایا:

وَالْأُمُّ وَالْجَدَّةُ أَحَقُّ بِالْجَارِيَةِ حَتَّى تَحِيْضَ.

اور ماں اور نانی لڑکی کو اپنے پاس رکھنے کی زیادہ حقدار ہیں یہاں تک کہ لڑکی کو حیض آئے۔

وَالْخَصَّافُ قَدَّرَ الْاِسْتِغْنَاءَ بِسَبْعِ سِنِيْنَ اِعْتِبَارًا لِلْغَالِبِ.

اور امام خصاف رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اکثر طور پر بچہ سات برس کی عمر تک مستغنی ہو جاتا ہے۔[1]

فقط

هذا ما عندي والله تعالى أعلم

وصلى الله تعالى على حبيبه محمد وآله وأصحابه وسلم

1- (ہدایہ، کتاب الطلاق، باب: حضانۃ الولد ومن احق بہ، ج: 2، ص: 438-440)

کتاب البیوع

(خرید وفروخت کے مسائل)

ڈپو اور بھنوتی کی بیع کا مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ آج کل کے پر فتن دور میں کاروباری حضرات اور چند امیر لوگوں نے سود کے نام مٹا کر اور بہت سے نام تجویز کر لیے ہیں اور دوست بڑھانے کے چکر میں ہیں، جس طرح کہ ڈپو اور بھنوتی ہے۔

فتاویٰ
بھکھی شریف

ڈپو کی تعریف: ڈپو یہ ہے کہ ایک شخص کسی دوکاندار سے کھاد لیتا ہے، اس کی کھاد کی ہر بوری کی نقد قیمت: 352 روپے اور ادھار 2 ماہ مدت کے لیے 450 روپے ہے، اگر آپ کو منظور ہے تو لے لیں، غریب آدمی مجبوری کی صورت میں دوکاندار سے 10 یا 15 بوریاں لے لیتا ہے اور اس مقرر مدت میں جو کھاد کے حساب سے رقم بنتی ہے وہ واپس کرتا ہے۔

آپ قرآن و حدیث کی روشنی میں بتائیں کہ یہ کاروبار جائز ہے، یا سود اور ناجائز ہے؟ اگر جائز ہے تو کس طریقے میں، اگر ناجائز ہے تو یہ کاروبار کرنے والوں کے لیے شرع میں کیا حکم ہے؟

بھنوتی کی تعریف: بھنوتی یہ ہے کہ آج حاضر قیمت گندم کی 300 روپے ہے، ایک آدمی کو رقم کی ضرورت ہے تو مجبوراً کاروباری یا امیر آدمی کے پاس جاتا ہے کہ مجھے 6000 روپے کی ضرورت ہے، اس پر رقم دینے والا کہتا ہے کہ یہ نقد 6000 روپے لے جاؤ میں تم سے 30 من گندم موسم میں لوں گا یعنی گندم کی کٹائی اپریل میں ہو گی، اس وقت اتنی گندم دینی ہو گی، اگر اس وقت گندم کی قیمت 350 روپے ہو جائے یا کم ہو جائے بہرحال گندم دینی ہو گی، اگر یہ شرط آپ کو قبول ہے تو رقم لے جاؤ، یعنی 200 روپے فی من کے حساب سے لے جاؤ موسم گرما میں 30 من گندم دینی پڑے گی، لینے والا یہ شرط قبول کر کے بھنوتی کرتا ہے۔

فتاویٰ بھکھی شریف

تو آپ قرآن و حدیث کی روشنی میں بتائیں کہ یہ بھنوتی جائز ہے یا ناجائز؟ اگر ناجائز ہے تو لکھ کر مہر لگا کر بھیج دیں، اگر جائز ہے تو کن شرائط پر؟ لکھ کر بھیج دیں۔

السائل: عابد حسین

الجواب منه الهداية والصواب

جب دو آدمی آپس میں کسی چیز کی خرید و فروخت کریں تو نقد و ادھار اور جس قیمت پر چاہیں بیع کر سکتے ہیں، ایک آدمی ایک چیز کو جو لوگوں کی نظر میں مثلاً ایک سو روپے کی ہے، ہزار روپے میں بھی اس کی خرید و فروخت کر سکتا ہے، جس طرح کہ ہزار روپے کی چیز

دس، بیس روپے میں خرید و فروخت کر سکتے ہیں کیونکہ یہ دونوں اس مال کے مالک ہیں جس کا تبادلہ کر رہے ہیں، اس لیے انہیں اختیار ہے، البتہ آپس میں ان کا یہ سودا رضامندی سے ہونا ضروری ہے۔

قرآن کریم میں ہے کہ:

يَٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَا تَأْكُلُوْا أَمْوَالَكُمْ بينكمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّا أَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ

ترجمہ: اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کے مال ناحق نہ کھاؤ مگر یہ کہ کوئی سودا تمہاری باہمی رضامندی کا ہو۔[1]

يَٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا إذا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ اِلى أَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ

ترجمہ: اے ایمان والو! جب تم ایک مقرر مدت تک کسی قرض کا لین دین کرو تو اسے لکھ لو۔[2]

یہ لکھ لینا مستحب ہے اور اس میں رقم کی ادائیگی کی مدت مقرر ہو یا رقم ادا کر دی گئی ہو اور مال کی ادائیگی کے لیے مدت کا تعین ہو، دونوں صورتیں شامل ہیں۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

1- (سورہ: النساء، آیت نمبر:29)

2- (سورہ: البقرہ، آیت نمبر:282)

فَإِذَا اخْتَلَفَتْ هَذِهِ الْأَصْنَافُ فَبِيْعُوْا كَيْفَ شِئْتُمْ.

جب یہ جنسیں مختلف ہو جائیں تو جس طرح چاہے لین دین کرو۔[1]

ہدایہ میں ہے کہ:

وَمَنْ بَاعَ دِرْهَمَيْنِ وَدِيْنَارًا بِدِرْهَمٍ وَدِيْنَارَيْنِ جَازَ الْبَيْعُ وَجُعِلَ كُلُّ جِنْسٍ مِنْهُمَا بِخِلَافِه.

اور جس نے دو درہم اور ایک دینار بیچے ایک درہم اور دو دینار کے بدلے میں تو یہ بیع جائز ہے اور ان دونوں میں سے ہر ایک کو خلاف جنس کے بدلے میں رکھا جائے گا (درہم کو دینار کے مقابلے میں اور دینار کو درہم کے مقابلے میں بیچا جائے گا)۔[2]

حالانکہ درہم دینار کے بدلے میں بہت کم ہے اور دینار درہم کے بدلے میں بہت زیادہ ہے، لیکن پھر بھی یہ بیع جائز ہے۔

فتح القدیر میں ہے کہ:

حَتَّى لَوْ بَاعَ كَاغَذَةً بِأَلْفٍ يَجُوْزُ وَلَا يُكْرَهُ.

1- (صحیح مسلم، کتاب المساقاۃ، باب الصرف، ج:5، ص:44، حدیث نمبر:4147)

2- (ہدایہ، کتاب الصرف، ج:3، ص:133)

یہاں تک کہ اگر کسی نے ہزار دینار کے بدلے میں ایک کاغذ کو بیچا تو یہ جائز ہے، مکروہ نہیں ہے۔[1]

البتہ سوال میں دوسری صورت کو فقہاء کرام بیع سلم کہتے ہیں اور اس کے جواز کے لیے کچھ شرائط بیان کرتے ہیں وہ پوری کر لی جائیں تو عقد صحیح ہو گا ورنہ نہیں۔

شرائط یہ ہیں:

☆: جو رقم دی جائے وہ ادا ہو اور متعین ہو۔

☆: جو جنس خریدیں وہ بھی متعین ہو

☆: اور اس کی ادائیگی کا وقت بھی طے ہو

☆: اور ادائیگی کا مقام بھی متعین ہو۔

☆: ایسی چیز ہو جس کے ادا کرنے پر قدرت بھی حاصل ہو۔

فقط

هذا ما عندي والله تعالى أعلم

وصلى الله تعالى على حبيبه محمد وآله وأصحابه وسلم

1- (فتح القدیر، کتاب الکفالہ، ج: 16، ص: 221)

کتاب الوقف

(وقف کا بیان)

باب الهبة (ہبہ کا بیان)

کون سا ہبہ درست ہے اور کون سا نہیں؟

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص بحالت صحت اچانک ایکسیڈنٹ سے فوت ہو جاتا ہے، اس کے ورثاء میں ایک لڑکی ہے جو کہ شادی شدہ ہے، ایک بیوی اور تین بھائی ہیں اور اس کی کل جائیداد ایک مشترکہ کارخانہ، ایک دوکان اور ایک مکان تھا۔

فتاویٰ بھکھی شریف

متوفی کا ایک بھائی جس کے ساتھ اس کی کاروباری شراکت تھی وہ مدعی ہے کہ متوفی نے اپنی کل جائیداد اچانک موت سے تقریبا پانچ یا چھ سال پہلے مجھے ہبہ کر دی تھی اور اس پر اس کے پاس چار پکے نمازی اور چاروں حاجی باریش اور معمر گواہان بھی موجود ہیں کہ واقعی متوفی نے اپنی کل جائیداد ہبہ کر دی تھی، کارخانہ اور دوکان پر موہوب لہ [یعنی جس کے لیے ہبہ کیا گیا ہے] کا قبضہ ہے، پہلے کا فیصلہ ہے جو کہ تاحال باقی ہے اور مکان پر موہوب لہ [یعنی جس کے لیے ہبہ کیا گیا ہے] کا قبضہ نہیں ہے کیونکہ اس میں متوفی اور اس کی بیوی رہائش پذیر تھے اور اب بھی رہائش پذیر ہیں، جبکہ متوفی کے دوسرے دونوں بھائیوں میں سے ایک خاموش ہے اور ایک کہتا ہے کہ ایسا نہیں، بلکہ متوفی کی کل جائیداد شرعی طور پر تقسیم ہونی چاہیے۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ ہبہ درست ہے یا نہیں؟

اگر درست ہے تو کل جائیداد میں یا کہ بعض میں؟

اگر بعض میں ہے تو کس بعض میں درست اور کس بعض میں درست نہیں؟

جس میں درست نہیں اس کی شرعی طریقے پر تقسیم کس طرح ہونی چاہیے؟

فقہ حنفی کی روشنی میں جواب لکھ کر شکریہ کا موقع دیں۔

السائل: محمد حنیف، منڈی بہاؤالدین

الجواب منه الهداية والصواب

اگر ہبہ معتبر شرعی گواہوں کی شرعی شہادت سے ثابت ہو تو جس جائیداد پر موہوب لہ [یعنی جس کے لیے ہبہ کیا گیا ہے] کا قبضہ تھا یا ہبہ کے بعد ہو گیا، اس میں ہبہ صحیح ہوا اور وہ متوفی کے ترکے سے خارج ہے۔

ہدایہ میں ہے کہ:

وَإِذَا كَانَتِ الْعَيْنُ فِيْ يَدِ الْمَوْهُوْبِ له مَلَكَهَا بِالْهِبَةِ وَإِنْ لَّمْ يُجَدِّدْ فِيْهَا قَبْضًا، لِأَن الْعَيْنَ فِيْ قَبْضِه وَالْقَبْضُ هُوَ الشَّرْطُ.

جب عین چیز ایسے آدمی کو ہبہ کی جائے جو اس چیز پر قابض ہو تو وہ اس چیز کا عقد ہبہ سے مالک بن جاتا ہے، اگرچہ اس میں تجدید قبضہ نہ پایا جائے، اس لیے کہ عین چیز (پہلے سے ہی) اس کے قبضے میں ہے اور قبضہ (ہی ہبہ کی تکمیل کے لیے) شرط ہے۔[1]

1- (ہدایہ، کتاب الہبہ، ج: 3، ص: 288)

جس چیز پر قبضہ نہ تھا اور نہ ہی ہبہ کے بعد ہوا وہ موہوب لہ کے ملک میں نہ آئی اور وہ متوفی کا ترکہ شمار ہو گی، اس میں تقسیم میراث پر مقدم حقوق کے اجراء کے بعد باقی ماندہ کل جائیداد کو آٹھ مساوی حصوں میں تقسیم کیا جائے گا، جس میں سے 4 حصے بیٹی کو، 1 حصہ بیوہ کو اور ہر بھائی کو ایک ایک حصہ دیا جائے گا۔

صورت مسئلہ درج ذیل ہے:

مسئلہ: 8

بیوہ: ثمن یعنی 1 حصہ

بیٹی: نصف یعنی 4 حصے

3 بھائی: عصبہ، کل 3 حصے، ہر بھائی کا ایک ایک حصہ

فقط

هذا ما عندي والله تعالى أعلم

وصلى الله تعالى على حبيبه محمد وآله وأصحابه وسلم

باب المساجد (مساجد کے احکام)

بانی و متولی مسجد سے متعلقہ چند مسائل

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مندرجہ ذیل مسائل کے بارے میں:

☆: ایک شخص دو مساجد (جامع مسجد عطائے مصطفیٰ اور جامع مسجد رضائے مصطفیٰ) کا بانی ہے جو کہ اہل محلّہ کی معاونت سے تعمیر ہوئی ہیں، جبکہ مساجد کی جگہ ابھی تک وقف بھی نہیں ہوئی ہے، وہ جب چاہے کسی شخص کو ماہانہ چندہ نہ دینے پر مسجد سے نکال دے، مسجد میں نمازیوں کی مثلاً: ٹوٹی، پنکھا اور اذان وغیرہ نہ دینے پر بے عزتی کرے اور یہ کہے کہ یہ مسجد میری اپنی ہے، جس کا جی چاہے نماز پڑھے اور جس کا جی چاہے نماز نہ پڑھے، اس کی بیوی بھی مسجد میں داخل ہو کر ہر کسی کی بے عزتی کرتی ہے۔

☆: مسجد سے ایک تہجد گزار با شرع آدمی کو دھکا مار کر باہر نکال دے اور اس بات پر دو بار قسم اٹھائے یعنی یہ کہے کہ اللہ کی قسم، مجھے اپنے ایمان کی قسم میں نے ایسا نہیں کیا، جب کہ چار اشخاص اس واقعہ کے چشم دید گواہ ہیں۔

☆: دو مساجد میں اپنی اور اپنی بیوی کی قبر کھود رکھی ہے۔

☆: معمولی بات پر ہر کسی کی بے عزتی کرے اور مسجد کے معاملہ میں سیاہ و سفید کا مالک ہو اور امام صاحب کی عدم موجودگی میں خود ہی مصلی امامت پہ کھڑا ہو جائے، جبکہ وہ شخص ان پڑھ ہے، چند سورتیں یاد ہیں اور مسجد کی کمیٹی نہ بنانے دے۔

مسجد کی انتظامیہ کمیٹی نے ایک دفعہ ان کو سربراہ بنایا اور انہوں نے مسجد میں بیٹھ کر حلف نامہ پہ دستخط کیے کہ مجھے کمیٹی کا ہر وہ فیصلہ منظور ہو گا جو کہ مسجد کی فلاح و بہبود کے لیے ہو گا، لیکن دوسرے دن ہی اپنے حلف سے منحرف ہو گئے، اور اپنی شرائط پیش کیں جو کہ درج ذیل ہیں:

ا: مسجد کا سابقہ حساب نہ لیا جائے گا۔

ب: غلہ کا حساب میں اپنے پاس رکھوں گا۔

ج: مسجد کے لیے جو چندہ میرے ہاتھ پہ رکھ دے گا وہ میں نہیں دوں گا۔

ان شرائط کو مسجد انتظامیہ کمیٹی نے منظور کر لیا ہے۔

انتظامیہ کے ذمے امام رکھنا اور اس کی تنخواہ وغیرہ ہے ان معاملات میں میں دخل اندازی نہیں کروں گا۔

اب وہ خود دوبارہ امام مسجد بننے پہ اصرار کر رہا ہے اور زور دیتا ہے کہ تم میرے پیچھے نماز پڑھو، حالانکہ وہ ان پڑھ ہے اور کوئی شرعی مسئلہ نہیں جانتا۔

ان تمام باتوں پر علمائے فقہ کی کیا رائے ہے؟ ایسے شخص کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے؟ اور ایسے شخص کے بارے قانونا اور شرعا کیا حکم ہے؟

السائلین: عارف حسین، چوہدری محمد افضل،

پیراں دتہ، ڈاکٹر امتیاز احمد، امانت علی

الجواب منه الهداية والصواب

☆: مسجدیں بنانا اور آباد کرنا ایمان کی علامت ہے۔

فتاویٰ
بھکھی شریف

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے کہ:

إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللَّهِ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ.

ترجمہ: اللہ کی مسجدیں وہی آباد کرتے ہیں جو اللہ اور قیامت پر ایمان لاتے ہیں۔[1]

اور سرکاری کاغذات میں مسجد کے خطہ زمین کا عدم اندراج اس کے مسجد ہونے میں مخل نہیں جبکہ از روئے شرع اس کے مسجد ہونے کی شرائط پوری ہو جائیں۔

ہدایہ میں ہے کہ:

1- (سورہ: التوبہ، آیت نمبر: 18)

وَاِذَا بَنٰى مَسْجِداً لَمْ يَزَلْ مِلْكُه عَنْهُ حَتّٰى يُفْرِّزَه عَنْ مِلْكِه بِطَرِيْقَةٍ وَيَأْذَنَ لِلنَّاسِ بِالصَّلٰوةِ فِيْهِ فَإِذَا صَلّٰى فِيْهِ وَاحِدٌ زَالَ عِنْدَ أَبِىْ حَنِيْفَةَ عَنْ مِلْكِه وَقَالَ أَبُوْ يُوْسُفَ يَزُوْلُ مِلْكُه بِقَوْلِه جَعَلْتُه مَسْجِدًا

اور جب کسی نے مسجد بنائی تو وہ اس کی ملکیت سے خارج نہیں ہو گی یہاں تک کہ وہ اس جگہ کو راستہ بنا کر علیحدہ نہ کر دے اور لوگوں کو اس میں نماز کی اجازت نہ دے دے، جب اس نے اجازت دے دی اور کسی ایک نے بھی اس جگہ میں نماز پڑھ لی تو امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک وہ زمین اس کی ملکیت سے خارج ہو جائے گی اور امام ابو یوسف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کے اس قول کہ: ''میں نے اس زمین کو مسجد بنا دیا'' کے ساتھ ہی وہ زمین اس کی ملکیت سے خارج ہو جاتی ہے۔[1]

فتاوی بھکھی شریف

اور مسجد کی تعمیر میں تعاون کرنے والوں نے

وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى.

ترجمہ: اور نیکی اور پرہیز گاری پہ ایک دوسرے کی مدد کرو۔[2]

پہ عمل کیا ہے۔

1- (ہدایہ، کتاب الوقف، فصل: واذا بنی مسجدا، ج:2، ص:261-262)

2- (سورہ: المائدہ، آیت نمبر:2)

''مسجد میری ہے'' سے اگر اس کی مراد ملکیت ہو تو غلط ہے کیونکہ جو مسجد ہو چکی وہ ہمیشہ کے لیے مسجد ہے، اس کا کوئی مالک نہیں ہو سکتا۔

ہدایہ میں ہے کہ:

وَمَنْ اتَّخَذَ اَرْضَه مَسْجِدًا لَمْ يَكُنْ لَه أَنْ يَّرْجِعَ فِيْهِ

.اور جس نے اپنی زمین کو مسجد بنا دیا اب وہ اس کو دوبارہ اپنی ملکیت میں نہیں لا سکتا۔[1]

اگراس کی مراد یہ ہو کہ میں اس کا بانی و متولی ہوں تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ صدیوں سے مساجد کو خطیب، امام، بانی، متولی اور اہل محلّہ کی طرف ہی منسوب کر کے بولا جاتا رہا ہے اور اسے کوئی مسلمان ناجائز خیال نہیں کرتا بلکہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ایک عنوان قائم کیا:

بَاب: هَلْ يُقَالُ مَسْجِدُ بَنِيْ فُلَانٍ.

باب اس بارے میں کہ کیا یہ کہنا جائز ہے کہ فلاں کی اولاد کی مسجد؟

اس باب کے تحت ایک حدیث بیان کی ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں کہ:

وَسَابَقَ بَيْنَ الْخَيْلِ الَّتِيْ لَمْ تُضْمَرْ مِنَ الثَّنِيَّةِ اِلَى مَسْجِدِ بَنِيْ زُرَيْقٍ.

1- (ہدایہ، کتاب الوقف، فصل: واذا بنی مسجدا، ج: 2، ص: 262)

اور جو گھوڑے شرط کے لیے تیار نہیں کیے گئے ان کی دوڑ ثنیۃ الوداع سے مسجد بنی زریق تک لگوائی گئی تھی۔[1]

تو اس سے معلوم ہوا کہ مسجد کی نسبت لوگوں کی طرف کرنا جائز ہے، اگرچہ مسجد کسی کی ملکیت نہیں ہے۔

☆: کسی مسلمان کی توہین و تذلیل ہر جگہ گناہ ہے اور مسجد میں اس میں اور شدت آ جائے گی، اس سے پرہیز لازم ہے اور اپنے کیے ہوئے کی توبہ ضروری ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حجۃ الوداع کے موقع پہ منی میں قربانی کے دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ:

فَإِنَّ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ وَأَعْرَاضَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هَذَا فِيْ بَلَدِكُمْ هَذَا فِيْ شَهْرِكُمْ هَذَا.

بے شک تم سب کے لیے ایک دوسرے کی جان، مال اور عزت ضائع کرنا اسی طرح حرام ہے جیسا کہ اس شہر میں اس مہینے کے اس دن میں حرام ہے۔[2]

1- (صحیح بخاری، ابواب المساجد، باب: ہل یقال مسجد بنی فلاں، ج: 1، ص: 162، حدیث نمبر: 410)
2- (صحیح بخاری، کتاب الحج، باب: الخطبہ ایام منی، ج: 2، ص: 619، حدیث نمبر: 1652)

اگر واقعی بلا عذر شرعی کسی کو مارا یا توہین کی تو اس کے بعد جھوٹی قسم کھانا کئی کبیرہ گناہوں کا ارتکاب ہے اور اگر تو اس کی قسم سچی ہو تو ایک مسلمان کو ایسے حرام کاموں کا مرتکب کہنے والا مجرم اس لیے کہ کیونکر اس نے کسی مسلمان پر ثبوت کے بغیر حرام کام کا الزام لگایا ہے۔

☆: اگر اپنی ملکیت میں قبر کی جگہ کا تعین کر لیا جائے تو یہ تعین صحیح اور جائز ہے اور اپنی ملکیت پہ جائز تصرف کا مستحق ہے اور مسجد بنا دینے کے بعد ناجائز ہے کیونکہ مسجد بنا دینے کے بعد اس میں رجوع نہیں ہو سکتا۔

☆: امام و مؤذن کا تقرر کرنے میں بانی مسجد اور اس کی اولاد زیادہ حقدار ہیں، اگر محلے والے اختلاف کریں تو بانی یا اس کی اولاد کا مقرر کیا ہوا امام و مؤذن تصور کیا جائے گا لیکن اہل محلّہ جس کو مقرر کرنا چاہیں فی الحقیقت اگر وہ بہتر ہے تو وہی امام و مؤذن ہو گا۔

فتاویٰ بکھی شریف

ایسی حالت میں خود امام بن جانا کہ لوگ کسی شرعی وجہ سے ناپسند کریں اور بہتر امام موجود ہو تو مکروہ و ممنوع ہے۔

اگر سوالات کے جواب میں بیان کردہ کسی گناہ کا مرتکب ہو تو فاسق ہے، فاسق کی امامت بھی مکروہ ہے۔

اور فقہ کی ہر کتاب میں ہے کہ:

يُكْرَهُ تَقْدِيْمُ الْفَاسِقِ كَرَاهَةَ تَحْرِيْمٍ.

فاسق کی تقدیم (امامت) مکروہ تحریمی ہے۔[1]

1- (صغیری شرح منیۃ المصلی، مباحث الامامہ، ص: 262)

اور غنیہ شرح منیہ میں ہے کہ:

لَوْ قَدَّمُوْا فَاسِقًا يَأْثِمُوْنَ.

اگر لوگوں نے اپنے اختیار سے فاسق کو امام بنایا تو وہ بھی گنہگار ہوں گے۔[1]

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ثَلَاثَةٌ لَا تُجَاوِزُ صَلَاتُهُمْ آذَانَهُمْ: اَلْعَبْدُ الْآبِقُ حَتّٰى يَرْجِعَ وَامْرَأَةٌ بَاتَتْ وَزَوْجُهَا عَلَيْهَا سَاخِطٌ وَإِمَامُ قَوْمٍ وَهُمْ لَهُ كَارِهُوْنَ.

تین انسان ایسے ہیں کہ جن کی نمازیں ان کے کانوں سے اوپر نہیں جاتی ہیں:

☆: بھاگا ہوا غلام یہاں تک کہ واپس آجائے۔

☆: ایسی عورت جو اس حالت میں رات گزارے کہ اس کا شوہر اس سے ہو۔

☆: قوم کا ایسا امام کہ قوم اس کو ناپسند کرے۔[2]

فقط

هذا ما عندي والله تعالى أعلم

وصلى الله تعالى على حبيبه محمد وآله وأصحابه وسلم

1- (منیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی، فصل فی الامامۃ، ص: 513)

2- (جامع ترمذی، ابواب الصلوۃ، باب: فیمن ام قوما وہم لہ کارہون، ج: 2، ص: 193، حدیث نمبر: 360)

بانی مسجد پہ الزام تراشی، مسجد کا سرکاری کاغذات میں وقف نہ ہونے کا

مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک آدمی اپنی ذاتی ملکیت والی جگہ میں سے کچھ جگہ پر اپنی جیب سے خرچہ کر کے اللہ کی رضا کے لیے مسجد تعمیر کرتا ہے اور اذن عام کرتا ہے اور مسجد کا سارا انتظام خود چلاتا ہے، باقاعدہ امام بھی رکھا ہوا ہے کہ جس کی تنخواہ میں کچھ نمازی بھی تعاون کرتے ہیں، امام کی عدم موجودگی میں وہ باریش و الحاج بانیِ مسجد و متولیِ مسجد ہونے کی حیثیت سے جماعت بھی کرواتا ہے، کچھ شرپسند لوگ محض حسد کی وجہ سے مسجد کا ماحول خراب کرتے ہیں، بانی مسجد پہ غلط الزام لگاتے ہیں اور امام کو بھی اس کے خلاف اکساتے ہیں، جس کی وجہ سے دوسرے عقائد کے لوگ ہنستے اور تالیاں بجاتے ہیں، ایسے شرپسند لوگوں کے متعلق کیا شرعی حکم ہے؟

اور بانی نے مسجد کی زمین سرکاری کاغذات میں وقف بھی نہیں کروائی، اس کی ذاتی ملکیت کی جگہ ہے، تفصیل سے آگاہ فرمائیں۔

السائلین: محمد حسین، ریاض احمد، نذیر احمد، جہان خان: منڈی بہاؤالدین

الجواب منه الهداية والصواب

مسجد ہونے کے لیے سرکاری کاغذات میں زمین کا وقف لکھا جانا ضروری نہیں، جس نے خدا کے لیے مسجد بنائی اس کا معاملہ اللہ کے ساتھ ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے کہ:

اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللّٰهِ مَنْ آمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ

ترجمہ: اللہ کی مسجدیں وہی آباد کرتے ہیں جو اللہ اور قیامت پر ایمان لاتے ہیں۔[1]

ہدایہ میں ہے کہ:

فتاویٰ بھکھی شریف

وَاِذَا بَنٰى مَسْجِداً لَمْ يَزَلْ مِلْكُه عَنْهُ حَتّٰى يُفْرِزَه عَنْ مِلْكِه بِطَرِيْقَةٍ وَيَأْذَنَ لِلنَّاسِ بِالصَّلٰوةِ فِيْهِ فَإِذَا صَلّٰى فِيْهِ وَاحِدٌ زَالَ عِنْدَ أَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ مِلْكِه وَقَالَ أَبُوْ يُوْسُفَ يَزُوْلُ مِلْكُه بِقَوْلِه جَعَلْتُه مَسْجِدًا

اور جب کسی نے مسجد بنائی تو وہ اس کی ملکیت سے خارج نہیں ہو گی یہاں تک کہ وہ اس جگہ کو راستہ بنا کر علیحدہ نہ کر دے اور لوگوں کو اس میں نماز کی اجازت نہ دے دے، جب اس نے اجازت دے دی اور کسی ایک نے بھی اس جگہ میں نماز پڑھ لی تو امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک وہ زمین اس کی ملکیت سے خارج ہو جائے گی اور

1- (سورہ: التوبہ، آیت نمبر: 18)

امام ابو یوسف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کے اس قول کہ: ''میں نے اس زمین کو مسجد بنا دیا'' کے ساتھ ہی وہ زمین اس کی ملکیت سے خارج ہو جاتی ہے۔[1]

جو لوگ صحیح العقیدہ مسجد میں آکر ذکر و نماز میں مشغول ہوتے ہیں، امام کی تنخواہ میں تعاون کرتے ہیں اور مسجد کی آبادی میں مسجد کے بانی کے ساتھ شرکت کرتے ہیں تو ظاہر حال کے مطابق بانی اور معاونین سب ہی ثواب کے مستحق ہیں اور ہمیں حکم ہے کہ ایمان والوں کے ساتھ اچھا گمان کریں۔

قرآن کریم میں ہے کہ:

یَاَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوا اجْتَنِبُوْا کَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ.

فتاویٰ بھکھی شریف

ترجمہ: اے ایمان والو! بہت گمانوں سے بچو بے شک کوئی گمان گناہ ہو جاتا ہے۔[2]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِیَّاکُمْ وَالظَّنَّ فَاِنَّ الظَّنَّ اَکْذَبُ الْحَدِیْثِ .

تم گمان سے بچو بے شک گمان سب سے بڑی جھوٹی بات ہے۔[3]

1- (ہدایہ، کتاب الوقف، فصل: واذا بنی مسجدا، ج: 2، ص: 261-262)
2- (سورہ: الحجرات، آیت نمبر: 12)
3- (صحیح بخاری، کتاب الادب، باب: ماینہی عن التحاسد والتدابر، ج: 5، ص: 2253، حدیث نمبر: 5717)

حضرت عطاء بن دینار رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ ارشاد فرمایا:

ظُنُّوْا بِالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ خَيْرًا.

مؤمن مردوں اور مؤمن عورتوں کے ساتھ اچھا گمان رکھو۔[1]

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک انصاری بچے کی نماز جنازہ کے لیے بلایا گیا تو میں نے کہا کہ یہ تو جنت کی چڑیوں میں سے ایک چڑی ہے، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

أَوَ غَيْرَ ذٰلِكَ يَا عَائِشَةُ!

اے عائشہ! کیا اس کے علاوہ بھی کچھ کہنا ہے؟[2]

یعنی اس طرح کی یقینی بخشش کی بات ناپسند فرمائی۔

سائلین نے ایک طرف تو خلوص نیت و للّٰہیت اور رضاء الٰہی کے حصول کو یقینی قرار دیا اور دوسری طرف بدگمانی کی، جبکہ بدگمانی کرنا حرام ہے یعنی محض بغض و حسد اور مسجد کے ماحول کو خراب کرنے کی نیت کو یقینی قرار دیا، لوگوں کی حالت کا ایسا علم سائلین کو کن یقینی ذرائع سے ہوا؟

1- (معجم کبیر، ذکر ازواج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ج:23، ص:156، حدیث نمبر:239)

2- (صحیح مسلم، کتاب القدر، باب: معنی کل مولود یولد علی الفطرۃ، ج:8، ص:54، حدیث نمبر:6939)

سائلین کو دلیل شرعی کے بغیر بڑے بڑے گناہوں کے الزامات لوگوں پہ لگانے کی وجہ سے توبہ کرنی چاہیے۔

اگر قرائن و شواہد سے ثابت ہو تو لوگ شر پسند ہیں تو انہیں از روئے شرع مسجد میں آنے سے روکا جا سکتا ہے۔

فتاوی رضویہ میں ہے کہ:

جو شخص موذی ہو کہ نمازیوں کو تکلیف دیتا ہو، برا بھلا کہتا ہو، شریر ہے اس سے اندیشہ رہتا ہے تو ایسے شخص کو مسجد میں آنے سے منع کرنا جائز ہے۔[1]

اور امام و خطیب مسجد رکھنے میں ترجیح بانی مسجد کی مگر اہل محلّہ کا مقرر کردہ امام بہتر ہو تو وہ ہی رکھا جائے گا۔

فتاویٰ
بھکھی شریف

فقط

هذا ما عندي والله تعالى أعلم
وصلى الله تعالى على حبيبه محمد وآله وأصحابه وسلم

1- (فتاوی رضویہ، کتاب الصلوۃ، باب: احکام المساجد، ج: 8، ص: 72)

جو چیز مسجد کے کام نہ آرہی ہو اس کی فروخت کا مسئلہ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص مسجد کی لکڑی کی چھت اتار کر نئی سیمنٹ کی چھت چڑھائے تو جو لکڑی کی چھت تھی وہ بیچ سکتا ہے یا نہیں؟ اگر بیچ سکتا ہے تو لینے والا اس کو کہاں استعمال کرے؟

السائل: حافظ غلام حیدر

الجواب منه الهداية والصواب

اگر وہ لکڑی مسجد کے کسی کام میں نہ آ سکتی ہو اور نہ مستقبل قریب میں کام آنے کی کوئی صورت نظر آرہی ہو تو اس کے ضائع ہو جانے خوف سے اسے بیچنا جائز ہے، لیکن جو خریدے وہ اس کو ایسے طریقے پہ استعمال کرے جس سے بے ادبی نہ ہو۔

فقط

هذا ما عندي والله تعالى أعلم

وصلى الله تعالى على حبيبه محمد وآله وأصحابه وسلم

مسجد کے وقف میں تبدیلی کا مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زمین کا ایک ٹکڑا خرید کر مسجد کے ساتھ ملا دیا گیا اور نمازیوں کی سہولت کے لیے اسی حصے میں دروازہ رکھا گیا، زمین کا یہ حصہ پہلے ایک رہائش گاہ تھی جس کے لیے یہی راستہ استعمال کیا جاتا تھا، اب مسجد کے ساتھ متصل گھر والے یہ اعتراض کرتے ہیں کہ یہ دروازہ بند کر دیا جائے اس لیے کہ اس میں ان کے لیے تکلیف ہے۔

فتاوی بھکھی شریف

قرآن وحدیث کی روشنی میں وضاحت فرمائیں۔

الجواب منه الهداية والصواب

مسجد میں شامل کیا ہوا حصہ اور اس کا راستہ مسجد کا وقف ہے اور وقف کو توڑنا اور تبدیل کرنا جائز نہیں، اگر وہ دروازہ بند کر دیا جائے تو وہ راستہ جو وقف تھا ٹوٹ کر ساتھ والے مکان کا حصہ بن جائے گا یا وہ حصہ راستہ نہ رہے گا حالانکہ مسجد کے لیے اس راستے کی قیمت ادا کی گئی ہے، از روئے شرع اس تبدیلی کی کسی کو اجازت نہیں ہے۔

فتاوی رضویہ میں ہے کہ:

لِأَنَّ الْوَقْفَ لَا يُوْقَفُ.

کیونکہ وقف شدہ دوبارہ وقف نہیں ہوتا۔

پھر فرمایا:

لِأَنَّ الْوَقْفَ لَا يُمْلَكُ

کیونکہ وقف کسی کا مملوک نہیں ہوتا۔[1]

لہٰذا مسجد کے اس دروازے کو بند کر کے راستہ کو کسی کی ملکیت میں دینا یا مسجد کی ضرورت کے علاوہ کسی اور کام میں استعمال کرنا جائز نہیں ہے۔

فقط

هذا ما عندي والله تعالى أعلم

وصلى الله تعالى على حبيبه محمد وآله وأصحابه وسلم

فتاویٰ بھکھی شریف

مسجد کی زمین میں تبدیلی کا مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک ڈیرے پر چھوٹی سی مسجد ہے جو کہ بر لب سڑک ہے، ڈیرے والوں کا ارادہ ہے کہ سڑک کی طرف سے اور مشرق کی طرف سے کچھ جگہ چھوڑ کر دوبارہ مسجد بنائیں، کیا جو جگہ شمال کی

1- (فتاوی رضویہ، کتاب الوقف، ج: 12، ص: 151)

طرف سے اور مشرق کی طرف سے چھوڑ دی جائے گی وہ چھوڑ سکتے ہیں یا کہ نہیں؟

اور کسی استعمال میں آسکتی ہے یا کہ نہیں؟

السائل: حافظ محمد امیر حمزہ، ساکن: گُنیاں

الجواب منه الهداية والصواب

کسی جگہ شرعی مسجد بنانے کے لیے تین شرطیں ہیں:

☆: زمین کا مالک جس جگہ کو مسجد بنانا چاہتا ہے اسے اپنی ملکیت سے اس طرح جدا کرے کہ اس جگہ کی حد بندی اور راستہ جدا ہو جائے۔

☆: اس جگہ پر نماز کی اس طرح اجازت دے کہ اس میں حد شامل نہ رہے۔

☆: اس جگہ میں کوئی اکیلا آدمی یا چند آدمی نماز پڑھ لیں، چاہے اذان واقامت ہو یا نہ ہو۔

جب یہ تین شرطیں پائی جائیں تو وہ شرعی مسجد ہے، چھوٹی ہو یا بڑی، اس میں نماز پڑھنے کی فضیلت دوسری مساجد میں نماز پڑھنے کی فضیلت سے کم نہیں ہے، البتہ مسجد حرام، مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ میں نماز پڑھنا باقی مساجد سے افضل ہے۔

ہدایہ میں ہے کہ:

وَاِذَا بَنَى مَسْجِداً لَمْ يَزَلْ مِلْكُه عَنْهُ حَتَّى يُفَرِّزَه عَنْ مِلْكِه بِطَرِيْقَةٍ وَيَأْذَنَ لِلنَّاسِ بِالصَّلٰوةِ فِيْهِ فَاِذَا صَلَّى فِيْهِ وَاحِدٌ زَالَ عِنْدَ أَبِىْ حَنِيْفَةَ عَنْ مِلْكِه .

اور جب کسی نے مسجد بنائی تو وہ اس کی ملکیت سے خارج نہیں ہو گی یہاں تک کہ وہ اس جگہ کو راستہ بنا کر علیحدہ نہ کر دے اور لوگوں کو اس میں نماز کی اجازت نہ دے دے، جب اس نے اجازت دے دی اور کسی ایک نے بھی اس جگہ میں نماز پڑھ لی تو امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک وہ زمین اس کی ملکیت سے خارج ہو جائے گی۔[1]

اگران تین شرطوں میں سے کوئی ایک بھی شرط نہ پائی جائے تو وہ شرعی طور پر مسجد نہ ہو گی اور اس کا حکم مسجد کا حکم نہ ہو گا، جس میں یہ تین شرطیں پائی جائیں وہ شرعی مسجد ہو گی اور اس کا حکم یہ ہے کہ وہ جگہ ہمیشہ مسجد ہی رہے گی اور کسی دوسرے استعمال میں نہ لائی جاسکے گی، اگرچہ اس جگہ کو بطور مسجد استعمال کرنے کی ضرورت باقی نہ رہے یا وہ عمارت اس قابل نہ رہے۔

فتاوی بھمی شریف

بحر الرائق میں ہے کہ:

قَالَ أَبُوْ يُوْسُفَ: هُوَ مَسْجِدٌ أَبَدًا اِلَى قِيَامِ السَّاعَةِ لَا يَعُوْدُ مِيْرَاثًا وَلَا يَجُوْزُ نَقْلُه وَنَقْلُ مَالِه اِلَى مَسْجِدٍ آخَرَ سَوَاءٌ كَانُوْا يُصَلُّوْنَ فِيْهِ أَوْ لَا.

1- (ہدایہ، کتاب الوقف، فصل: واذا بنی مسجدا، ج:2، ص:261)

امام ابو یوسف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: مسجد قیامت تک کے لیے ہمیشہ مسجد ہی ہے، نہ وہ میراث بن سکتی ہے اور نہ ہی اسے اور اس کے سامان کو کسی دوسری جگہ استعمال کیا جاسکتا ہے چاہے لوگ اس مسجد میں نماز پڑھتے ہوں یا نہیں۔[1]

لہٰذا جب اس مسجد میں یہ تینوں شرطیں پائی جاتی ہوں تو وہ شرعی مسجد ہے اور اس جگہ میں سے کسی حصے کو دوسرے مقصد میں استعمال نہیں کیا جا سکتا، البتہ اس کے ساتھ اور زمین ملا کر اس کی توسیع کر سکتے ہیں۔

فقط

هذا ما عندي والله تعالى أعلم

وصلى الله تعالى على حبيبه محمد وآله وأصحابه وسلم

کسی کی ملکیت میں تصرف کرنے کا مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع اس مسئلہ میں کہ ایک آدمی جو بیمار ہے، اور اس کی اولاد اس کو کہے کہ ڈاکٹر کے پاس چلو تمہارا علاج کروائیں، تو وہ آدمی یہ کہے

1- (البحر الرائق، کتاب الوقف، باب: جعل مسجد اتحتہ، ج: 15، ص: 10)

کہ بھینس مسجد کو دے دو، وہ بھینس تین حصوں میں تقسیم ہوئی ہے، دو حصے دار نہیں دیتے، کیا وہ بھینس مسجد کو دی جاسکتی ہے یا کہ نہیں؟

اور ایک بار آدمی نے مسجد کو دینے کا اقرار گواہوں کی موجودگی میں کیا ہے کہ میں نے مسجد کو بھینس دے دی ہے، جبکہ ایک بیٹا باپ کے ساتھ نہیں ہے وہ غیر ملک میں ہے اور اس کو علم بھی نہیں اور جو بیٹا یہاں ہے وہ رضامند نہیں، لہٰذا اب اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟ وضاحت فرمائیں۔

اب باپ تسلیم بھی کرتا ہے کہ میرا اور تیرا حصہ بھینس میں ہے اور میں اپنا اور تیرا حصہ دیتا ہوں، اس پر بھی تین عدد گواہ ہیں۔

السائل: منیر احمد، دھالہ

الجواب منه الهداية والصواب

کوئی آدمی دوسرے کی ملکیت میں اس کی اجازت کے بغیر تصرف نہیں کر سکتا، اگر مالک کی اجازت کے بغیر کوئی تصرف کرے تو وہ مالک کی اجازت پر موقوف ہوتا ہے۔

باپ بھینس کے تیسرے حصے کا مالک ہے، وہ صرف اپنا حصہ مسجد کو دے سکتا ہے، وہ حصہ مسجد کا ہو گا، باقی دو حصے بیٹے اگر مسجد کو دیں تو وہ بھی مسجد کے ہو جائیں گے، اگر وہ نہ دیں تو باپ کے کہنے سے وہ مسجد کے نہیں ہوں گے۔

فقط

هذا ما عندي والله تعالى أعلم

وصلى الله تعالى على حبيبه محمد وآله وأصحابه وسلم.

مسجد کے چندہ و سامان کا استعمال

فتاویٰ
بھکھی شریف

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہمارا ڈیرہ جس کی آبادی تقریبا 20 گھر ہے، وہاں ایک مسجد ہے، جس میں امام مقرر ہے اور پانچ وقت کی نماز باجماعت ہوتی ہے، اس کے لیے چندہ وغیرہ جمع کرتے رہتے ہیں، جو ایک آدمی کے پاس جمع ہوتا ہے، جب ہم مسجد کی توسیع اور تعمیر نو کے لیے صلاح مشورہ کرنے لگے تو اس آدمی نے کہا کہ میرے پاس جو رقم جمع ہے میں اس سے نئی مسجد تعمیر کرنا چاہتا ہوں، لہذا اس نے نئی جگہ دوسری مسجد کی بنیادیں رکھ دی ہیں۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ ہماری مسجد کا جمع شدہ چندہ نئی مسجد پر خرچ ہو سکتا ہے یا نہیں؟

نیز مسجد کا پنکھا بھی اس کے استعمال میں ہے اس بات کی بھی وضاحت فرمائیں؟

السائل: محمد اعجاز ولد غلام قادر، ڈیرہ مولوکا، بھکھی شریف

الجواب منه الهداية والصواب

مسجد کا جمع شدہ چندہ اور مسجد کے لیے وقف اشیاء مسجد کی ملکیت ہیں، وہ اشیاء دوسری جگہ استعمال کرنا ناجائز و گناہ ہے اور وہ رقم بھی کسی دوسری جگہ یا کسی دوسری مسجد پر خرچ نہیں کی جاسکتی۔

فقط

هذا ما عندي والله تعالى أعلم

وصلى الله تعالى على حبيبه محمد وآله وأصحابه وسلم

مسجد کے سامان کے متعلق مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کوئی مسجد شہید کی جائے اور اس کے بالے (مسجد کی لکڑی) کسی دوسری جگہ استعمال کیے جائیں، حالانکہ ان کی قیمت ادا کریں، ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

السائل: منیر احمد، ساکن: جلالپور، سرگودھا

الجواب منه الهداية والصواب

مسجدیں شعائر اللہ ہیں اور قرآن کریم میں ہے کہ:

وَمَنْ يُعَظِّمْ شَعَائِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ.

ترجمہ: اور جو اللہ کے نشانوں کی تعظیم کرے تو یہ دلوں کی پرہیزگاری سے ہے۔[1]

اور تعظیم یہ ہے کہ اس کو کسی اپنے کام میں استعمال نہ کیا جائے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مسجد کا خراب دروازہ اپنی طرف سے تبدیل کیا اور وہ خراب دروازہ گھر لے جانے کے متعلق پوچھا تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا۔

اس لیے فقہاء کرام نے ایسی مسجد جس کی لوگوں کو ضرورت نہ رہی ہو اس کی زمین اور سامان کے متعلق فرمایا:

هُوَ مَسْجِدٌ أَبَدًا اِلَى قِيَامِ السَّاعَةِ لَا يَعُوْدُ مِيْرَاثًا وَلَا يَجُوْزُ نَقْلُه وَنَقْلُ مَالِه اِلَى مَسْجِدٍ آخَرَ سَوَاءٌ كَانُوْا يُصَلُّوْنَ فِيْهِ أَوْ لَا.

وہ مسجد تا قیام قیامت ہمیشہ مسجد ہی ہے نہ اس کو میراث بنایا جاسکتا ہے اور نہ ہی اس کی زمین کو منتقل کیا جاسکتا ہے اور نہ اس کے سامان کو کسی دوسری مسجد کے لیے استعمال کیا جاسکتا ہے چاہے لوگ اس میں نماز پڑھتے ہوں یا نہیں۔[1]

1- (سورہ: حج، آیت نمبر: 32)

اگر مسجد کی کوئی ایسی چیز ہے جو نہ ابھی مسجد کو ضرورت ہے اور نہ **مستقبل میں مسجد** کے کام آ سکتی ہے تو ضائع ہونے سے بچانے کے لیے اس کی بیع جائز ہے، لیکن خریدنے والا اس چیز کو اس طرح استعمال کرے کہ اس سامان کی بے حرمتی نہ ہو۔

فقط

هذا ما عندي والله تعالى أعلم

وصلى الله تعالى على حبيبه محمد وآله وأصحابه وسلم

مسجد میں اعلان کا مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسجد میں دنیاوی اعلان کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب منه الهداية والصواب

1- (بحر الرائق، کتاب الوقف، باب: جعل مسجد اتحتہ، ج: 15، ص: 10)

اذان جو کہ باہر سے نمازیوں کو نماز کی جماعت میں شرکت کے لیے بلانے کا اعلان ہے، وہ بھی اس جگہ میں جو نماز پڑھنے کے لیے تیار کی گئی ہو، ناجائز و مکروہ ہے، تو دنیاوی اعلان مسجد میں سخت ممنوع ہو گا، مسجد میں آہستہ آواز سے بھی دنیاوی باتیں کرنا ناجائز ہیں۔

فقط

هذا ما عندي والله تعالى أعلم

وصلى الله تعالى على حبيبه محمد وآله وأصحابه وسلم

مسجد کے امام کے لیے وقف زمین کا مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک گاؤں میں ایک مسجد تھی، گاؤں والوں نے اس مسجد کے لیے تین ایکڑ زمین وقف کی کہ اس کی آمدنی سے امام کی خدمت ہو، اب اسی گاؤں میں ایک اور مسجد تعمیر کر لی گئی ہے، تو کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ جب کچھ آبادی دوسری مسجد کے ساتھ متعلق ہوئی تو اس کے حصے کے مطابق وہ زمین جو پہلی

مسجد کو دی گئی تھی، وہ بھی اس مسجد کو دی جائے کیونکہ قدیم مسجد تمام لوگوں کی مشترکہ تھی اور زمین بھی مشترکہ ہوئی اور جب کہ نصف لوگوں نے جدید مسجد تعمیر کی تو نصف زمین ان کو دی جائے، نیز دونوں مسجدوں کے امام ایک باپ کے بیٹے ہیں، اس لیے بھی ان کو تقسیم کرنی چاہیے۔

السائل: محمد عبد المجید، ساکن: فتح پور، ضلع حافظ آباد

الجواب منه الهداية والصواب

جو اراضی ایک مسجد کے امام کے لیے وقف کی گئی ہے، اس کی آمدنی دوسری مسجد کے لیے یا اس کے امام کے اخراجات میں خرچ کرنا جائز نہیں کیونکہ اس طرح وقف میں تبدیلی ہوتی ہے اور وقف کو تبدیل کرنا درست نہیں۔

گاؤں والے اگر اس میں اختلاف کریں تو جیسے مسجد کو تقسیم نہیں کیا جا سکتا، اسی طرح مسجد پر وقف زمین کو بھی تقسیم نہیں کیا جا سکتا۔

ہدایہ میں ہے کہ:

إِذَا صَحَّ خَرَجَ مِنْ مِلْكِ الْوَاقِفِ.

جب وقف صحیح ہو گیا تو وقف کرنے والا اس کا مالک نہیں رہا۔[1]

فتاوی رضویہ میں ہے کہ:

لِأَنَّ الْوَقْفَ لَا يُمْلَكُ .

1- (ہدایہ، کتاب الوقف، ج: 2، ص: 217)

کیونکہ وقف کسی کا مملوک نہیں ہو سکتا۔[1]

بحر الرائق میں ہے کہ:

فَعَلَى هَذَا، الْمَوْقُوْفُ عَلَى اِمَامِ الْمَسْجِدِ لَا يُصْرَفُ لِغَيْرِه.

(اس کے مطابق حکم ہے اس چیز کا) جو کسی مسجد کے امام کے لیے وقف کی گئی ہے وہ اس کے علاوہ کسی اور کے لیے خرچ نہیں کی جاسکتی۔[2]

لہٰذا وہ زمین اسی مسجد کے امام کے ساتھ مختص رہے گی اور پیداوار بھی اسی امام پر خرچ کی جائے گی۔

فقط

هذا ما عندي والله تعالى أعلم

وصلى الله تعالى على حبيبه محمد وآله وأصحابه وسلم

1- (فتاوی رضویہ، کتاب الوقف، ج:16، ص:150)

2- (البحر الرائق، کتاب الوقف، باب: الاستدانہ لاجل العمارۃ، ج:14، ص:359)

مسجد کے بعض حصے کو گرا کر سڑک بنانا

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہم موضع نگیال، تحصیل پنڈ دادنخان ضلع جہلم کے رہائشی ہیں، کچھ عرصہ سے گاؤں کا ایک خاندان طاقت کے بل بوتے پر سڑک نکال کر اپنے ڈیرے پر لے جانا چاہتا ہے جبکہ محکمہ مال یا کسی محکمے کے ریکارڈ میں زمین پر کوئی سڑک موجود نہیں جبکہ گاؤں کے شروع میں ہی مسجد کا پلاٹ ہے، جس کی چاردیواری تقریباً 8 فٹ اونچی ہے اور ایک سٹور بھی بنا ہوا ہے، سٹور کا سائز 15 ہے، مسجد کا صحن یعنی چاردیواری والی جگہ اور مسجد کا سٹور گرا کر سڑک بنانے کا منصوبہ ہے۔

فتاویٰ بھکھی شریف

گاؤں کی دوسری جانب جامع مسجد ہے، اس مسجد کا گیٹ، طہارت خانے، پانی کا ٹینک اور اور وضو کی جگہ جس پر چھت پڑی ہوئی ہے، اسے گرا کر سڑک بنانا چاہتے ہیں۔

برائے کرم قرآن وسنت کی روشنی میں اس سڑک کے بننے یا نہ بننے کی شرعی حیثیت تفصیل سے بیان کریں؟

اگر سڑک بن سکتی ہے تو تب بھی، اگر نہیں بن سکتی تو زبردستی مسجدوں کو طاقت کے بل بوتے پر نقصان پہنچانے والے کی شرعی سزا کیا ہے؟

السائل: راجہ الطاف احمد منہاس، موضع نگیال

الجواب منه الهداية والصواب

یہ سڑک بنانا جائز نہیں، اس میں دو مسجدوں کی وقف زمین کو ایسے طریقے پر استعمال کرنا ہے کہ جس مقصد کے لیے وہ زمین وقف نہ تھی، اس سے وہ مقصد فوت ہو جاتا ہے، نیز مسجد کا مالی نقصان اور بے حرمتی ہے اور یہ سب ناجائز اور گناہ ہے۔

فقط

هذا ما عندي والله تعالى أعلم

وصلى الله تعالى على حبيبه محمد وآله وأصحابه وسلم

کسی کے مال کو مسجد کے لیے وقف کرنے کا حکم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت جس کا خاوند فوت ہو گیا، اب اس کی فوتگی کے بعد اس عورت نے اپنی زمین جو اس کے حصے میں ہے، اس کے علاوہ جو دوسرے لوگ اس کی جائیداد کے مالک و وارث ہیں، ان کے نام کی زمین کا اعلان کر دیا ہے کہ میں نے یہ زمین مسجد کو دے دی ہے، اپنی زمین نہیں دی، اس اعلان کا قرآن و سنت کی روشنی میں حکم بیان فرمائیں۔

السائل: مشتاق احمد، سوہاوہ، منڈی بہاؤالدین

الجواب منه الهداية والصواب

جو اشیاء غیروں کی ملک ہیں ان میں ان کی اجازت کے بغیر تصرف کرنا حرام و باطل ہے، وہ تصرف مسجد کے لیے کسی چیز کا وقف کرنا ہو یا اس کے علاوہ کوئی اور تصرف ہو۔ تصرف ایسا عمل ہے جو اصل مالک کی اجازت پر موقوف ہوتا ہے، اگر مالک اجازت نہ دے تو باطل ہوتا ہے۔

ہدایہ میں ہے کہ:

وَالتَّصَرُّفُ فِيْ مَالِ الْغَيْرِ حَرَامٌ .

اور غیر کے مال میں تصرف حرام ہے۔[1]

فقط

هذا ما عندي والله تعالى أعلم

وصلى الله تعالى على حبيبه محمد وآله وأصحابه وسلم

برادری کی مسجد میں نماز پڑھنا زیادہ بہتر ہے

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میرے گھر کے مشرق و مغرب میں دو مسجدیں ہیں، جن کا سفر ایک جتنا ہے، مغرب والی مسجد اپنی برادری کی ہے، مشرق والی مسجد اور لوگوں کی ہے، مجھے کس مسجد میں نماز پڑھنی چاہیے؟ یا کہیں بھی؟ یا جس میں سہولتیں زیادہ ہوں؟ یا جس میں باجماعت نماز ادا کی جاتی ہو؟

1- (ہدایہ، کتاب البیوع، فصل: و من اشتری شیأ مما ینقل و یحول، ج: 3، ص: 79)

الجواب منه الهداية والصواب

اپنی برادری والی مسجد میں نماز پڑھنا زیادہ بہتر ہے جبکہ دوسری مسجد میں افضل امام نہ ہو اور نماز دونوں مسجدوں میں صحیح امام کے پیچھے جماعت سے پڑھی جائے یا اکیلے جماعت کے بغیر پڑھی جائے تو نماز ہو جائے گی۔

فقط

هذا ما عندي والله تعالى أعلم

وصلى الله تعالى على حبيبه محمد وآله وأصحابه وسلم

کتاب الحدود

(اسلامی سزاؤں کا بیان)

نابالغ کا جانور کے ساتھ بد فعلی کرنا

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور مفتیان شرع اس مسئلہ کے بارے میں کہ نابالغ لڑکا بکری کے ساتھ بد فعلی کرے تو اس کے بارے میں قرآن و حدیث کی روشنی میں وضاحت فرمائیں؟

الجواب منه الهداية والصواب

اگر شرعی ثبوت ہو جائے تو پھر بھی نابالغ لڑکے پر کوئی جرمانہ نہیں اور نہ ہی بکری میں کوئی خرابی لازم آتی ہے کیونکہ بچہ جب تک نابالغ ہو، احکام شرعیہ کا مکلّف نہیں ہوتا۔

فقط

هذا ما عندي والله تعالى أعلم

وصلى الله تعالى على حبيبه محمد وآله وأصحابه وسلم

جانور سے بد فعلی کا مسئلہ

میں مسمّٰی محمد شریف ولد مرزا خان، ساکن چک نمبر 39، نہایت ادب سے عرض گزار ہوں کہ میری گائے کھیتوں میں بندھی ہوئی تھی، جہاں پر کوئی آدمی رکھوالا نہیں تھا، مجھے مظہر ولد محمد عنایت، ساکن بھکھی شریف ہمراہ ایک ساتھی، نے بتایا کہ آپ کی گائے کے ساتھ ملزم محمد زمان ولد محمد خان اور فرخ عباس ولد الیاس حسین شاہ بد فعلی کر رہے ہیں۔

میں نے یہ بات پنچایت سے کی، جب ان ملزمان کی انکوائری کی گئی تو ملزمان نے اعتراف کر لیا کہ ہم نے پوری کوشش کی لیکن ہم برائی نہ کر سکے، کیونکہ گائے کھڑی تھی، دوسرا وہ ٹھہرتی نہ تھی، ان کی عمر یونین کونسل میں مندرجہ ذیل ہے:

محمد زمان ولد محمد خان 08-08-1983

فرخ عباس ولد الیاس شاہ 14-06-1984

جبکہ دونوں طالب علم ہیں، سکول کی عمر درخواست کے ساتھ منسلک ہے۔

بندہ جناب سے استدعا کر رہا ہے کہ شرعی فتویٰ صادر فرمایا جائے؟

السائل: محمد شریف ولد مرزا خان، چک نمبر 39

الجواب منه الهداية والصواب

کسی بھی جرم کے ثبوت کے لیے از روئے شرع ضروری ہے کہ مجرم خود اقرار کرے یا دو معتبر شرعی گواہ حکم شریعت کے مطابق گواہی دیں۔

اس جرم کے متعلق ان لڑکوں کا اقرار اتنا ہے کہ ہم نے جرم کرنے کی کوشش کی ہے اور گواہوں سے بھی اتنا ہی ثابت ہوا ہے اور یہ جرم بھی قابل تعزیر ہے اور انہیں اس کی سزا مل چکی ہے لیکن گائے میں کوئی خرابی ثابت نہیں ہوئی، لہٰذا اس بات کو بھول جانے کے لیے ضروری ہے کہ وہ گائے بیچ کر اس علاقہ سے نکال دی جائے۔

فقط

هذا ما عندي والله تعالى أعلم

وصلى الله تعالى على حبيبه محمد وآله وأصحابه وسلم

بہن بھائی کا آپس میں فعل زنا

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک بالغ لڑکے نے اپنی نابالغ بہن سے صحبت کی، شریعت میں ان کے متعلق جو احکام ہیں وہ بیان فرمائیں۔

الجواب منه الهداية والصواب

یہ عمل شدید اور اکبر جرائم میں سے ہے اور ثبوت شرعی کے بعد اس کی سزا بھی انتہائی شدید ہے، لیکن اول تو از روئے شرع کے جرم کا ثبوت مشکل ہے اور جرم ثابت ہو جائے تو بھی اس کی سزا حکومت کے ادارے کے علاوہ کسی کو نافذ کرنے کا نہ از روئے شرع اختیار ہے اور نہ ملکی قانون میں، لہٰذا ایسے آدمی کو عبرت ناک سزا دلوانے کے لیے حکومتی ادارہ کی طرف رجوع کیا جائے اور اخروی سزا سے بچنے کے لیے اس پر توبہ واستغفار کرنا لازم ہے۔

فقط

هذا ما عندي والله تعالى أعلم

وصلى الله تعالى على حبيبه محمد وآله وأصحابه وسلم

بھینس سے بدکاری کی سزا

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے بھینس کے ساتھ ناجائز عمل کیا ہے، اس کے متعلق شرعی حکم بیان فرمائیں۔

السائل: محمد حیات، دریانہ

الجواب منه الهداية والصواب

اگر یہ جرم شرعی شہادت سے ثابت ہو جائے یا بالغ، عاقل مسلمان اس جرم کا اقرار کرلے تو اسے تعزیر لگائی جائے گی اور جانور کو ذبح کر کے دفن کر دیا جائے گا اور وہ جانور کسی دوسرے آدمی کا ہو تو اس کی منصفانہ قیمت مجرم کے ذمے لازم کی جائے گی۔ تعزیر کی مختلف صورتیں ہیں، جن میں آخری صورت یہ ہے کہ اگر بادشاہ مناسب خیال کرے تو اسے قتل بھی کیا جاسکتا ہے۔

بحر الرائق میں ہے کہ:

فتاویٰ بھکھی شریف

قَالُوْا: اِنْ كَانَتِ الدَّابَّةُ مِمَّا لَا يُؤْكَلُ لَحْمُهَا تُذْبَحُ وَتُحْرَقُ لِمَا ذَكَرْنَا وَإِنْ كَانَتْ مِمَّا تُؤْكَلُ تُذْبَحُ وَتُؤْكَلُ عِنْدَ أَبِيْ حَنِيْفَةَ وَقَالَا تُحْرَقُ هٰذِهِ أَيْضًا.

فقہاء کرام فرماتے ہیں کہ: اگر وہ جانور (یعنی جس کے ساتھ ناجائز فعل کیا گیا ہے) ایسا ہے کہ جس کا گوشت نہیں کھایا جاتا تو اس کو ذبح کیا جائے گا اور دفن کر دیا جائے گا، اور اگر وہ جانور ایسا ہے کہ جس کو گوشت کھایا جاتا ہے تو اس کو ذبح کیا جائے گا اور امام صاحب رضی اللہ عنہ کے نزدیک اس کو کھایا بھی جائے گا، جبکہ صاحبین رضی اللہ عنہما کے نزدیک اس کو بھی دفن کیا جائے گا۔[1]

اور اگر کسی اور آدمی کا جانور ہو تو اس کے بارے میں تبیین الحقائق میں ہے کہ:

1- (بحر الرائق، کتاب الحدود، باب: الحد بوطء بھیمۃ، ج: 13، ص: 69)

وَإِنْ كَانَتْ لِغَيْرِهِ يُطَالَبُ صَاحِبُهَا أَنْ يَدْفَعَهَا اِلَيْهِ بِقِيْمَتِهَا ثُمَّ تُذْبَحُ هَكَذَا ذَكَرُوْا.

اور اگر وہ جانور کسی کا ہے تو اس کے مالک سے مطالبہ کیاجائے گا کہ اس جانور کی قیمت لیکر اس کو وطی کرنے والے کے حوالے کر دے، پھر اس کو ذبح کیاجائے گا۔[1]

فقط

هذا ما عندي والله تعالى أعلم

وصلى الله تعالى على حبيبه محمد وآله وأصحابه وسلم

گائے سے بد فعلی کی سزا

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک لڑکے نے گائے سے بد فعلی کی اور صرف گائے کے مالک نے دیکھا، دوسرا کوئی گواہ بھی موجود نہیں؟

السائل: محمد ریاض ولد لال خان، نصیر پور کلاں

1- (تبیین الحقائق، کتاب الحدود، باب: الوطء الذی یوجب الحد والذی لایوجبہ، ج: 8، ص: 468)

الجواب منه الهداية والصواب

اگر فاعل از روئے شرع مکلّف نہ ہو تو اس کے لیے کوئی سزا نہیں ہے، نابالغ اور مجنون کو کوئی سزا نہیں ہے، بلکہ گائے کو فروخت کر کے کہیں دور بھیج دیا جائے تاکہ واقعہ کی یاد نہ آئے، لیکن گائے کے دودھ اور گوشت میں کوئی خرابی نہیں ہے۔

اگر فاعل شرعاً مکلّف ہو مگر اس پر الزام دو معتبر عادل شرعی گواہوں کی شرعی شہادت سے ثابت نہ ہو تو بھی ملزم اور گائے میں کوئی خرابی نہیں اور الزام لگانے والا گنہگار ہے، اس پر توبہ کرنا لازم ہے۔

اگر فاعل شرعاً مکلّف ہے اور الزام شرعی گواہوں کی شرعی شہادت سے ثابت ہے تو گائے کو ذبح کر کے دفن کر دیا جائے اور اس کی منصفانہ قیمت فاعل سے وصول کر کے گائے کے مالک کو دی جائے۔

فقط

هذا ما عندي والله تعالى أعلم

وصلى الله تعالى على حبيبه محمد وآله وأصحابه وسلم

جانور سے بد فعلی کی سزا

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ چند روز قبل شارع عام کے بالکل نزدیک (تقریباً سڑک سے 5 یا 7 قدم دور) بھینس کے ساتھ ایک لڑکے نے بد فعلی کی، جس کو راہ گزرتے ایک شخص مسمّٰی منظور احمد نے عین اس حالت میں دیکھ لیا، لڑکے کا ذہن پورا صحیح نہیں ہے، اس کے گھر والوں کے مطابق وہ اپنے بھائی سے بھی ایسی قبیح حرکت کرنے لگ جاتا ہے، جبکہ اس کے بھائی کا ذہن بھی ایسا ہی ہے اور اس سے بھی کئی حرکات ہوتی رہتی ہیں، (جو کہ حاضر شخص عرض کرے گا)۔

فتاویٰ بلکھی شریف

ایسی صورت میں لڑکے کے لیے کیا حکم ہے؟ اور اس بھینس کے لیے کیا حکم ہے؟

السائل: مشتاق احمد، چورنڈ

الجواب منه الهداية والصواب

اگر لڑکا معتوہ مجنون معلوم و مشہور ہو تو اس پر کوئی شرعی سزا لازم نہیں ہے۔

اگر لڑکا صحیح العقل ہو تو بھی ایک گواہ سے اگرچہ معتبر ہو، مجرم قرار نہیں دیا جا سکتا، جب تک کہ وہ خود جرم کا اقرار نہ کرے۔ اور جب تک جرم شرعاً ثابت نہ ہو

تو بھینس میں کوئی خرابی از روئے شرع تصور نہیں کی جاسکتی، لہٰذا بھینس بھی ٹھیک اور حلال ہے اور اس کا دودھ بھی پاک اور اس کا پینا جائز ہے۔

لیکن جب تک وہ بھینس ان لوگوں کے سامنے رہے گی جن لوگوں نے اس بھینس کی طرف منسوب یہ قبیح واقعہ سن لیا ہے، انہیں بار بار یہ فعل یاد آتا رہے گا، اس لیے اس بھینس کو کہیں دور بھیج دیا جائے تاکہ علاقہ سے اس عمل بد کی یاداشت کا سبب ختم ہو جائے۔

فقط

هذا ما عندي والله تعالى أعلم

وصلى الله تعالى على حبيبه محمد وآله وأصحابه وسلم

بکری سے بد فعلی کی سزا

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے بکری کے ساتھ بد کاری کی اور مالک کا کہنا ہے کہ میری بیوی نے دیکھا ہے اور اسی وقت واپس آگئی۔

اس کے بارے میں قرآن وسنت کی روشنی میں مسئلہ بیان فرمائیں؟

السائل: عشرت حسین، جہلم

الجواب منه الهداية والصواب

جب تک از روئے شرع جرم کا ثبوت نہ ہو کسی کو مجرم تصور کرنا جائز نہیں اور جب تک انسان مجرم قرار نہ پائے تو بکری میں کسی قسم کی کوئی خرابی نہیں، اور از روئے شریعت ایک عورت کے کہنے سے اگرچہ وہ سچی ہو، کوئی جرم ثابت نہیں ہو سکتا۔

قرآن مجید میں ہے کہ:

وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ فَاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّ امْرَأَتَانِ

ترجمہ: اور اپنے مردوں میں سے دو گواہ کر لو پھر اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں۔[1]

فتاویٰ بھکھی شریف

جب گواہی کا نصاب پورا نہ ہو اور مجرم خود بھی جرم کا اقرار نہ کرے تو جرم ثابت نہیں، البتہ اگر عورت یقین رکھتی ہے کہ واقعی بکری کے ساتھ بدکاری ہوئی ہے تو اسے بیچ کر کہیں دور بھیج دیا جائے تاکہ یہ بات یاد نہ رہے۔

فقط

هذا ما عندي والله تعالى أعلم

وصلى الله تعالى على حبيبه محمد وآله وأصحابه وسلم

1- (سورہ: البقرہ، آیت نمبر: 282)

پاک دامن عورت پر بد چلنی کی تہمت لگانے والے کی سزا

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کسی عورت پر بد چلنی کا الزم لگاتا ہے مگر کوئی ثبوت پیش نہیں کر سکتا، تو شریعت میں اس کی کیا سزا ہے؟ اور کیا ایسے شخص کی امامت درست و جائز ہے؟

الجواب منه الهداية والصواب

فتاویٰ بلکھی شریف

اس کی سزا 80 کوڑے ہیں جبکہ اس کی اپنی بیوی نہ ہو۔

قرآن مجید میں ہے کہ:

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوْا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمَانِيْنَ جَلْدَةً

ترجمہ: اور جو پارسا عورتوں کو عیب لگائیں پھر چار گواہ معائنہ کے نہ لائیں تو انہیں اسی (80) کوڑے لگاؤ۔[1]

یہ کبیرہ گناہ ہے اور اس کا مرتکب فاسق ہے اور فاسق کی امامت مکروہ ہے، جب تک وہ توبہ نہ کرے اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں ہے اور پڑھی ہوئی نمازوں کا اعادہ لازم ہے۔

فقط

هذا ما عندي والله تعالى أعلم

وصلى الله تعالى على حبيبه محمد وآله وأصحابه وسلم

1- (سورہ: النور، آیت نمبر: 4)

كتاب الوصية

(وصیت کا بیان)
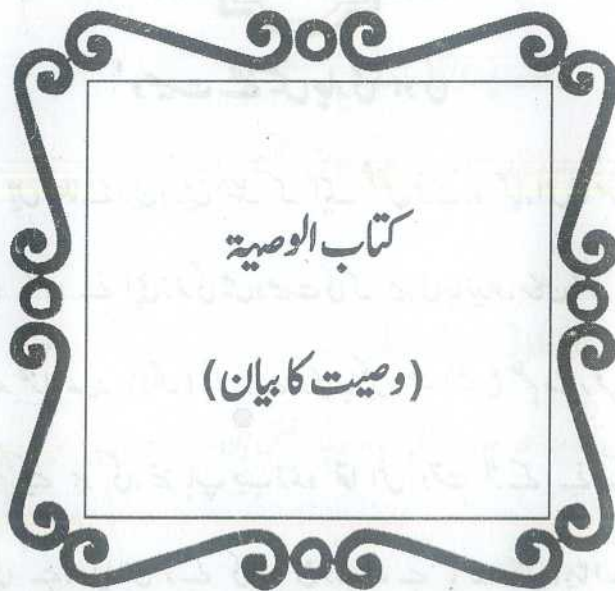
وصیت کتنے میں جاری ہو گی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص فوت ہو گیا، اس کا صرف ایک ہی بیٹا ہے، اس شخص نے اپنی زندگی میں وصیت کی کہ میری جائیداد، مکان مسجد عثمانیہ اور دکانات جامع مسجد گلزار مدینہ (ڈنگہ) کو دے دی جائیں، عند الشرع حکم صادر فرمایا جائے کہ تقسیم کیسے ہو گی، نیز باپ جب زندہ تھا اس وقت لڑکے نے کچھ جائیداد فروخت کی ہے، کیا اس لڑکے کی وہ بیع درست ہے یا کہ نہیں، بیٹا اپنے والدین کی توہین بھی کرتا ہے۔

السائلین: قاری غلام رسول، قاری محمد رمضان، حاجی محمد رستم بھٹی، محمد حنیف طاہر (ڈنگہ)

الجواب منه الهداية والصواب

جب کوئی آدمی فوت ہو جائے تو اس کے متروک مال سے بالترتیب چار حقوق کا تعلق ہے:

1: وہ مال اس کی تجہیز و تکفین پر خرچ کیا جائے۔

2: اس کے ذمے قرض ہو تو وہ ادا کیا جائے۔

3: اس نے کوئی وصیت کی ہو تو پہلے دونوں حقوق ادا کرنے کے بعد بقیہ مال کے تیسرے حصے سے وہ وصیت پوری کی جائے۔

4: بقیہ مال ورثاء میں ان کے حصوں کے مطابق تقسیم کیا جائے۔

سراجی میں ہے کہ:

تَتَعَلَّقُ بِتَرْكَةِ الْمَيِّتِ حُقُوْقٌ أَرْبَعَةٌ مُرَتَّبَةٌ.

میت کے ترکہ کے ساتھ چار حقوق بالترتیب متعلق ہیں۔[1]

قرآن کریم میں ہے کہ:

يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْ أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ فَاِنْ كُنَّ نساء فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ وَاِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ وَلِأَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ اِنْ كَانَ لَهُ وَلَدٌ فَاِن لَّمْ يَكُن لَّهُ وَلَدٌ وَّوَرِثَه، أَبَوَاهُ فَلِأُمِّهِ الثُّلُثُ فَاِنْ كَانَ لَهُ اِخْوَةٌ فَلِأُمِّهِ السُّدُسُ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْ بها أو دَيْنٍ.

ترجمہ: اللہ تمہیں حکم دیتا ہے تمہاری اولاد کے بارے میں، بیٹے کا حصہ دو بیٹیوں کے برابر ہے، پھر اگر صرف لڑکیاں ہوں اگرچہ دو سے اوپر ہوں تو ان کو ترکہ کی دو تہائی اور اگر ایک لڑکی ہو تو اس کا آدھا، اور میت کے ماں باپ میں سے

1- (سراجی فی المیراث، ص: 3)

ہر ایک کو اس کے ترکہ سے چھٹا حصہ اگر میت کی اولاد ہو، پھر اگر اس کی اولاد نہ ہو اور ماں باپ چھوڑے تو ماں کا تہائی حصہ، پھر اگر اس کے کئی بہن بھائی ہوں تو ماں کا چھٹا، بعد اس وصیت کے جو کر گیا اور قرض کے۔[1]

اس آیت کریمہ میں جائیداد کی تقسیم کو قرض کی ادائیگی اور وصیت کے اجراء کے بعد رکھا گیا ہے اور وصیت کو اگرچہ اہتمام کے لیے قرض سے پہلے بیان فرمایا گیا لیکن وصیت کا اجراء بمطابق حکم شرعی قرض کی ادائیگی یا قرض دار کی طرف سے معافی کے بعد ہے، کیونکہ قرض اس کے ذمے لازم تھا اور وصیت کرنا لازم نہیں ہے۔

کتب فقہ میں ہے کہ:

اَلْوَصِيَّةُ غَيْرُ وَاجِبَةٍ وَهُوَ مُسْتَحَبَّةٌ.

وصیت غیر واجب ہے اور وہ (وصیت) مستحب ہے۔[2]

اور وصیت مال کے تیسرے حصے سے جاری ہو گی، کیونکہ حضرت عامر بن سعد رضی اللہ عنہ اپنے والد حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے ارشاد فرمایا:

1- (سورہ: نساء، آیت نمبر: 11)

2- (ہدایہ، کتاب الوصایا، ج: 4، ص: 637)

مَرِضْتُ فَعَادَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ! اُدْعُ اللهَ أَنْ لَا يَرُدَّنِيْ عَلَى عَقِبِيَّ قَالَ: لَعَلَّ اللهَ يَرْفَعُكَ وَيَنْفَعُ بِكَ نَاسًا، قُلْتُ: أُرِيْدُ أَنْ أُوْصِيَ وَإِنَّمَا لِيْ اِبْنَةٌ، قُلْتُ: أُوْصِيْ بِالنِّصْفِ، قَالَ: اَلنِّصْفُ كَثِيْرٌ، قُلْتُ: فَالثُّلُثُ، قَالَ: اَلثُّلُثُ وَالثُّلُثُ كَثِيْرٌ أَوْ كَبِيْرٌ قَالَ: فَأَوْصَى النَّاسُ بِالثُّلُثِ وَجَازَ ذٰلِكَ لَهُمْ.

میں بیمار ہو گیا تھا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میری عیادت کے لیے تشریف لائے، میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ مجھے الٹے پاؤں نہ پھرائے۔ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: شاید اللہ تجھ سے یہ بلا ٹال دے اور تیری وجہ سے لوگوں کو نفع دے، میں نے عرض کی: میں وصیت کرنا چاہتا ہوں اور میری صرف ایک بیٹی ہے، تو کیا میں آدھے مال کی وصیت کروں؟ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آدھا بہت زیادہ ہے۔ میں نے عرض کی: تہائی کی کروں؟ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہاں تہائی کی کر اور تہائی بھی بہت زیادہ حصہ ہے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ فرمانے لگے کہ (اس حدیث کی وجہ سے) لوگ تہائی کی وصیت کرنے لگے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے لیے اس (تہائی کی وصیت) کو جائز فرمایا ہے۔[1]

1- (صحیح بخاری، کتاب الوصایا، باب: الوصیہ بالثلث، ج: 1، ص: 383، حدیث نمبر: 2593)

ہدایہ میں ہے کہ:

وَلَا تَجُوْزُ بِمَا زَادَ عَلَى الثُّلُثِ إِلَّا أَنْ يُجِيْزَهَا الْوَرَثَةُ بَعْدَ مَوْتِه.

تیسرے حصے سے زائد کی وصیت کی ہو تو وارث اس کے مرنے کے بعد اجازت دے دیں تو وہ وصیت جاری ہو گی، ورنہ تیسرے حصے سے زائد کی وصیت جاری نہیں ہو گی۔[1]

اگر میت کے ترکے سے پہلے دو حق ادا کرنے کے بعد باقی جائیداد کا 3/1 مکان اور دوکانوں کی قیمت بنتی ہے تو مکان اور دوکانیں متوفی کی وصیت کے مطابق دونوں مسجدوں کو دی جائیں گی، ورنہ کل ترکہ سے تیسرا حصہ مکان اور دوکانوں سے جو بنتا ہو وہ مسجدوں اور باقی 3/2 متوفی کے لڑکے کو ملے گا۔

شریعت پاک نے کسی رشتہ دار کو دوسرے کی جائیداد سے محرومی کے اسباب میں عقوق و نافرمانی کو شمار نہیں کیا، اگرچہ بیٹا اپنے باپ کا نافرمان ہے، توہین کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بہت سخت کبیرہ گناہ کا مرتکب قرار پائے گا لیکن جائیداد سے محروم نہیں ہو گا۔

1- (ہدایہ، کتاب الوصایا، ج:4، ص:638)

قاتل ہونا، غلام ہونا، غیر مسلم ہونا وغیرہ جائیداد سے محرومی کے اسباب ہیں۔[1]

ہدایہ میں ہے کہ:

وَلَوْ جَرَى الْعَقْدُ بَيْنَ الْفُضُوْلِيَّيْنِ أَوْ بَيْنَ الْفُضُوْلِيِّ وَالْأَصِيْلِ جَازَ بِالْإِجْمَاعِ، هُوَ يَقُوْلُ لَوْ كَانَ مَأْمُوْرًا مِنَ الْجَانِبَيْنِ يَنْفُذُ ، فَإِذَا كَانَ فُضُوْلِيًّا يَتَوَقَّفُ وَصَارَ كَالْخُلْعِ وَالطَّلَاقِ وَالْإِعْتَاقِ عَلَى مَالٍ.

اگر عقد دو فضولیوں یا ایک فضولی اور ایک اصیل کے درمیان جاری ہو تو بالاجماع جائز ہے، (امام ابو یوسف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ) اگر وہ دونوں طرف سے مامور ہوں تو نافذ ہو گا اور جب فضولی ہوا تو موقوف رہے گا، اور خلع، طلاق، عتاق بالمال کی طرح ہو گا۔[2]

فقط

هذا ما عندي والله تعالى أعلم

وصلى الله تعالى على حبيبه محمد وآله وأصحابه وسلم

1- (السراجی فی المیراث، فصل: فی الموانع، ص: 5)

2- (ہدایہ، کتاب النکاح، باب: فی الاولیاء والاکفاء، ج: 2، ص: 344)

ثبوت وصیت

کیافرماتے علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ:

فتاویٰ
بھکھی شریف

میرا نام محمد ندیم ہے، عمر 26 سال اور صوم و صلوٰۃ کا پابند ہوں، میرا باپ اچھے کردار کا مالک نہ تھا اور اس نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ منشیات فروشی کے الزام میں جیلوں میں گزارا، جب میری عمر تقریباً 3 ماہ تھی اس نے میری والدہ جو کہ نہایت ہی پرہیزگار تھی، کو طلاق دے دی، بعد ازاں میرے والد نے میرے حصول کے لیے عدالت میں کیس دائر کر کے مجھے حاصل کیا لیکن والد کی بری حرکات کے باعث میرا اکثر والد صاحب کے ساتھ جھگڑا رہتا، گزشتہ ماہ میرا والد جیل سے رہا ہو کر آیا تو بیمار ہو گیا، میں نے والد سے ناراضگی کے باوجود خدمت ہی کی، تاہم جس روز میرے والد کا انتقال ہوا میں گھر پر موجود نہ تھا، میرے کچھ عزیزوں نے سازش کی اور کہا کہ تمہارے والد خورشید بھٹی عرف اللہ دتہ نے مرتے وقت تمہارا مکان مسجد عثمانیہ اور 3 دوکانیں مسجد گلزارِ مدینہ کے نام کر دی ہیں، اب تمہارا کوئی سروکار نہیں، اس کے ساتھ ہی میرے مکان کو میرے سامان سمیت تالا لگا کر قبضہ کر لیا گیا ہے اور والد کی وصیت کا حوالہ دے کر مجھے میرے مکان کے قریب بھی پھٹکنے نہیں دیتے، مکان

میرے دادا کے نام ہے، جس میں میرے 3 چچا بھی حصہ دار ہیں، جبکہ 3 دوکانیں جو کہ میری کل جائیداد ہیں، بلدیہ کی زمین پر میرے والد نے بنائی تھیں، 100 کے قریب دیگر دوکانداروں کی طرح ہمارا کیس بھی بلدیہ کے ساتھ ہائیکورٹ میں چل رہا ہے، اس طرح دوکانوں کی زمین متنازعہ ہے، ایک مکان اور 3 دوکانوں کے علاوہ میرا کوئی آسرا نہیں ہے، اس وقت میں اپنے ایک دوست کے گھر پر رہ رہا ہوں، میرا کوئی بہن یا بھائی نہیں ہے، میرے کچھ عزیز اور محلے دار والد کی وصیت کے نام پر جائیداد اُن مساجد کو دلوانا چاہتے ہیں جن کی کمیٹیوں کے وہ خود ممبر ہیں۔

فتاویٰ بھکھی شریف

کیا شریعت مجھے قانونی حق سے منع کرتی ہے؟، جبکہ میرے والد کی وصیت بھی متنازعہ ہے کیونکہ جس وقت اشٹام فروش تحریر لکھنے گیا تو میرا والد بولنے کے قابل نہیں تھا، اشٹام فروش کے بقول اس نے جو تحریر لکھی ہے وہ گواہان کے کہنے پر لکھی ہے۔ علاوہ ازیں میرے والد دستخط کرتے تھے، جبکہ اشٹام پر ان کے انگوٹھے لگوائے گئے ہیں، اس طرح وصیت بھی مشکوک ہے۔

الجواب منه الهداية والصواب

وصیت کا شرعی ثبوت ہو تو اسی مسئلہ کے دوسرے سوال کے جواب پر عمل کیا جائے گا۔

اگر تمام جائیداد متروکہ کا تیسرا حصہ مکان اور دوکانیں ہو سکتی ہوں تو مساجد کو دے دی جائیں، ورنہ تیسرا حصہ جتنا بنتا ہے وہ مسجدوں کا، باقی متوفی کے بیٹے کا حق ہے، شریعت اسے بالکل محروم نہیں کرتی۔

اگر وصیت کا ثبوت نہ ہو تو از روئے شرع کل جائیداد کا وارث متوفی کا بیٹا ہے اور وصیت کے ثبوت کے لیے دو متقی، پرہیزگار، عادل مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں کافی ہیں۔

قرآن کریم میں ہے:

وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِن رِّجَالِكُمْ فِانْ لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَأَتَانِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ.

ترجمہ: اور دو گواہ کر لو اپنے مردوں میں سے، پھر اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں، ایسے گواہ جن کو تم پسند کرتے ہو۔[1]

فتاوی بھگی شریف

پھر فرمایا:

وَأَشْهِدُوْا ذَوَىْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ.

ترجمہ: اور اپنے میں سے دو عادل (انصاف پسند) گواہ کر لو۔[2]

فقط

هذا ما عندي والله تعالى أعلم

وصلى الله تعالى على حبيبه محمد وآله وأصحابه وسلم

1- (سورہ: بقرہ، آیت نمبر: 282)

2- (سورہ: طلاق، آیت نمبر: 2)

پورے مال کی وصیت

کیافرماتے علمائے دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نادر خان ولد خان محمد ساکن جاموں بھولا تحصیل کھاریاں ضلع گجرات فوت ہو گیا، جس کی اولاد نرینہ نہیں ہے، اس کا اپنا ایک حقیقی بھائی محمد شریف ولد خان محمد اور ایک حقیقی بہن رسول بی بی دختر خان محمد ہیں، متوفی مرتے وقت یہ وصیت کرگیا کہ میری جائیداد وترکہ مسجد کو دیا جائے۔

السائل: محمد شریف ولد خان محمد، جاموں بھولا تحصیل کھاریاں ضلع گجرات

الجواب منه الهداية والصواب

مرنے والا اپنا تمام مال و جائیداد مسجد کو دے دینا کہہ دے تو یہ وصیت ہے اور مرنے والے کے مال سے جن حقوق کا تعلق ہوتا ہے وصیت ان میں سے تیسرے درجے پر ہے اور اس کے بعد وارثوں میں باقی ماندہ مال کی تقسیم ہو سکتی ہے۔

1: پہلا درجہ اس کی تجہیز و تکفین کا ہے کہ اُس کو خود اس معاملہ میں اس کی یعنی مال کی ضرورت ہے اور وہ مال اس کا اپنا کمایا ہوا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعليها مَا اكْتَسَبَتْ.

ترجمہ: اس کے لیے ہے جو اس نے کمایا اور اس پر اس کا نقصان ہے جو اس نے کمایا۔[1]

یعنی انسان کی کمائی اس کے فائدے کے لیے ہے اور اس کا نقصان بھی اسی پر ہے۔

2: اگر میت کے ذمے قرض ہو تو پھر قرض ادا کیا جائے کہ وہ بھی اس کی اپنی ضرورت ہے تاکہ قیامت میں قرض کے بدلے میں نیکیاں دے کر اس (قرض خواہ) کی برائیاں اپنے ذمہ نہ لینی پڑیں۔

ان دونوں حقوق کی ادائیگی میں اگر سارا مال صرف ہو جائے تو وصیت یا وارثوں میں مال کی تقسیم کا اجراء نہ ہو سکے گا۔

3: اگر کچھ مال بچ گیا تو پھر اس کی جو وصیت ہو اس کے بچے ہوئے مال کے تیسرے حصہ سے پوری کی جائے گی، اگر وصیت مکمل نہ ہو سکے تو تیسرا حصہ باقی ماندہ مال کا اس طریقہ پر خرچ کیا جائے گا۔

4: اور دو تہائی مال وارثوں میں تقسیم ہو گا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ورثاء کے حصوں کے بیان میں فرمایا:

1- (سورہ: بقرہ، آیت نمبر: 286)

مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْنَ بها أو دَيْنٍ.

بعد اس وصیت کے جو کر گیا اور دین (قرض) کے (جو اس کے ذمہ تھا)۔ [1]

یعنی ان حصوں کے مطابق مال کی تقسیم قرض کی ادائیگی اور وصیت کے اجراء کے بعد عمل میں لائی جائے گی۔

اور وصیت مال کے تیسرے حصے میں جاری ہو گی، کیونکہ حضرت عامر بن سعد رضی اللہ عنہ اپنے والد حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے ارشاد فرمایا:

مَرِضْتُ فَعَادَنِی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! أُدْعُ اللّٰه أَنْ لَّا یَرُدَنِیْ عَلَی عَقِبَیَّ قَالَ: لَعَلَّ اللّٰهَ یَرْفَعُكَ وَیَنْفَعُ بِكَ نَاسًا، قُلْتُ: أُرِیْدُ أَنْ أُوْصِیَ وَإِنَّمَا لِیْ اِبْنَةٌ، قُلْتُ: أُوْصِیْ بِالنِّصْفِ، قَالَ: اَلنِّصْفُ كَثِیْرٌ، قُلْتُ: فَالثُّلُثُ، قَالَ: اَلثُّلُثُ وَالثُّلُثُ كَثِیْرٌ أَوْ كَبِیْرٌ قَالَ: فَأَوْصَی النَّاسُ بِالثُّلُثِ وَجَازَ ذٰلِكَ لَهُمْ.

میں بیمار ہو گیا تھا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میری عیادت کے لیے تشریف لائے، میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ مجھے الٹے پاؤں نہ پھرائے، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: شاید اللہ تجھ سے یہ بلا ٹال دے

1- (سورہ: نساء، آیت نمبر: 12)

اور تیری وجہ سے لوگوں کو نفع دے، میں نے عرض کی: میں وصیت کرنا چاہتا ہوں اور میری صرف ایک بیٹی ہے، تو کیا میں آدھے مال کی وصیت کروں؟ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آدھا بہت زیادہ ہے۔ میں نے عرض کی: تہائی کی کروں؟ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہاں تہائی کی کر اور تہائی بھی بہت یا بڑا حصہ ہے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ فرمانے لگے کہ (اس حدیث کی وجہ سے) لوگ تہائی کی وصیت کرنے لگے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے لیے اس (تہائی کی وصیت) کو جائز فرمایا ہے۔[1]

سراجی میں ہے:

قَالَ عُلَمَاؤُنَا رَحِمَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى: تَتَعلَقُ بِتَرِكَةِ الْمَيِّتِ حُقُوْقٌ أَرْبَعَةٌ مُرَتَّبَةٌ : يُبْدَأُ بِتَكْفِيْنِه وَتَجْهِيْزِه مِنْ غَيْرِ تَبْذِيْرٍ وَلَا تَقْتِيْرٍ، ثُمَّ تُقْضَى دُيُوْنُه مِنْ جَمِيْعِ مَا بَقِيَ مِنْ مَالِه، ثُمَّ تُنْفَذُ وَصَايَاهُ مِنْ ثُلُثِ مَا بَقِيَ بَعْدَ الدَّيْنِ ، ثُمَّ يُقَسَّمُ الْبَاقِيْ بَيْنَ وَرَثَتِه بِالْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَإِجْمَاعِ الْأُمَّةِ.

ہمارے علماء رحمہم اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ: میت کے چھوڑے ہوئے مال کے ساتھ ترتیب وار چار حقوق متعلق ہوتے ہیں: پہلے میت کے کفن ودفن کا خرچ بغیر کسی کنجوسی اور فضول خرچی کے، پھر اس کے قرض کی ادائیگی، پھر اس کی وصیت کا اجراء مال

1- (صحیح بخاری، کتاب الوصایا، باب: الوصیہ بالثلث، ج: 1، ص: 383، حدیث نمبر: 2593)

کے ایک تہائی سے، پھر بچا ہوا مال وارثوں میں کتاب و سنت و اجماع امت میں مقررہ حقوق کے مطابق تقسیم کیا جائے گا۔[1]

اور صورت مسؤلہ میں جب ایک بھائی اور بہن ہے، اور کوئی وارث نہیں ہے تو پہلے حقوق کی ادائیگی کے بعد جو کچھ بچ جائے اس میں سے بہن کو تیسرا حصہ ملے گا جب کہ بھائی دو تہائی کا حقدار ہو گا۔

قرآن کریم میں ہے:

وَإِنْ كَانُوْا اِخْوَةً رِّجَالًا وَّنساء فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ.

ترجمہ: اور اگر بہن بھائی ہوں مرد بھی اور عورتیں بھی تو مرد کا حصہ دو عورتوں کے برابر ہو گا۔[2]

ہاں! اگر بہن بھائی اپنا حق اپنے مرنے والے بھائی کے ایصال ثواب کے لیے صدقہ کریں یا مسجد کو دیں تو جائز و صحیح ہے۔

فقط

هذا ما عندي والله تعالى أعلم

وصلى الله تعالى على حبيبه محمد وآله وأصحابه وسلم

1- (السراجی فی المیراث، ص: 2,3,4)

2- (سورہ: نساء، آیت نمبر: 176)

کتاب الفرائض

(وراثت کے احکام)

مورث کی زندگی میں اس کی جائیداد سے بطور وراثت حصہ لینا

کیا فرماتے علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ باپ صحت مند اور تندرست ہے، کیا اولاد باپ کی موجودگی میں وراثت سے حصہ لے سکتی ہے یا نہیں؟

السائل: محمد عنایت، محلہ مغل پورہ، منڈی بہاؤالدین

الجواب منه الهداية والصواب

باپ صحت مند موجود ہو تو چھوٹی اولاد کا خرچہ باپ کے ذمے ہوتا ہے، بطور وراثت اس کی جائیداد میں کسی فرد کا کوئی حق نہیں ہے اور بالغ اولاد جو کمائی کر کے اپنا گزارہ کر سکے اس کا خرچہ باپ کے ذمہ نہیں ہے۔

قرآن پاک میں ہے کہ:

وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ.

ترجمہ: اور جس کا بچہ ہے اس پر حسب دستور عورتوں کا کھانا اور پہننا ہے۔[1]

بچے کو سنبھالنے والی کا خرچہ بچے کی وجہ سے لازم ہے تو بچے کا خرچہ بطریق اولیٰ باپ کے ذمے ہے۔

1- (سورہ: بقرہ، آیت نمبر: 233)

ہدایہ میں ہے کہ:

لِأَنَّهَا قَبْلَ ثُبُوتِ الْحَقِّ إِذِ الْحَقُّ يَثْبُتُ عِنْدَ الْمَوْتِ.

اس لیے کہ یہ معاملہ وراثت کا حق ثابت ہونے سے پہلے کیا جارہا ہے جبکہ وراثت کا حق تو موت کے بعد ثابت ہوتا ہے۔[1]

کسی کے لیے یہ جائز نہیں کہ اپنی تمام جائیداد کی وصیت کرے، اگر تمام جائیداد کی وصیت کر دی تو اس کے تمام ورثاء اس کے مرنے کے بعد اس کی وصیت کو جائز رکھیں اور سب ہی بالغ ہوں تو پھر وہ وصیت صحیح ہو گی، اگر (وارث) مرنے سے پہلے اجازت دیں تو صحیح نہیں، کیونکہ یہ اجازت وارثوں کا حق ثابت ہونے سے پہلے ہے، ان کا حق تو مورث کے مرنے کے وقت ثابت ہو گا، لہٰذا جب پہلے کسی وارث کا حق ثابت ہی نہیں تو وصیت کو جائز رکھ سکتا ہے نہ میراث کا مطالبہ کر سکتا ہے۔

فقط

هذا ما عندي والله تعالى أعلم

وصلى الله تعالى على حبيبه محمد وآله وأصحابه وسلم

1- (ہدایہ، کتاب الوصایا، باب: فی صفۃ الوصیہ، ج: 4، ص: 638)

زانی کی اولاد میں تقسیم وراثت کا مسئلہ

کیا فرماتے علمائے دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے ایک عورت کو اغواء کر لیا جو کہ پہلے سے شادی شدہ تھی اور اس کو طلاق بھی نہیں ہوئی تھی، جس نے اغواء کیا اس نے اس عورت کے ساتھ نکاح بھی نہیں کیا، بقول گواہوں کے جس نے اغواء کیا اس سے اغواء شدہ عورت کے پیٹ میں دو بچیاں ہیں، اب ان بچیوں کو اس کے ترکہ سے حصہ ملے گا یا کہ نہیں؟

السائل: محمد غیاث، فرید پور ضلع جہلم

الجواب منه الهداية والصواب

جب تک عورت کسی مرد کے نکاح میں ہو اور نکاح کے بعد کم از کم چھ ماہ کے بعد جب بھی کوئی بچہ اس عورت کے بطن سے پیدا ہو اور نکاح والا مرد اس کی پیدائش پر اپنی ذات سے اس بچے کے نسب کی نفی نہ کرے تو وہ بچہ اگرچہ کسی اور مرد کے نطفہ سے پیدا ہو شرعی طور پر نکاح والے کا شمار ہوتا ہے اور ان میں میراث وغیرہ کے احکام جاری ہوتے ہیں۔ زانی اور اس کی (زنا والی) اولاد کے درمیان میراث نہیں ہے۔

حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اَلْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ.

بچہ اس کا ہے جس کا نکاح ہے اور زانی کے لیے سزا ہے۔ (1)

فقط

هذا ما عندي والله تعالى أعلم

وصلى الله تعالى على حبيبه محمد وآله وأصحابه وسلم

تقسیم وراثت: بیٹیاں، بھتیجے اور بھتیجیاں اکٹھی ہوں

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص امام دین ولد نور دین، قوم اعوان، سکنہ کھوہار ضلع گجرات قضائے الٰہی سے فوت ہو گیا ہے، اس

1- (صحیح بخاری، کتاب الفرائض، ج: 6، ص: 2481، حدیث نمبر: 6368)

کی 4 بیٹیاں، 5 بھتیجے اور 6 بھتیجیاں ہیں، ان کے حصص قرآن و حدیث کی روشنی میں تفصیلاً بیان فرمائیں؟

السائل: صاحبزادہ عبد القیوم قادری، آستانہ عالیہ کھوہار شریف

الجواب منه الهداية والصواب

صورت مسؤلہ میں تقسیم میراث پر تمام مقدم حقوق کی ادائیگی کے بعد بقیہ منقولہ و غیر منقولہ تمام جائیداد کے کل تیس مساوی حصص بنائے جائیں گے، جن میں سے 20 حصے یعنی 3/2 بیٹیوں کو ملیں گے کہ ہر بیٹی کو 5 حصے ملیں گے، اور باقی 10 حصوں میں سے ہر ایک بھتیجے کو 2 حصے بحیثیت عصبہ ملیں گے جبکہ بھتیجیوں کو کچھ نہ ملے گا۔

فتاویٰ
بھکھی شریف

صورت مسؤلہ درج ذیل ہے:

4 بیٹیاں: ثلثان، یعنی 20 حصے، (ہر بیٹی کے 5 حصے)

5 بھتیجے: 10 حصے، (ہر ایک بھتیجے کے 2 حصے)

6 بھتیجیاں: محروم

فقط

هذا ما عندي والله تعالى أعلم

وصلى الله تعالى على حبيبه محمد وآله وأصحابه وسلم

تقسیم وراثت: بھتیجا، بھتیجی، سوتیلی بیٹی اور سوکن اکٹھی ہوں

کیا فرماتے علمائے دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک خاتون رمضان المبارک کے مہینے میں فوت ہوئی ہے، اس مائی کے رشتہ داروں میں سے اس کا حقیقی بھتیجا، حقیقی بھتیجی، سوتیلی بیٹی اور سوکن موجود ہے، مائی صاحبہ کی جائیداد میں سے 30ہزار روپے کسی کے پاس امانت کے طور موجود ہیں اور مائی صاحبہ کا کل ترکہ 30 ہزار سے کہیں زیادہ ہے، مائی صاحبہ نے مرتے وقت یہ وصیت کی تھی کہ اس 30ہزار میں سے میرے کفن دفن کا انتظام کیا جائے اور جو رقم اس میں سے بچ جائے وہ تمام صدقہ و خیرات کی جائے اور مسجد کو دے دی جائے۔

اس کے بارے میں وضاحت فرمائیں۔

السائل: حاجی نور حسین، ڈیرہ روشن، منڈی بہاؤالدین

الجواب منه الهداية والصواب

صورت مسؤلہ میں بر تقدیر صدق سائل وصحت ورثاء صرف بھتیجا اس کا وارث ہو گا۔

میت کی تجہیز و تکفین اور اس کے ذمے اگر کسی کا قرض تھا تو اس کی ادائیگی کے بعد دیکھا جائے گا کہ تجہیز و تکفین کرنے پر جو خرچ ہوا باقی مال 30 ہزار میں سے اس کی بچی

ہوئی جائیداد کا ایک تہائی یا اس سے کم ہو تو وہ سب اس کی وصیت کے مطابق خرچ کیا جائے، اگر ایک تہائی سے زائد ہو تو وہ زیادتی وارث کی اجازت سے وصیت کے مطابق خرچ کر سکتے ہیں، ورنہ وہ وارث کو دی جائے گی اور تہائی وصیت پر استعمال ہو گی۔

فقط

هذا ما عندي والله تعالى أعلم

وصلى الله تعالى على حبيبه محمد وآله وأصحابه وسلم

تقسیم وراثت: بیوہ، بیٹی اور حقیقی بھائی جمع ہوں تو

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید فوت ہو گیا ہے، اس نے اپنے پیچھے بیوی، ایک بیٹی اور تین حقیقی بھائی چھوڑے ہیں، ان میں شرعاً میراث کس طرح تقسیم ہو گی؟

زید کے ماں، باپ اور ایک حقیقی بہن اس کی وفات سے پہلے فوت ہو چکے ہیں۔

زید کے فوت ہونے کے بعد عمرو یہ کہتا ہے کہ زید کہتا تھا کہ میں اپنی جائیداد مسجد کو دے دوں گا، بکر یہ کہتا ہے کہ زید کہتا تھا کہ اپنی جائیداد اپنے ایک بھائی کو

دے دوں گا، خالد یہ کہتا ہے کہ زید کہتا تھا کہ میں اپنی جائیداد اپنی بیٹی کو دے دوں گا، ان اقوال کی بھی وضاحت فرمائیں؟

الجواب منه الهداية والصواب

صورت مسؤلہ میں تقسیم میراث پر مقدم حقوق کی ادائیگی کے بعد متوفی کی کل منقولہ وغیر منقولہ جائیداد از روئے شرع شریف 8 مساوی حصوں میں تقسیم کی جائے گی، جس میں سے 1 حصہ بیوہ کو، 4 بیٹی کو اور ایک ایک حصہ ہر بھائی کو ملے گا اور مذکورہ اقوال میں کل جائیداد مسجد، بھائی یا بیٹی کو دے دینے کی خواہش یا وعدہ ہے، اس سے تقسیم میراث کو معطل نہیں کیا جا سکتا ہے۔

نیز اگر ثبوت شرعی سے کچھ ثابت ہو تو تب بھی بھائی اور بیٹی کے حق میں مطلق وصیت جائز ہی نہیں، کیونکہ حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے سنا ہے کہ:

فَلَا وَصِيَّةَ لِوَارِثٍ.

وارث کے لیے وصیت نہیں ہے۔[1]

1- (سنن ابن ماجہ، کتاب الوصایا، باب: لاوصیۃ لوارث، ج: 2، ص: 905، حدیث نمبر: 2713)

البتہ ثبوت شرعی سے مسجد کے لیے وقف ثابت ہو تو تب بھی وصیت مال کے تیسرے حصے میں نافذ ہو گی اور باقی مال بصورت ذیل ورثاء میں تقسیم ہو گا:

مسئلہ: 8 حصے

بیوی: ثمن، 1 حصہ

بیٹی: نصف، 4 حصے

3 بھائی: عصبہ، 3 حصے (ہر بھائی کا ایک ایک حصہ)

فقط

هذا ما عندي والله تعالى أعلم

وصلى الله تعالى على حبيبه محمد وآله وأصحابه وسلم

تقسیم وراثت: بیوہ، بیٹیاں، بھائی اور بہنیں اکٹھی ہوں

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی فوت ہو گیا اور اپنے پیچھے ایک بیوہ، تین بھائی، تین بہنیں اور اور دو بیٹیاں چھوڑ گیا ہے، ان پسماندگان

کے وراثت میں جتنے حصے بنتے ہیں ان کی از روئے شریعت شرح فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

الجواب منه الهداية والصواب

صورت مسؤلہ میں بر تقدیر صدق سائل و صحت ورثاء تقسیم جائیداد پر مقدم حقوق کی ادائیگی کے بعد بقیہ کل جائیداد منقولہ و غیر منقولہ کو 216 مساوی حصوں میں تقسیم کیا جائے گا، جن میں سے 27 حصے بیوہ کو، 144 حصے دونوں بیٹیوں کو کہ ہر ایک بیٹی کے 72 حصے ہوں گے،اور 45 باقی حصوں میں سے ہر ایک بھائی کو 10 حصے اور ہر ایک بہن کو 5 حصے ملیں گے۔

فتاویٰ بھکھی شریف

صورت مسئلہ درج ذیل ہے:

بیوہ: 27 حصے

2 بیٹیاں: 144 حصے (ہر ایک بیٹی کے 72 حصے)

3 بھائی: 30 حصے (ہر ایک بھائی کے 10 حصے)

3 بہنیں: 15 حصے (ہر ایک بہن کے 5 حصے)

فقط

هذا ما عندي والله تعالى أعلم

وصلى الله تعالى على حبيبه محمد وآله وأصحابه وسلم

بندہ فوت گیا اور ورثاء میں بیوہ، بیٹی اور بھائی چھوڑ گیا

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک آدمی فوت ہو گیا ہے، اس کے تین وارث ہیں: ایک بیوہ، ایک بیٹی، ایک بھائی، اس کی جائیداد از روئے شرع کیسے تقسیم ہو گی؟

الجواب منه الهداية والصواب

تقسیم ترکہ پر مقدم حقوق تجہیز و تکفین، اگر اس کے ذمہ قرض ہو تو اس کی ادائیگی اور کوئی وصیت ہو تو تہائی مال سے اس کے اجراء کے بعد اس کی بقیہ جائیداد منقولہ و غیر منقولہ آٹھ مساوی حصوں میں تقسیم ہو گی۔

جس میں ایک حصہ بیوہ کو، چار حصے بیٹی کو، تین حصے بھائی کو ملیں گے۔

بیوہ: 1 حصہ

بیٹی: 4 حصے

بھائی: 3 حصے۔

فقط

هذا ما عندي والله تعالى أعلم

وصلى الله تعالى على حبيبه محمد وآله وأصحابه وسلم

بیوہ، بیٹی، اخیافی بہن چھوڑ گیا تو وراثت کیسے تقسیم ہو گی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص اچانک بحالت صحت فوت ہو گیا، اس نے اپنے سوگواروں میں ایک بیٹی، ایک بیوی، تین بھائی اور ایک بہن جو کہ والدہ سے سگی اور والد سے سوتیلی ہے، چھوڑے ہیں۔

فتاویٰ بھکھی شریف

متوفی نے اپنے پیچھے جو جائیداد چھوڑی ہے وہ ایک دکان، ایک مکان اور مشترکہ ورکشاپ ہے جو کہ متوفی کے اپنے ایک سگے بھائی کے ساتھ مشترکہ تھی، اس مشترکہ ورکشاپ سے متوفی نے اپنی بیوی کے ہمراہ حج کیا اور اپنی بیٹی کی شادی کی، اور مشترکہ ورکشاپ سے متوفی کے بھائی نے پلاٹ خریدے اور دھوکا دہی سے اپنے نام کروا لیے اور اس کے علاوہ کچھ اور بھی اشیاء تھیں جو مشترکہ تھیں۔

اب سوال یہ ہے کہ متوفی کا بھائی کہتا ہے کہ میں نے متوفی پہ حج اور شادی کے معاملہ میں خرچ کیا ہے، وہ حصہ کاٹنا چاہتا ہوں۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ:

کیا وہ حج اور شادی کے روپے کاٹ سکتا ہے یا کہ نہیں؟

جو مشترکہ پلاٹ اور دوسری اشیاء خریدی گئی ہیں، ان میں متوفی کا حصہ بنتا ہے یا کہ نہیں؟

السائل: علی اکبر

الجواب منه الهداية والصواب

ہاں وہ خریدی ہوئی اشیاء مشترکہ شمار ہوں گی، جو کچھ فرد نے اپنی ذات یا بیوی بچوں پہ خرچ کیا ہے وہ حساب و شمار اس کے ذمے ہے، اس کو مشترکہ میں جمع کروانا لازم ہے، جو چیز اس کے علاوہ مشترکہ مال سے خریدی گئی وہ مشترکہ ہے، اس میں فرد شریک کا حصہ ہے۔

فتاوی بلقھی شریف

جوہرہ میں ہے کہ:

(وَمَا يَشْتَرِيْهِ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا يَكُوْنُ عَلَى الشَّرْكَةِ إِلَّا طَعَامَ أَهْلِه وَكِسْوَتَهُمْ) وَكَذَا طَعَامَ نَفْسِه وَكِسْوَتَه .

کوئی شریک مشترکہ کاروبار میں سے جو کچھ خریدے گا وہ شرکاء کے درمیان مشترک ہو گا مگر اپنے یا اپنے اہل و عیال کے لیے لباس اور کھانے پینے کا سامان خریدے گا تو مشترک نہ ہو گا۔[1]

1- (الجوہرۃ النیرۃ، کتاب الشرکۃ، ج: 1، ص: 617)

البتہ اس کی قیمت مشترک مال سے ادا کرے گا تو دوسرا شریک اس کے خاص مال سے اپنے حصے کی رقم وصول کرے گا۔

فقط

هذا ما عندي والله تعالى أعلم

وصلى الله تعالى على حبيبه محمد وآله وأصحابه وسلم

کیا مطلقہ بیوی کو خاوند کی وراثت سے حصہ ملے گا؟

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے ایک عورت سے شادی کی جس سے ایک بیٹی پیدا ہوئی، جس کی عمر اب تقریباً 18 سال ہے، تقریباً 7 سال پہلے گھریلو ناچاقی کی بناء پر اس نے اپنی بیوی کو طلاق سہ بار دے دی تھی، لیکن بیٹی کا ذکر طلاق میں نہ کیا، تاہم بیٹی اپنی ماں کے پاس ہی رہتی ہے، پھر اس شخص نے ایک دوسری جگہ نکاح کر لیا، جس سے تین بیٹیاں پیدا ہوئیں۔ تقریباً ڈیڑھ ماہ پہلے اس شخص کا انتقال ہو گیا، اس کے والدین پہلے ہی فوت ہو چکے تھے، ایک بھائی اور چار بہنیں ہیں جو شادی شدہ ہیں اور اپنے اپنے گھروں میں آباد ہیں، متوفی کی منقولہ و غیر منقولہ جائیداد کی تقسیم کی شرعی لحاظ سے وضاحت کریں۔

الجواب منه الهداية والصواب

تقسیم ترکہ پر مقدم حقوق کی ادائیگی کے بعد اس کی منقولہ و غیر منقولہ جائیداد کو 144 مساوی حصوں میں تقسیم کیا جائے گا، جن میں سے ہر بیٹی کو 24 حصے، موجود بیوی کو اٹھارہ حصے، بھائی کو دس حصے اور ہر بہن کو پانچ پانچ حصے دیے جائیں گے، اگر متوفی نے مرض الموت سے پہلے حالت صحت میں طلاق دے دی تھی تو اس بیوی کو اس میں سے کچھ نہیں ملے گا۔

4 بیٹیاں: کل حصے: 96، ہر بیٹی کا حصہ 24، (اس میں پہلے نکاح کی بیٹی بھی شامل ہے)۔

دوسری بیوی: 18 حصے

بھائی: 10 حصے

4 بہنیں: 20 حصے (ہر بہن کے 5 حصے ہوں گے)۔

فقط

هذا ما عندي والله تعالى أعلم

وصلى الله تعالى على حبيبه محمد وآله وأصحابه وسلم

ایک بندے کی دو بیویوں سے اولاد تھی، وہ فوت ہو گیا، اس کی وراثت کی شرعی تقسیم سے پہلے اس کا عصبہ وارث بیٹا بھی فوت ہو جائے تو وراثت کیسے تقسیم ہو گی؟

فتاویٰ بھلھی شریف

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسمّٰی سردار خان جب فوت ہوا تو اس کا ایک بیٹا محمد ریاض، اس کی بیوی بھری اور ایک بیٹی منظوراں بی بی موجود تھیں، سردار کے فوت ہونے کے بعد بھری بی بی نے 8/1 حصہ لے لیا اور دوسری جائیداد مسمّٰی ریاض کے نام ہو گئی، بھری بیوہ نے پھر دوسرا نکاح کر لیا جس کے بطن سے دو بیٹیاں ارشاد بیگم اور مقصودہ بیگم ہوئیں جو کہ مسمّٰی ریاض کی ماں سے سگی اور باپ سے سوتیلی ہمشیرہ ہیں، اب مسمّٰی ریاض فوت ہو گیا ہے۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ مسمّٰی ریاض کی ماں بھری، ہمشیرہ منظوراں بی بی، بیگم مختار بی بی اور دو سوتیلی ہمشیرہ موجود ہیں اور مسمّٰی ریاض کے چھ چچا زاد بھائی بھی موجود ہیں، شرعی لحاظ سے ان تمام ورثاء کو کون کون سا حصہ ملے گا۔

السائل: محمد اعظم ولد محمد اشرف

الجواب منه الهداية والصواب

از روئے شرع سردار خان کی قابل تقسیم منقولہ وغیر منقولہ جائیداد سے اس کی بیٹی منظوراں بی بی وارث تھی لیکن اسے حصہ نہ دے کر گناہ کا ارتکاب کیا گیا کیونکہ وہ اپنے باپ کی جائیداد سے بیٹی کے حصے کی حقدار تھی، جبکہ اپنے بھائی ریاض کی جائیداد سے اپنی سوتیلی بہنوں کے ساتھ حقیقی بہن کا حصہ پانے کی حقدار ہے اور بھری بی بی بھی اپنے خاوند اور بیٹے کی جائیداد سے بیوہ اور ماں کا حصہ پائے گی تو اس کی شرعی تقسیم اس طرح ہے کہ:

فتاوی بکھی شریف

سردار خان کی جائیدا کو 360 مساوی حصوں میں تقسیم کیا جائے گا، اس میں سے منظوراں بی بی کو 105 حصے، بھری بی بی کو 45 حصے ملیں گے، جبکہ ریاض کے 210 حصے ہوں گے، جس میں سے مختارہ بی بی کو 42 حصے اور منظوراں کو 84 حصے ملیں گے، جبکہ ارشاد بی بی، مقصود بی بی، بھری بی بی تینوں میں سے ہر ایک کو 28 حصے ملیں گے، اس طرح بھری کے 73، منظوراں کے 179، مختارہ کے 42، ارشاد و مقصود کے 28 حصے ہوں گے۔

سردار خان کی جائیداد: 360 مساوی میں تقسیم:

بیٹی (منظوراں بی بی): 105 حصے

بیوی (بھری بی بی): 45 حصے

بیٹا (ریاض): 210 حصے

ریاض کی جائیداد: 210 مساوی حصے

ریاض کی بیوی (مختارہ بی بی): 42 حصے،

ریاض کی بہن (منظوراں بی بی): 84 حصے،

ریاض کی ماں (بھری بی بی): 28 حصے،

ریاض کی سوتیلی بہن (ارشاد بی بی): 28 حصے،

ریاض کی سوتیلی بہن (مقصود بی بی): 28 حصے۔

جبکہ چچازاد بھائیوں کو کچھ نہیں ملے گا۔

فقط

هذا ما عندي والله تعالى أعلم

وصلى الله تعالى على حبيبه محمد وآله وأصحابه وسلم

اولاد کے ہوتے ہوئے بھائی محروم ہوں گے

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص فوت ہو گیا، متوفی کے درج ذیل ورثاء کے حصص قرآن و حدیث کی روشنی میں بیان کریں:

والد، والدہ، بیوی، دو بیٹیاں، ایک بھائی۔

السائل: صاحبزادہ عبد القیوم قادری

الجواب منه الهداية والصواب

صورت مسؤلہ میں تقسیم میراث پر مقدم حقوق کی ادائیگی کے بعد متوفی کی کل منقولہ وغیر منقولہ جائیداد کو 27 برابر حصوں میں تقسیم کیا جائے گا، چار چار حصے والدین کو، آٹھ آٹھ حصے ہر ایک بیٹی کو، بیوی کو 3 حصے اور بھائی کو کچھ نہیں ملے گا۔

صورت درج ذیل ہے:

والد: 4 حصے،

والدہ: 4 حصے،

بیوی: 3 حصے،

دو بیٹیاں: 16 حصے (ہر بیٹی کو 8 حصے)،

بھائی: کچھ نہیں۔

فقط

هذا ما عندي والله تعالى أعلم

وصلى الله تعالى على حبيبه محمد وآله وأصحابه وسلم

مسائل متفرقہ

(متفرق مسائل کا بیان)

(استاد کا شاگرد کو شاباش دیتے ہوئے پیشانی ور خسار کو چومنا)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک چالیس سالہ استاد نے شاگرد کو شاباش دیتے ہوئے پیشانی اور رخسار کو چوما، اس کی توبہ کا کیا طریقہ ہے؟

السائل: محمد اسلم نوارنی، ساکن: جہلم

فتاوی بھکھی شریف

الجواب منه الهداية والصواب

شاگرد کو شاباش دینا منہ چومنے سے نہیں ہوتا بلکہ سوال سے سمجھ آتا ہے کہ استاد یا سائل اسے جرم یا گناہ جانتا ہے اور شاباش دینے سے گناہ نہیں ہوتا البتہ اگر شہوت کے ساتھ کسی کو سلام و مصافحہ کے لیے ہاتھ لگائے تو بھی گناہ ہے اور توبہ کا طریقہ ندامت کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے معافی کی التجا ہے۔

فقط

هذا ما عندي والله تعالى أعلم

وصلى الله تعالى على حبيبه محمد وآله وأصحابه وسلم

قرآن پہ رقم رکھنے کا مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے کہ میں نے بکر سے اتنی رقم لینی ہے جو کہ ادھار دی ہوئی ہے لیکن بکر رقم کا انکار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میں یہ رقم قرآن پہ رکھتا ہوں تم اٹھا لو، زید کے پاس نہ کوئی گواہ ہیں اور نہ ہی کوئی تحریر، صورت مسؤلہ میں زید کا قرآن مجید سے رقم اٹھانا کیسا ہے؟

الجواب منه الهداية والصواب

دعوی کے ثبوت کے لیے شریعت مطہرہ نے مدعی کے ذمے گواہ لازم کیے ہیں اور گواہ نہ ہوں تو مدعا علیہ کے ذمے قسم رکھی ہے تا کہ وہ حلف اٹھا کر بری ہو جائے۔

قرآن کریم پہ رقم رکھنا یا اٹھانا از روئے شرع کوئی حیثیت نہیں رکھتا بلکہ قرآن کریم کے اوپر رقم رکھنا قرآن کی شان میں سوءِ ادب ہے۔

قرآن مجید میں ہے کہ:

وَأَشْهِدُوْا ذَوَیْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ

ترجمہ: اور اپنے میں دو ثقہ کو گواہ کر لو۔[1]

دوسرے مقام پہ ارشاد فرمایا:

1- (سورہ: الطلاق، آیت نمبر: 2)

وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ فَاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَأَتَان

ترجمہ: اور دو گواہ کر لو اپنے مردوں میں سے پھر اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں۔ (1)

حضرت شعیب اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اَلْبَيِّنَةُ عَلَى الْمُدَّعِيْ وَالْيَمِيْنُ عَلَى الْمُدَّعَى عَلَيْهِ .

دعوی کرنے والے پہ گواہ اور جس پہ دعوی کیا گیا ہے اس پہ قسم ہے۔ (2)

مجمع الانہر میں ہے کہ:

وَإِذَا صَحَّتِ الدَّعْوَى سَأَلَ الْقَاضِيْ الْخَصَمَ عَنْهَا فَإِنْ أَقَرَّ حَكَمَ عَلَيْهِ وَإِنْ أَنْكَرَ سَأَلَ الْمُدَّعِيَ الْبَيِّنَةَ فَإِنْ أَقَامَهَا وَإِلَّا حَلَفَ الْخَصْمَ .

اور جب دعوی صحیح ہو تو قاضی مدعی علیہ سے اس کے بارے میں سوال کرے گا۔ پس اگر مدعی علیہ اس دعوی کی صحت کا اقرار کر لے تو اس پر حکم لگایا جائے گا اور اگر

1- (سورہ: البقرہ، آیت نمبر: 282)

2- (جامع ترمذی، کتاب الاحکام، باب: إن البینۃ علی المدعی، ج: 3، ص: 626، حدیث نمبر: 1341)

مدعی علیہ انکار کرے تو قاضی مدعی سے گواہ لانے کا کہے گا تو اگر مدعی گواہ لے آئے

تو فیصلہ سنایا جائے گا ورنہ مدعی علیہ سے قسم لی جائے گی۔[1]

فقط

هذا ما عندي والله تعالی أعلم

وصلی الله تعالی علی حبيبه محمد وآله وأصحابه وسلم

قول صحابی پر حدیث کے اطلاق کا مسئلہ

کیافرماتے علمائے دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال مبارک کے علاوہ صحابہ کے اقوال کو بھی حدیث کہا جا سکتا ہے یا نہیں؟ اور اگر کہا جائے تو کیا یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی بنتی ہے؟

السائل: محمد عنایت، گجرات

1- (مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر، کتاب الدعوی، ج:6، ص:287)

الجواب منه الهداية والصواب

حدیث کا لغوی معنی ہے: نئی چیز، بات۔

اور اصطلاح علماء میں بعض کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کو حدیث قولی اور عمل کو حدیث عملی یا فعلی اور کسی کام کو کرتے دیکھ کر منع نہ فرمانے کو حدیث تقریری کہتے ہیں اور صحابی و تابعی کا قول، فعل و تقریر اثر ہے اور سب کا مشترکہ نام سنت ہے یعنی سنت اور حدیث دونوں کا اطلاق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، صحابی اور تابعی کے قول، فعل اور تقریر پر صحیح ہے اور بعض نے خبر کو حدیث و سنت کا ہم معنی قرار دیا ہے، بعض نے حدیث اور اثر کی طرح فرمایا ہے۔

علامہ احمد جیون لکھتے ہیں کہ:

اَلسُّنَّةُ تُطْلَقُ عَلَى قَوْلِ الرَّسُوْلِ وَفِعْلِه وَسُكُوْتِه وَعَلَى أَقْوَالِ الصَّحَابَةِ وَأَفْعَالِهِمْ ، وَالْحَدِيْثُ يُطْلَقُ عَلَى قَوْلِ الرَّسُوْلِ خَاصَةً.

لفظ سنت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابی اور تابعی کے قول، فعل اور تقریر پر بولا جاتا ہے مگر لفظ حدیث کا اطلاق صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول پر ہوتا ہے۔[1]

1- (نور الانوار، باب: اقسام السنہ، ص: 187)

شرح نخبۃ الفکر میں ہے کہ:

اَلْخَبْرُ عِنْدَ عُلَمَاءِ هَذَا الْفَنِّ مُرَادِفٌ لِلْحَدِيْثِ وَقِيْلَ الْحَدِيْثُ مَا جَاءَ عَنِ النَّبِيِّ.

لفظ خبر اور لفظ حدیث محدثین کے نزدیک ہم معنی ہیں اور حدیث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول قول، فعل و تقریر کا نام ہے۔

اور اس کے حاشیہ میں ہے کہ:

وَفِى اصْطِلَاحِهِمْ قَوْلُ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِعْلُه وَتَقْرِيْرُه وَصِفَتُه حَتَّى فِى الْحَرَكَاتِ وَالسَّكَنَاتِ فِي الْيَقْظَةِ وَالْمَنَامِ كَذَا ذَكَرَهُ السَّخَاوِيُّ وَفِى الْخُلَاصَةِ وَ الصَّحَابِيُّ وَالتَّابِعِيُّ اِلَخْ وَيُرَادِفُهُ السُّنَّةُ.

فتاویٰ
بھکھی شریف

اور اصولیوں کی اصطلاح میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول، فعل، تقریر اور صفت حتی کہ سوتے، جاگتے کی حرکات و سکنات (کو خبر کہا جاتا ہے) اور صحابی و تابعی بھی (یعنی ان کے بھی اقوال، افعال اور تقاریر پر خبر کا اطلاق ہوتا ہے) اور خبر سنت کے مرادف ہے۔[1]

کیونکہ صحابی و تابعی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضان صحبت سے اس طرح ہو چکے ہیں کہ جو کچھ کرتے یا کہتے ہیں اگرچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت نہ کریں، لیکن ان کا عمل سنت نبوی کی اتباع میں ہے، اسی طرح کوئی کام ہوتا دیکھیں اور وہ

1- (شرح نخبۃ الفکر، ص:18)

سننا ناجائز ہو تو خاموش نہیں رہ سکتے، اسی لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِنَّمَا أَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ فَبِأَیِّهِمْ اِقْتَدَیْتُمْ اِهْتَدَیْتُمْ.

میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں، ان میں سے جس کی اقتداء کرو گے ہدایت پاؤ

گے۔[1]

نیز اس اصطلاح میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی گستاخی نہیں کیونکہ علمائے

کرام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کو حدیث مرفوع اور صحابی کی حدیث کو

حدیث موقوف اور تابعی کی حدیث کو حدیث مقطوع کے نام سے جدا جدا بیان کیا

ہے اور ان کے مراتب میں فرق بیان کر دیا ہے، تو یہ اس طرح ہے کہ جیسے

کوئی اللہ تعالیٰ کے ارشاد، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان اور اپنے علمائے

کرام کے اقوال سب کو قول یا بات کہے تو اس میں کوئی گستاخی نہیں۔

اللہ تعالیٰ کا حکم، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم، عالم دین کا حکم، پیر و مرشد کا حکم اور ظالم

حاکم کا حکم، ان سب کو حکم کہتے ہیں اور ان کو حکم کہنے میں کوئی گستاخی نہیں ہے۔

1- (مشکوۃ المصابیح، باب: مناقب الصحابہ، الفصل الثالث، ج: 2، ص: 562، حدیث نمبر: 5761)

البتہ اس بات کو گستاخی کہنے سے علمائے کرام کی شان میں بے ادبی ہے اور یہ علماء کی شان میں گستاخی بنتی ہے، جنہیں یہ الفاظ کہہ کر گستاخی کا مرتکب ٹھہرایا گیا ہے، لہٰذا اس کی تلافی استغفار سے کرنی چاہیے۔

فقط

هذا ما عندي والله تعالى أعلم

وصلى الله تعالى على حبيبه محمد وآله وأصحابه وسلم

آداب تلاوت، نکاح اور حسن معاشرت سے متعلق کچھ متفرق مسائل

کیافرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ:

☆: زید نے ایک لڑکی اور ایک لڑکے کا نکاح پہ نکاح پڑھایا، جو گواہان رکھے گئے ان کو لڑکی یا لڑکے کے نام، ولدیت، سکونت، قومیت و مذہب کے بارے میں نہ علم تھا اور نہ ہی دیا گیا بلکہ نکاح پر نکاح پڑھانے کے بعد ان سے دستخط اپنی ذمہ داری پر کروائے گئے۔

☆: دولت کے لالچ میں لڑکی اور لڑکے کو، جو کہ شہر کے مضافات سے تعلق رکھتے تھے، زید نے اپنے گھر بلوا کر فرضی پتہ لکھ کر نکاح پڑھ کر رجسٹر پر درج کیا۔

☆: دولت کی لالچ میں گواہوں کو اندھیرے میں رکھ کر نکاح پڑھایا، جس کی فیس مبلغ 2000 روپے وصول کی۔

☆: خدمت کمیٹی ضلع منڈی بہاؤالدین نے لڑکی کے والد کی طرف سے درخواست پر ایک کمیٹی تشکیل دی جس نے اپنی تفتیش میں زید کو مجرم قرار دیا ہے۔

☆: اس جرم کی پاداش میں زید کو جیل جانا پڑا، زید اب ضمانت پر ہے اور اپنے کیس کی پیروی کر رہا ہے جو کہ عدالت میں زیرِ سماعت ہے۔

☆: زید اخلاقی طور پر بہت فحش گو، بے ہودہ گفتگو اور گالی گلوچ کرنے والا ہے۔

☆: زید قرآن پاک کی سورتوں کی ترتیب کو غلط قرار دیتا ہے یعنی کہ نماز میں جماعت کرواتے ہوئے دونوں رکعتوں میں ترتیب کے اعتبار سے بعد میں آنے والی سورت کو پہلے اور پہلے آنے والی سورت بعد میں پڑھائی، ایک مقتدی کے استفسار پر کہا کہ پہلے سورتوں کی ترتیب ایسے ہی تھی۔

☆: زید دینی علم سے بے بہرہ ہے، مثال کے طور پر پچھلے سال جو لڑکے اعتکاف کی نیت سے مسجد میں مغرب کی نماز 20 رمضان کو پڑھنے کے بعد زید سے پوچھ

کر گھر گئے تو زید نے کہا کہ ایسا کرنے سے اعتکاف بھاگا نہیں جا رہا، وہ لڑکے مغرب کی نماز کے بعد گھر گئے اور کپڑے، کتابیں و دیگر اشیاء لے کر دوبارہ نمازِ عشاء سے پہلے معتکف ہو گئے۔

☆: زید نے عرصہ دراز پہلے ایک بزرگ کو محض اپنی بیوی کے مسجد میں خواتین کی جماعت کروانے سے منع کرنے پر، اعتکاف سے اٹھا کر گھر بھجوا دیا۔

☆: نکاح پر نکاح پڑھانے کے ماہر زید اس سے قبل بھی متعدد بار حوالات جا چکے ہیں اور سیاسی دباؤ پر خلاصی بھی کروا چکے ہیں۔

☆: زید کے اہل محلّہ کے مقتدیوں میں سے 95% نمازی ان کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے کیونکہ نمازیوں کو بے عزتی کر کے مسجد سے نکالنا ان کا معمول ہے۔

☆: مسجد کی تعمیر کے دوران مسجد کی تعمیر کے لیے دیئے گئے روپے زید نے مسجد انتظامیہ کو نہیں دیے ہیں۔

ان تمام حقائق کی روشنی میں زید پر کیا حد لاگو ہوتی ہے اور کیا ان کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے؟

السائلین: حاجی محمد عنایت، مرزا امجد اقبال، ملک محمد ارشاد

الجواب منه الهداية والصواب

☆: کسی مرد کا کسی عورت سے نکاح ہو اور وہ عورت اس کے نکاح کی پابندی سے مکمل فارغ نہ ہوئی ہو تو اس سے دوسرے مرد کا نکاح کرنا حرام اور نکاح محض باطل ہے اور اس دوسرے نکاح کا جائز یا حلال جاننا کفر ہے۔

قرآن کریم میں ہے کہ:

وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ.

ترجمہ: اور حرام ہیں شوہر دار عورتیں۔[1]

جن عورتوں کے پہلے خاوند ہوں ان کے ساتھ دوسرے مردوں کا نکاح حرام ہے، یہ قرآن کریم کا صریح حکم ہے اور اس کا خلاف حرام قطعی ہے۔

فتاوی بزازیہ میں ہے کہ:

مَنِ اسْتَحَلَّ الْحَرَامَ الْقَطْعِيَّ فَهُوَ كَافِرٌ.

جو یقینی حرام کو جائز جانے وہ کافر ہے۔[2]

☆: مسلمان کو گالی گلوچ کرنا گناہ ہے۔

1- (سورہ: نساء، آیت نمبر: 24)
2- (رد المحتار، تقدیم المولف حول البسملہ، ج: 1، ص: 38)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

سَبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوْقٌ .

مسلمان کو گالی دینا فسق ہے۔[1]

☆: جہالت ہے اور غلط بات کہی ہے۔

☆: مسجد سے عذر شرعی یا حاجت طبعی کے بغیر نکلنے سے اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے، یہ (زید کا قول) جہالت کی بات ہے اور غلط فتوی دیا گیا ہے۔

یہ کبیرہ گناہ کا متعدد بار تکرار ہے جب کہ ایک بار کبیرہ کا مرتکب فاسق ہو جاتا ہے۔

اگر مقتدی شرعی وجہ سے امام پر ناراض ہوں تو یہ بھی امام کے لیے نقصان دہ ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جن تین آدمیوں کے بارے ارشاد فرمایا کہ ان کی نمازیں ان کے کانوں سے متجاوز نہیں ہوتی ہیں، ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ:

وَمَنِ اسْتَمَعَ حَدِيْثَهُ اِلَى قَوْمٍ وَهُمْ لَهُ كَارِهُوْنَ .

1- (صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب: خوف المؤمن من ان یحبط عملہ، ج: 1، ص: 27، حدیث نمبر: 48)

اور جو لوگوں کو اپنی بات سنانا چاہے اس حال میں کہ لوگ اس کو ناپسند کریں۔[1]

☆: اگر وہ رقم مسجد پر خرچ نہ کی اور نہ کمیٹی کے افراد کو دی تو یہ خیانت ہے جو کہ کبیرہ گناہ ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے منافق کی جو تین علامات بیان کی ہیں ان میں سے ایک علامت یہ بھی ہے کہ:

وَإِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ.

اور جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرے۔[2]

اس سے واضح ہوا کہ وہ کئی وجوہات سے فاسق و فاجر ہے، فاسق کی امامت کے بارے میں فقہاء کرام نے ارشاد فرمایا ہے کہ اسے امام بنانا گناہ ہے اور اس کے پیچھے نماز پڑھ لی تو نماز مکروہ تحریمی ہے اسے دوبارہ پڑھنا واجب ہے۔

فقہ کی کتب میں موجود ہے کہ:

يَكْرَهُ تَقْدِيْمُ الْفَاسِقِ كَرَاهَةَ تَحْرِيْمِ.

فاسق کی تقدیم (امامت) مکروہ تحریمی ہے۔[3]

اور غنیہ شرح منیہ میں ہے کہ:

لَوْ قَدَّمُوْا فَاسِقًا يَأْثِمُوْنَ.

1- (صحیح بخاری، کتاب التعبیر، باب: من کزب فی حلمہ، ج: 6، ص: 2581، حدیث نمبر: 6635)
2- (صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب: علامۃ المنافق، ج: 1، ص: 21، حدیث نمبر: 33)
3- (صغیری شرح منیۃ المصلی، مباحث الامامۃ، ص: 262)

اگرلوگوں نے اپنے اختیار سے فاسق کو امام بنایاتووہ بھی گنہگار ہوں گے۔[1]

فتاوی شامی میں ہے کہ:

كُلُّ صَلَاةٍ أُدِّيَتْ مَعَ كَرَاهَةِ التَّحْرِيْمِ تَجِبُ إِعَادَتُهَا.

جو نماز کراہت سے ادا ہو اسے دوبارہ پڑھنا واجب ہے۔[2]

فقط

هذا ما عندي والله تعالى أعلم

وصلى الله تعالى على حبيبه محمد وآله وأصحابه وسلم

ہدہد، مور، طوطا، بلبل اور میناحلال یاحرام

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہدہد، مور، بلبل اور مینامیں سے کون سے پرندے حلال ہیں اور کون سے حرام ہیں؟

1- (غنية المستملى شرح منية المصلى، فصل فى الامامة، ص: 513)

2- (ردالمحتار، کتاب الصلوۃ، باب: واجبات الصلوۃ، ج: 2، ص: 182)

الجواب منه الهداية والصواب

یہ سب جانور حلال غیر مکروہ ہیں۔

لَا بَأْسَ بِأَكْلِ مَا لَيْسَ لَه مَخْلَبٌ يَخْطِفُ بِه وَالْهُدْهُدُ وَالخَطَّافُ وَالْقُمْرِي وَالسَّوْدَانِي وَالزُّرْزُوْرُ وَالْعَصَافِيرُ وَالْفَاخْتَةُ لَا بَأْسَ بِه.

اُن جانوروں کے کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے جو پنجہ سے شکار نہیں کرتے، اور ہدہد، خطاف (مینا)، قمری (فاختہ کی ایک قسم)، سودانی، زرزور، عصافیر (تینوں چڑیوں کی اقسام ہیں) اور فاختہ کے کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

فتاویٰ بھکھی شریف

فقط

هذا ما عندي والله تعالى أعلم

وصلى الله تعالى على حبيبه محمد وآله وأصحابه وسلم

آداب تلاوت

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جسم کا ضروری حصہ اگر ڈھانپا ہوا ہو تو کیا آدمی لیٹ کر قرآن پاک کی تلاوت کر یا سن سکتا ہے؟ یعنی کرتا اتار کر تلاوت سن سکتا یا کہ نہیں؟ کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ لیٹ کر قرآن پاک پڑھنا، پڑھانا اور سننا گناہ ہے، خواہ مجبوری ہو یا نہ ہو۔

قرآن و حدیث اور فقہاء کرام کے اقوال کے حوالہ جات سے دلائل دے کر بندہ کی راہنمائی کریں۔

السائل: حافظ مقبول الٰہی، جامع مسجد ماجھی

الجواب منه الهداية والصواب

قرآن پاک پڑھنا، پڑھانا عبادت ہے اور اس میں جتنا خلوص زیادہ ہو اس قدر عبادت بارگاہِ خداوندی میں قبولیت پاتی ہے، اس لیے ہر عبادت کے کام کے لیے علمائے کرام نے احترام و اہتمام کا حکم فرمایا ہے۔

قرآن پاک کا سب سے بہتر طریقہ یہ ہے کہ نماز میں اس کی پوری توجہ اور خشوع کے ساتھ تلاوت کی جائے، اگر کوئی تلاوت کرے تو بھی پورے خشوع و خضوع کے ساتھ سنا جائے، قرآن کریم نے ایمان والوں پر تلاوت کرنے، سننے کے جو اثرات بیان فرمائے ہیں، ان میں یہ بھی آیا ہے کہ:

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ إذا ذُکِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَإذا تُلِیَتْ عَلَیْهِمْ آیَاتُه، زَادَتْهُمْ اِیْمَانًا وَّعَلٰی رَبِّهِمْ یَتَوَکَّلُوْنَ.

ترجمہ: ایمان والے وہ ہی ہیں کہ جب اللہ یاد کیا جائے ان کے دل ڈر جائیں اور جب ان پر اس کی آیتیں پڑھی جائیں ان کا ایمان ترقی پائے اور اپنے رب پہ ہی بھروسہ کریں۔[1]

نیز فرمایا کہ:

اِنَّ الَّذِیْنَ أُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِه إذا یُتْلٰی عَلَیْهِمْ یَخِرُّوْنَ لِلْأَذْقَانِ سُجَّدًا.

ترجمہ: بے شک وہ جنہیں اس کے اترنے سے پہلے علم ملا جب ان پر پڑھا جاتا ہے ٹھوڑی کے بل سجدے میں گر پڑتے ہیں۔[2]

نیز فرمایا کہ:

1- (سورہ: انفال، آیت نمبر: 2)

2- (سورہ: اسراء، آیت نمبر: 107)

اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتَابًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِیَ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِیْ بِه مَنْ يَّشَآءُ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَه مِنْ هَادٍ

ترجمہ: اللہ نے اتاری سب سے اچھی کتاب کہ اول سے آخر تک ایک جیسی ہے، دوہرے بیان والی، اس سے بال کھڑے ہوتے ہیں ان کے بدن پر جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں، پھر ان کی کھالیں اور دل نرم پڑتے ہیں یاد خدا کی طرف رغبت میں، یہ اللہ کی ہدایت ہے، راہ دکھائے اسے جسے چاہے، اور جسے اللہ گمراہ کرے اسے کوئی راہ دکھانے والا نہیں۔ [1]

یعنی قرآنی آیات بینات سن کر ایمان والوں کا ایمان مضبوط ہوتا ہے اور ان کے دلوں میں خوف پیدا ہوتا ہے اور جسم پر خوف کے آثار ظاہر ہوتے ہیں اور وہ خدا کے ذکر میں مشغول اور سجدے کرنے لگتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں آپ کو تلاوت سناؤں، تو میں نے عرض کی کہ میں آپ کو قرآن سناؤں؟ حالانکہ وہ آپ پر نازل ہوا ہے، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ میں قرآن مجید کی تلاوت کسی اور سے سنوں، تو حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

1- (سورہ: زمر، آیت نمبر: 123)

فَقَرَأْتُ سُوْرَةَ النِّسَاءِ حَتّٰى أَتَيْتُ إِلَى هَذِهِ الْآيَةِ (فَكَيْفَ إِذا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلى هؤُلَاءِ شَهِيْدًا) قَالَ: حَسْبُكَ الْآنَ، فَالْتَفَتُّ إِلَيْهِ فَإِذَا عَيْنَاهُ تَذْرُفَانِ.

ترجمہ: میں نے سورۃ النساء شروع کی جب میں اس آیت کریمہ پر پہنچا کہ: (فَكَيْفَ إِذا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلى هؤُلَاءِ شَهِيْدًا) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس وقت کافی ہے، تو میں نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آنسو بہہ رہے تھے۔[1]

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید پڑھنے سننے کے لیے اہتمام ہونا چاہیے۔

فتاویٰ بخشی شریف

اگرچہ سوال میں مندرجہ صورت میں پڑھنا، سننا گناہ نہیں مگر معلم (استاذ) کو ایسا طریقہ اختیار کرنا ضروری ہے جس سے متعلّم کے دل میں زیادہ سے زیادہ احترام واہتمام کی صورت منقش ہو، لہٰذا ایسے طریقے سے اجتناب چاہیے جو سوال میں درج ہے۔

فقط

هذا ما عندي والله تعالى أعلم

وصلى الله تعالى على حبيبه محمد وآله وأصحابه وسلم

1- (صحیح بخاری، کتاب: فضائل القرآن، ج: 2، ص: 755)

سونا پہننا مرد کے لیے جائز یا ناجائز

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سونا مرد کے لیے جائز ہے یا نہیں؟

بعض لوگ کہتے ہیں کہ سفر میں مرد کے لیے جائز ہے؟

الجواب منه الهداية والصواب

مرد کے لیے سونا پہننا اور استعمال کرنا ہر حال یعنی سفر و حضر میں حرام ہے۔

فقط

هذا ما عندي والله تعالى أعلم

وصلى الله تعالى على حبيبه محمد وآله وأصحابه وسلم

تعلیم کے لیے جانوروں کے آپریشن کا مسئلہ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص لیبارٹری میں ملازم ہے، اس کو افسر نے کہا کہ جاؤ باہر سے مینڈک پکڑ لاؤ، تجربے کے طور پر ہم اس کا آپریشن کریں گے، جب وہ شخص باہر سے مینڈک پکڑ لایا تو انہوں نے اس مینڈک کا آپریشن کیا، آپریشن کے بعد وہ مینڈک مر گیا۔

فتاویٰ بکھی شریف

اس میں ملازم گنہگار ہے یا وہ افسر جس نے آپریشن کیا؟

اگر وہ ملازم افسر کے سامنے انکار کرے تو اس کی ملازمت کا مسئلہ ہے۔ اس مسئلہ کا شرعی جواب دیں، مہربانی ہو گی۔

السائل: محمد رمضان، منشی محلہ منڈی بہاؤالدین

الجواب منه الهداية والصواب

اس میں کوئی فرد بھی گنہگار نہیں ہوا، اللہ تعالیٰ نے تمام چیزیں انسانی ضروریات کے لیے پیدا فرمائی ہیں اور سرجری کی تعلیم، جانوروں کے اعضاء اور رگیں معلوم کرنا وغیرہ علم طب کی ضروریات ہیں، اس ضرورت کو پورا کرنے کے لیے کسی جانور کا استعمال نا جائز نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے کہ:

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَکُمْ مَا فِیْ الْأَرْضِ جَمِیْعًا.

وہ اللہ تو وہ ہے جس نے زمین میں تمام چیزیں تمہارے لیے بنائی ہیں۔[1]

دوسرے مقام پہ ہے کہ:

أُحِلَّ لَکُمْ صَیْدُ الْبَحْرِ.

تمہارے لیے سمندر کے جانور حلال کیے گئے ہیں۔[2]

ہدایہ میں ہے کہ:

وَالصَّیْدُ لَا یَخْتَصُّ بِمَأْکُوْلِ اللَّحْمِ.

فتاویٰ بھکھی شریف

شکار صرف حلال چیزوں کا ہی نہیں (بلکہ کسی فائدے کے لیے حلال و حرام دونوں کا شکار جائز ہے)۔[3]

البتہ بلا ضرورت تکلیف دینے سے پرہیز کرنا چاہیے، مثلاً جو ٹیکے انسان کو لگا کر اس کا جسم بعض جگہ سے آپریشن کے لیے بے حس کیا جاتا ہے، ممکن ہو تو جانوروں میں بھی ایسی ہی صورت اختیار کرنی چاہیے۔

فقط

هذا ما عندي والله تعالى أعلم

وصلى الله تعالى على حبيبه محمد وآله وأصحابه وسلم

1- (سورہ: بقرہ، آیت نمبر: 29)

2- (سورہ: مائدہ، آیت نمبر: 96)

3- (ہدایہ، کتاب الصید، فصل: فی الرمی، ج: 4، ص: 517)

کنڈے پکانے کا مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کنڈے پکانے جائز ہیں یا نہیں؟

پہلے کئی علماء سے پوچھ چکے ہیں لیکن کوئی پکا مسئلہ نہیں مل سکا، مہربانی فرما کر مسئلہ مذکورہ کی وضاحت کریں۔

الجواب منه الهداية والصواب

یہ حضرت امام جعفر صادق (رضی اللہ عنہ) کے لیے ایصال ثواب ہے اور ایصال ثواب از روئے قرآن کریم، حدیث مقدس جائز و کارِ ثواب ہے، البتہ اس میں جو قیود لوگوں نے لگا رکھی ہیں وہ غیر معتبر ہیں۔

فقط

هذا ما عندي والله تعالى أعلم

وصلى الله تعالى على حبيبه محمد وآله وأصحابه وسلم

گواہوں سے قسم لینے کا مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ تحریری ثبوت اور گواہوں میں قسم لی جا سکتی ہے یا نہیں؟

السائل: محمد ادریس، ساکن: آہلہ ضلع منڈی بہاؤالدین

الجواب منه الهداية والصواب

عقد کے ثبوت شرعی یا اقرار کے شرعی ثبوت کے وقت گواہوں کے ہوتے ہوئے منکر یعنی مدعی علیہ سے قسم نہیں لی جاسکتی۔

حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اَلْبَيِّنَةُ عَلَى الْمُدَّعِيْ وَالْيَمِيْنُ عَلَى الْمُدَّعَى عَلَيْهِ.

دعوی کرنے والے پہ گواہ اور جس پہ دعوی کیا گیا ہے اس پہ قسم ہے۔[1]

حضرت وائل رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی حضر موت اور ایک آدمی کندہ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، جو حضرمی تھا اس نے عرض کی:

یارسول اللہ! یہ آدمی میری اس زمین پہ قابض ہے جو میرے والد کی تھی۔

1- (جامع ترمذی، کتاب الاحکام، باب: إن البينة على المدعى، ج:3، ص:626، حدیث نمبر:1341)

تو کندی آدمی نے عرض کی کہ وہ زمین میری ہی ہے میں اس میں کھیتی باڑی کرتا ہوں، اس کا اُس زمین میں کوئی حق نہیں ہے۔

تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرمی آدمی سے کہا کہ کیا تیرے پاس کوئی گواہ ہیں؟

اس نے عرض کی: نہیں، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے ارشاد فرمایا: پھر تو اس سے قسم لے سکتا ہے۔[1]

اس حدیث پاک سے ثابت ہوا کہ گواہ ہوں تو قسم نہیں ہو سکتی۔

فقط

هذا ما عندي والله تعالى أعلم

وصلى الله تعالى على حبيبه محمد وآله وأصحابه وسلم
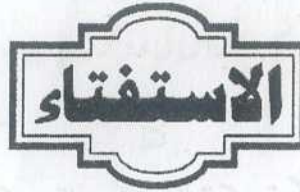
مظلوم کی مدد

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک آدمی پر چوری کا الزام لگایا گیا، پھر قسم طلب کی گئی، قسم دینے والا قسم دینے کے لیے بھی تیار ہو گیا، اس جھگڑے کے دوران کئی مرتبہ پولیس نے بھی ملزم کو پکڑا اور اسے سزا بھی دی لیکن چوری ثابت نہ ہوئی، تین سال کے عرصے سے یہ جھگڑا چل رہا ہے، اب پھر قسم کا مطالبہ کیا گیا، قسم دینے

1- (صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب: وعید من اقتطع حق مسلم بیمین فاجرة، ج: 1، ص: 86، حدیث نمبر: 375)

والے نے ایک دفعہ اور چوری (نہ کرنے) کی قسم دی، اس نے ساتھ یہ بھی قسم اٹھائی کہ آج کے بعد میں کسی چوری کی قسم نہیں دوں گا۔

صورت مسؤلہ یہ ہے کہ اگر اب وہ آدمی قسم دے تو جھگڑا ختم ہو سکتا ہے؟

کیا وہ قسم اٹھا سکتا ہے یا نہیں؟

صورت مسؤلہ میں بر تقدیر صدق سائل و صحت سوال ملزم پر ظلم ہو رہا ہے اور مظلوم کو بچانا از روئے شریعت ثواب ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اپنے بھائی کی مدد کرو چاہے ظالم ہے یا مظلوم۔

تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ مظلوم کی مدد کی تو سمجھ آ گئی، ظالم کی مدد کیسے کی جائے؟

تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

يَكُفُّه عَنِ الظُّلْمِ .

اس کو ظلم سے روک کر۔[1]

1- (صحیح ابن حبان، کتاب العضب، ج: 11، ص: 572، حدیث نمبر: 5168)

ظالم کا ہاتھ روکا تو وہ گناہ سے بچے گا اور ساتھ ہی مظلوم کی بھی مدد ہو گی۔

لہٰذا اس صورت میں قسم دینے والے پر کوئی گناہ نہیں، البتہ دس مسکینوں کو دو وقت کھانا کھلا دے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ حَلَفَ عَلَى يَمِيْنٍ فَرَأَى غَيْرَهَا خَيْرًا مِنْهَا فَلْيُكَفِّرْ عَنْ يَمِيْنِه وَلْيَفْعَلْ .

جو شخص قسم کھائے اور اس کو اس کے غیر میں بھلائی معلوم ہو تو قسم کا کفارہ دے اور وہ کرے جس میں بھلائی سمجھے۔[1]

لہٰذا اس صورت اس سے قسم لیکر اس کی مدد کرنی چاہیے۔

فقط

هذا ما عندي والله تعالى أعلم

وصلى الله تعالى على حبيبه محمد وآله وأصحابه وسلم

1- (صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب: ندب من حلف یمینا، ج: 5، ص: 85، حدیث نمبر: 4360)

نافرمان عورت کے متعلق چند سوالات

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میرے سسرال والے عرصہ تین سال سے بگڑے ہوئے ہیں اور بلا وجہ بگڑے ہوئے ہیں، انہوں نے بہانے سے اپنی بیٹی (میری بیوی) کو بلا کر اپنے پاس بٹھایا ہوا ہے اور بہانہ کچھ اس طرح بنایا کہ میرے سسر نے فون کیا کہ میں سخت بیمار ہوں، آپ میری بیٹی کو میرے پاس چھوڑ جائیں۔ چنانچہ میرے والد صاحب میری بیوی کو وہاں لے جا کر چھوڑ آئے، پھر ہر دو تین ماہ کے بعد اسے واپس لانے کے لیے چکر لگاتے رہے اور ان کی منتیں سماجتیں کرتے رہے لیکن وہ کسی طرح اسے واپس بھیجنے پر تیار نہیں بلکہ اب وہ طلاق کا تقاضا کر رہے ہیں، بلکہ انہوں نے عدالت میں مقدمہ دائر کر دیا ہے جب کہ میں تاحال طلاق دینے کے حق میں نہیں ہوں اور وہ طلاق بمعہ تین سال کا خرچہ طلب کرتے ہیں۔

فتاویٰ بھکھی شریف

آپ سے پوچھنا یہ ہے کہ:

1: کیا وہ جو خرچہ طلب کر رہے ہیں، قرآن و حدیث کی رو سے وہ اس خرچے کے حقدار ہیں جبکہ انہوں نے اپنی بیٹی کو وہاں اپنی مرضی سے منگوایا تھا، ہم نے اسے گھر سے نہیں نکالا؟

2: حق مہر جو حقِ عورت ہے، جب عورت خود طلاق طلب کرے تو کیا شوہر اپنا ادا کیا ہوا حق مہر واپس لے سکتا ہے؟ یا وہ رقم اسی عورت کے پاس رہے گی؟

3: طلاق دینے کا بہتر طریقہ کیا ہے؟ براہ راست اسے بھیجی جائے یا ان کی یونین کونسل کے ذریعے بھیجی جائے؟

4: جو زیور ہم نے اس لڑکی کو پہنایا تھا تو کیا مذکورہ صورت میں وہ زیور ہم طلب کر سکتے ہیں یا کہ نہیں؟

میرے سسر نے کہا ہے کہ ہم از روئے شریعت جس چیز کے حقدار ہوئے وہی لیں گے، اگر شریعت نے کوئی چیز نہ دی تو ہم کسی چیز کا آپ سے تقاضا نہیں کریں گے۔

السائل: حافظ محمد فاروق

الجواب منہ الھدایۃ والصواب

1: عورت خاوند کی نافرمان ہو کر خاوند سے جدا کسی اور جگہ رہے اور خاوند کے ذمہ کوئی ایسا حق نہ ہو کہ جس کے مطالبے میں از روئے شرع عورت کو اپنی ذات خاوند سے علیحدہ رکھنے کا حق حاصل ہو جیسے مہر مؤجل کی ادائیگی کا مطالبہ، تو اس عورت کو خاوند کے گھر سے باہر رہنے کے وقت کا خرچہ نہیں ملے گا۔

ہدایہ میں ہے کہ:

وَاِنْ نَشَزَتْ فَلَا نَفَقَةَ لَهَا حَتّٰى تَعُوْدَ إِلَى مَنْزِلِه .

اور اگر نافرمان ہو کر خاوند کے گھر سے نکلے تو جب تک واپس نہ آئے گی اسے خرچہ نہیں ملے گا۔[1]

2:- ایسی صورت میں بطور خلع عورت طلاق لیتی ہے تو مرد مہر کی رقم یا اس سے زائد رقم بھی واپس لے سکتا ہے۔

قرآن کریم میں ہے کہ:

فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ به .

ترجمہ: تو ان پر کچھ گناہ نہیں اس میں جو بدلہ دے کر عورت اپنی جان چھڑائے۔[2]

لیکن مہر سے زیادہ لینا مکروہ ہے۔

تبیین الحقائق میں ہے کہ:

وَكَرِهَ لَه أَخْذُ شَيْءٍ إِنْ نَشَزَ ، وَاِنْ نَشَزَتْ فَلَا.

1- (ہدایہ، کتاب الطلاق، باب النفقہ، ج: 2، ص: 442)

2- (سورہ: البقرہ، آیت نمبر: 229)

اگر مرد نافرمان ہو تو جدائی کے بدلے میں اس کے لیے مال لینا مکروہ ہے اور اگر عورت نافرمان ہو تو مکروہ نہیں ہے۔[1]

ردالمحتار میں ہے کہ:

صَحَّحَ الشِّمْنِی کَرَاهَةَ الزِّيَادَةِ .

شمنی نے زیادہ لینے کی کراہت کو صحیح کہا ہے۔[2]

3: طلاق دینے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ جس طہر میں عورت کے ساتھ جماع نہ کیا ہو، اس میں ایک طلاق دے زبانی یا لکھ کر بھیجنا یہ سب چیزیں برابر ہیں۔

فتاویٰ بھکھی شریف

4: زیور اگر مہر میں لکھا ہوا ہے تو اس کا حکم بیان ہو چکا ہے، اگر ویسے ہی عورت کو مالک بنا دیا گیا تو ہبہ ہے، جسے واپس لینا ایسے ہے کہ جیسے کتے نے قے کر کے کھالی، اگر اسے مالک نہ بنایا گیا تو واپس کرنا اس پر لازم ہے۔

فقط

هذا ما عندي والله تعالى أعلم

وصلى الله تعالى على حبيبه محمد وآله وأصحابه وسلم

1- (تبیین الحقائق، کتاب الطلاق، باب: الخلع، ج: 7، ص: 27)

2- (ردالمحتار، کتاب الطلاق، باب الخلع، ج: 12، ص: 121)

حقوق والدین اور زوجین کے ایک دوسرے پر حقوق و فرائض

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ والدین کے اولاد پر کیا کیا حقوق ہیں اور خاوند بیوی کے ایک دوسرے پر کیا حقوق ہیں؟

الجواب منه الهداية والصواب

والدین کے حقوق اولاد پر اللہ تعالیٰ نے بہت زیادہ رکھے ہیں کیونکہ انسان کے دنیا میں وجود و بقاء کا ظاہری سبب اور پرورش کی مشقت اٹھانے والے اس کے والدین ہی ہیں، اس لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کہیں انسان کو والدین کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کا حکم دیا اور کسی مقام پہ اپنے حقوق کے ساتھ والدین کے حقوق کو ملا کر بیان فرمایا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی والدین کا حکم ماننے کی فرضیت اور نافرمانی کی حرمت بیان فرمائی ہے اور والدین کے ساتھ حسن سلوک اور انداز گفتگو کا طریقہ بیان فرمایا۔ چنانچہ قرآن مجید اور احادیث مبارکہ سے کچھ دلائل پیش کیے جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے کہ:

وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ وَهْنًا عَلَى وَهْنٍ وَفِصَالُهُ فِىْ عَامَيْنِ أَنِ اشْكُرْ لِىْ وَلِوَالِدَيْكَ اِلَىَّ الْمَصِيْرُ وَاِنْ جَاهَدَاكَ عَلٰى أَنْ تُشْرِكْ بِىْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِى الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا

ترجمہ: اورہم نے آدمی کواس کے ماں باپ کے بارے میں تاکید فرمائی، اس کی ماں نے اسے پیٹ میں رکھا کمزوری پر کمزوری جھیلتے ہوئے اور اس کا دودھ چھوٹنا دو برس میں ہے، یہ کہ حق مان میرا اور اپنے ماں باپ کا، آخر میرے تک آنا ہے۔

اور اگر وہ دونوں تجھ سے کوشش کریں کہ تو میرا شریک ٹھہرائے ایسی چیز کو جس کا تجھے علم نہیں، تو ان کا کہنا نہ مان، اور دنیا میں اچھی طرح ان کا ساتھ دے۔[1]

فتاویٰ بھکھی شریف

دوسرے مقام پہ ارشاد فرمایا:

وَقَضٰى رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوْآ اِلَّا اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ أَحَدُهُمَآ أَو كِلَاهُمَا فَلَا تَقُلْ لَهُمَآ أُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِىْ صَغِيْرًا

ترجمہ: اور تمہارے رب نے حکم فرمایا کہ اس کے سوا کسی کو نہ پوجو اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو، اگر تیرے سامنے ان میں ایک یا دونوں بڑھاپے

1- (سورہ: لقمان، آیت نمبر: 14-15)

کو پہنچ جائیں تو ان سے اف نہ کہنا اور انہیں نہ جھڑکنا اور ان سے تعظیم کی بات کہنا۔ اور ان کے لیے نرم دلی سے عاجزی کا بازو بچھا اور عرض کر کہ اے میرے رب توان دونوں پر رحم کر جیسا کہ ان دونوں نے مجھے بچپن میں پالا۔[1]

وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ: سے مراد یہ ہے کہ ہم نے انسان کو حکم دیا ہے کہ وہ اپنے والدین سے اچھا سلوک کرے اور ان کا شکریہ ادا کرے۔

حضرت سفیان بن عیینہ رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

مَنْ صَلَّى الصَّلَوَاتِ الْخَمْسَ فَقَدْ شَكَرَ اللّٰهَ وَمَنْ دَعَا لِلْوَالِدَيْنِ فِيْ أَدْبَارِ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ فَقَدْ شَكَرَ الْوَالِدَيْنِ .

جس نے پانچ نمازیں پڑھیں اس نے اللہ کا شکر ادا کیا اور جس نے پانچوں نمازوں کے بعد والدین کے لیے دعا کی تو اس نے والدین کا شکر ادا کیا۔[2]

اِلَيَّ الْمَصِيْرُ: سے دھمکی دی گئی ہے کہ میں قدرت و علم رکھتا ہوں اور تجھے لوٹ کر میرے پاس ہی آنا ہے، تو اگر تو تقصیر و کوتاہی کرے گا تو میں سزا دوں گا۔

1- (سورہ: بنی اسرائیل، آیت نمبر: 23-24)

2- (تفسیر بغوی، ج: 6، ص: 287)

نیز فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے میں والدین کا کہا ماننا جائز نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا حق والدین سے زیادہ اور مقدم ہے کہ اسی نے ان کو بھی پیدا کیا اور تجھے پالنے کی توفیق ان کو اس نے ہی دی ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَا طَاعَةَ فِيْ مَعْصِيَةِ اللهِ.

اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت جائز نہیں ہے۔[1]

لیکن اس کے باوجود کہ والدین اگرچہ کافر ہوں اور تجھے کافر بنانا چاہیں تو ان کی یہ بات نہ ماننا اور باقی ہر طرح سے ان کے ساتھ اچھا سلوک کرنا۔

لَا تَقُلْ لَهُمَآ أُفٍّ: کا معنی یہ ہے کہ ایسا کوئی ایک لفظ بھی زبان پر نہ لا جس سے تیرے والد اور والدہ میں سے کسی ایک کو ذرا سی بھی تکلیف پہنچے اور نہ تیز نظر سے ان کی طرف دیکھ۔

وَلَا تَنْهَرْهُمَا: سے مراد یہ ہے کہ جو ان کی طرف قول یا فعل تجھے نا پسند آئے اس پر ان کو جھڑکی نہ دے۔

1- (صحیح مسلم، کتاب الامارہ، باب: وجوب طاعۃ الامراء، ج: 6، ص: 15، حدیث نمبر: 4871)

وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا: سے مراد یہ ہے کہ نرمی سے اچھی بات کہہ۔

حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں ارشاد فرماتے ہیں کہ:

اِمَّا يَبْلُغَانِ عِنْدَكَ مِنَ الْكِبَرِ فَلَا تَقُلْ لَهُمَا أُفٍّ حِيْنَ تَرَى الْأَذَى وَتُمِيْطُ عَنْهُمَا الْخَلَاءَ وَالْبَوْلَ كَمَا كَانَا يَمِيْطَانِهِ عَنْكَ صَغِيْراً وَلَا تُؤْذِهِمَا.

جب والدین بڑھاپے کی حالت کو پہنچ جائیں اور تو کوئی تکلیف دہ بات دیکھے اور ان دونوں کو بیت الخلاء لے جانا پڑے اور پیشاب وغیرہ کروانا پڑے تو ان کو اف تک نہ کہو (ان کی بول و براز کو اسی طرح صاف کرو) جیسا کہ وہ تمہاری صفائی کا بچپن میں خیال رکھتے تھے اور ان دونوں کو تکلیف مت دو۔ [1]

فتاویٰ بھکھی شریف

حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ "وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا" کے تحت ارشاد فرماتے ہیں کہ:

كَقَوْلِ الْعَبْدِ الْمُذْنِبِ لِلسَّيِّدِ الْفَظِّ.

(انسان کو اپنے والدین کے سامنے اس طرح ہونا چاہیے) جیسا کہ غلام اپنے تند و تیز مزاج آقا کے سامنے کوئی جرم کرنے کے بعد حاضر ہوتا ہے۔ [2]

1- (تفسیر طبری، ج: 17، ص: 415)
2- (تفسیر بغوی، ج:- 5، ص: 86)

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اس "وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ"

کے تحت ارشاد فرماتے ہیں کہ:

لَا تَمْتَنِعْ مِنْ شَيْءٍ يُحِبَّانِهِ.

جو چیز وہ پسند کریں وہ ان سے نہ روک۔[1]

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنَّانٌ وَلَا عَاقُ وَالِدَيْهِ وَلَا مُدْمِنُ خَمْرٍ

احسان جتانے والے، والدین کا نافرمان اور شراب کا عادی جنت میں داخل نہیں ہوں گے۔[2]

فتاویٰ بھکھی شریف

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

رَغِمَ أَنْفُ رَجُلٍ ذُكِرْتُ عِنْدَهُ وَلَمْ يُصَلِّ عَلَيَّ وَرَغِمَ أَنْفُ رَجُلٍ دَخَلَ عليه رَمَضَانُ ثُمَّ انْسَلَخَ قَبْلَ أَنْ يُغْفَرَ له وَرَغِمَ أَنْفُ رَجُلٍ أَدْرَكَ عِنْدَه، أَبَوَاهُ الْكِبَرَ فَلَمْ يُدْخِلَاهُ الْجَنَّةَ .

1- (تفسیر طبری، ج: 17، ص: 418)

2- (مسند احمد، مسند المکثرین من الصحابہ، مسند عبد اللہ بن عمرو، ج: 2، ص: 201، حدیث نمبر: 6882)

اس آدمی کی ناک خاک آلود ہو کہ جس کے پاس میرا ذکر کیا گیا اور اس نے مجھ پر درود نہ پڑھا، اور اس آدمی کی ناک خاک آلود ہو جس نے رمضان کو پایا مگر اپنے گناہ نہ بخشوا سکا یہاں تک کہ رمضان چلا گیا اور اس آدمی کی ناک خاک آلود ہو جس نے اپنے والدین کو حالت بڑھاپا میں پایا مگر ان کی خدمت کر کے جنت حاصل نہ کر سکا۔[1]

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

كُلُّ الذُّنُوْبِ يُؤَخِّرُ اللّٰهُ مَا شَاءَ مِنْهَا اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ اِلَّا عُقُوْقَ الْوَالِدَيْنِ فَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يُعَجِّلُهُ لِصَاحِبِهِ فِي الْحَيَاةِ قَبْلَ الْمَمَاتِ.

فتاویٰ بکھی شریف

اللہ تعالیٰ جس گناہ کی چاہے گا سزا کو قیامت تک کے لیے مؤخر کر دے گا مگر والدین کے نافرمانی کی، بے شک اللہ تعالیٰ نافرمانی کرنے والے کو مرنے سے پہلے ہی دنیا میں بھی جلد سزا میں مبتلا فرمائے گا۔[2]

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

رِضَا اللّٰهِ فِيْ رِضَا الْوَالِدِ وَسَخَطُ اللّٰهِ فِيْ سَخَطِ الْوَالِدِ.

1- (جامع ترمذی، کتاب الدعوات، ج: 5، ص: 550، حدیث نمبر: 3545)

2- (مستدرک، کتاب البر والصلۃ، ج: 4، ص: 172، حدیث نمبر: 7263)

اللہ تعالیٰ کی رضا والد کی رضا میں ہے اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی والد کی ناراضگی میں ہے۔[1]

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اَلْوَالِدُ أَوْسَطُ بَابِ الْجَنَّةِ فَحَافِظْ عَلَى الْوَالِدِ أو اتْرُكْ.

والد جنت کا درمیانہ دروازہ ہے تو اس کی حفاظت کر یا اس کو ضائع کر دے۔[2]

(خاوند بیوی کے ایک دوسرے پر حقوق)

اللہ تعالیٰ نے خاوند کے اوپر عورت کا مہر لازم کیا ہے، اس کے رہائش کی جگہ، خوارک اور لباس وغیرہ کا بندوبست بھی خاوند کے ذمہ رکھا ہے اور آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ حسن سلوک کا بھی حکم دیا ہے۔

البتہ خاوند کا عورت پر جس قدر احسان ہے اسی کے پیش نظر ارشاد فرمایا:

اَلرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَى النسَاءِ.

ترجمہ: مرد عورتوں پر سردار ہیں۔[3]

اس لیے عورت کو تاکید کی کہ وہ خاوند کی نافرمانی نہ کرے، خاوند کو راضی رکھے۔

1- (شرح السنہ، باب: تحریم العقوق، ج:1، ص:809)
2- (مسند احمد، مسند الانصار، ج:5، ص:196، حدیث نمبر:21765)
3- (سورہ: النساء، آیت نمبر:34)

حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا:

یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں حیرہ مقام پہ گیا جہاں کے لوگ مرزبان کو سجدہ کرتے ہیں تو میں نے خیال کیا کہ ہم اس بات کے زیادہ حقدار ہیں کہ ہم آپ کو سجدہ کریں، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَوْ أَمَرْتُ أَحَدًا لَأَمَرْتُ النِّسَآءَ أَنْ يَسْجُدْنَ لِأَزْوَاجِهِنَّ لِمَا جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْهِنَّ مِنْ حَقِّهِمْ.

اگر میں کسی کو سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو میں عورتوں کو حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوندوں کو سجدہ کریں اس حق کی وجہ سے جو اللہ تعالیٰ نے ان عورتوں پہ خاوندوں کا رکھا ہے۔[1]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو ارشاد فرمایا کہ صدقہ کرو کیونکہ تم میں سے اکثریت جہنم میں ہے، تو ایک عورت نے وجہ پوچھی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِنَّكُنَّ تَكْثُرْنَ الْلَعَنَ وَتَكْفُرْنَ الْعَشِيْرَ.

تم کثرت سے لعن طعن کرتی ہو اور اپنے خاوندوں کی نافرمانی کرتی ہو۔[2]

1- (سنن دارمی، باب: النہی ان یسجد لاحد، ج: 1، ص: 406، حدیث نمبر: 1463)

2- (صحیح ابن حبان، کتاب الزکوۃ، باب: صدقۃ التطوع، ج: 8، ص: 115، حدیث نمبر: 3323)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إِذَا دَعَا أَحَدُكُمْ اِمْرَأَتَهُ اِلى فِرَاشِهِ فَأَبَتْ أَنْ تَجِيْءَ لَعَنَتها الْمَلَائِكَةُ حَتَّى تُصْبِحَ.

جب تم میں سے کوئی ایک اپنی بیوی کو بستر پہ بلائے اور وہ آنے سے انکار کرے تو فرشتے اس عورت پر صبح تک لعنت کرتے ہیں۔[1]

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تین بندوں کی نماز قبول نہیں فرماتا:

أَلْعَبْدُ الْآبِقُ حَتَّى يَرْجِعَ اِلى مَوَالِيْهِ فَيَضَعَ يَدَهُ فِيْ أَيْدِيْهِمْ وَالْمرأة السَّاخِطُ عليها زَوْجها حَتَّى يَرْضى وَالسَّكْرَانُ حَتَّى يَصْحُوَ.

بھاگا ہوا غلام یہاں تک کہ لوٹ آئے اور اپنا ہاتھ اپنے مالکوں کے ہاتھ میں دے دے، اور وہ عورت جس پر اس کا خاوند ناراض ہو یہاں تک کہ راضی ہو جائے اور نشہ کرنے والا یہاں تک کہ ہوش میں آجائے۔[2]

فقط

هذا ما عندي والله تعالى أعلم

وصلى الله تعالى على حبيبه محمد وآله وأصحابه وسلم

1- (صحیح ابن حبان، کتاب النکاح، باب: معاشر الزوجین، ج: 9، ص: 481، حدیث نمبر: 4173)
2- (صحیح ابن حبان، کتاب الاشربہ، ج: 12، ص: 178، حدیث نمبر: 5355)

سود کے متعلق ایک مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک دوکاندار جس کی کھاد کی دکان ہے، وہ ایک بوری کھاد کی 400 روپے کی دیتا ہے، اور زمیندار سے کہتا ہے کہ آپ بوری لے جائیں اور جب فصل پک کر تیار ہو جائے تو مجھے 450 روپے ادا کرنا، برائے مہربانی بیان فرمائیں کہ ایسا سودا کرنا شرعاً جائز ہے یا ناجائز؟

السائل: محمد ارشد، سیالکوٹ

فتاویٰ بھکھی شریف

الجواب منه الهداية والصواب

اگر گاہک کو کھاد کی بوری کی قیمت 450 روپے بتائے اور رقم وصولی کے لیے کچھ معیاد مقرر کرے یعنی عقد کے چار ماہ بعد رقم ادا کرنا ہو، تو یہ عقد بالکل جائز و صحیح ہے۔

اگر کھاد کی بوری کی قیمت 400 روپے مقرر کرے پھر کہے کہ یہ رقم چار ماہ بعد ادا کرنا اور اس کے ساتھ 50 روپے زیادہ دینا تو یہ سود ہے جو ادا کرنا حرام ہے۔

پہلی صورت میں کھاد کی بوری کی قیمت زیادہ لی گئی ہے اور خریدنے و بیچنے والے جس رقم پر رضامندی سے نقد یا ادھار سودا طے کر لیں، جائز ہے۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

فَإِذَا اِخْتَلَفَتْ هٰذِهِ الْأَصْنَافُ فَبِيْعُوْا كَيْفَ شِئْتُمْ إِذا كَانَ يَدًا بِيَدٍ.

جب دونوں طرف کی چیزیں مختلف جنس کی ہوں تو جیسے چاہو خرید وفروخت کرو جب وہ ہاتھوں ہاتھ ہو۔[1]

اور قرآن کریم میں ہے کہ:

اِلَّا أَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ.

فتاویٰ
بھکھی شریف

ترجمہ: مگر یہ کہ کوئی سودا تمہاری باہمی رضامندی کا ہو۔[2]

دوسرے مقام پہ ارشاد فرمایا:

وَأَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا.

ترجمہ: اور اللہ نے بیع کو حلال کیا اور سود کو حرام کیا۔[3]

اور سود کی تعریف یہ ہے کہ:

فَضْلُ مَالٍ بِلَا عِوَضٍ فِيْ مُعَاوَضَةِ مَالٍ بِمَالٍ.

1- (صحیح مسلم، کتاب المساقاۃ، باب: الصرف، ج: 5، ص: 44، حدیث نمبر: 4147)
2- (سورہ: النساء، آیت نمبر: 29)
3- (سورہ: البقرہ، آیت نمبر: 275)

سود شریعت میں ایسی زیادتی کو کہتے ہیں کہ جس کے مقابل دوسری طرف کوئی چیز نہ ہو۔[1]

اور دوسری صورت جو پچاس روپے رکھے گا ان کے مقابل کوئی چیز نہیں ہے، لہٰذا وہ ربا اور حرام ہے۔

فقط

هذا ما عندي والله تعالى أعلم

وصلى الله تعالى على حبيبه محمد وآله وأصحابه وسلم

1- (بحر الرائق، کتاب البیع، باب الربا، ج:16، ص:260)

جلالیہ پبلیکیشنز

کی دیگر کتب
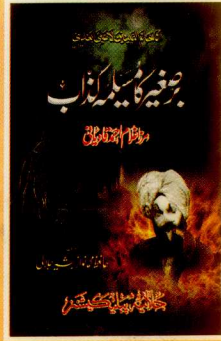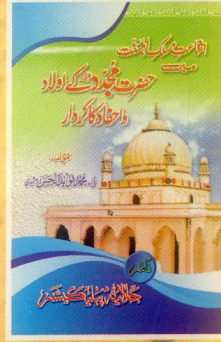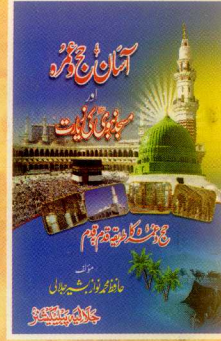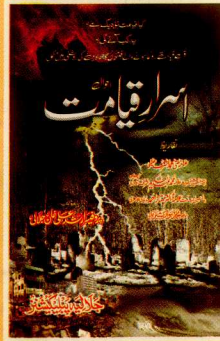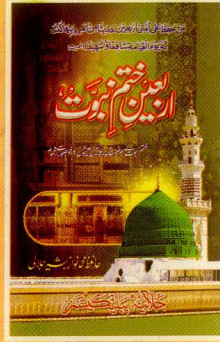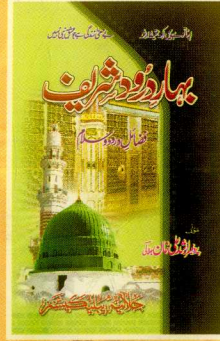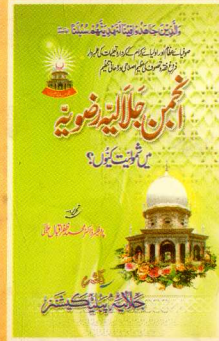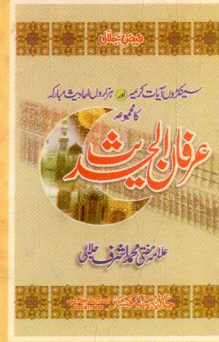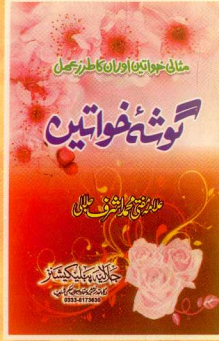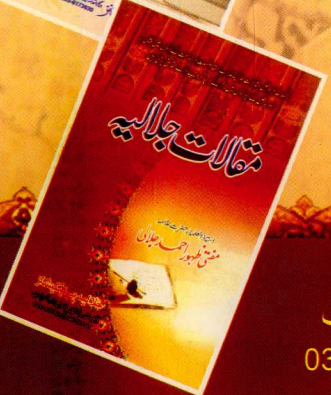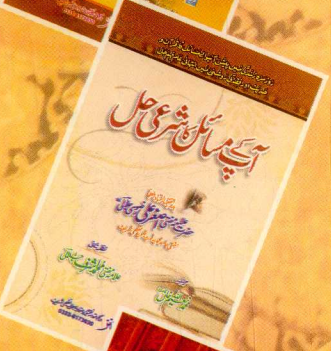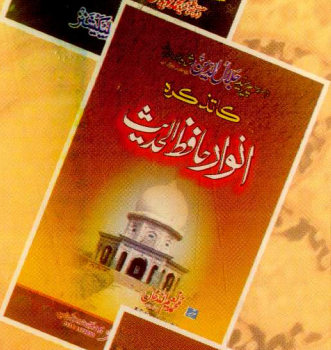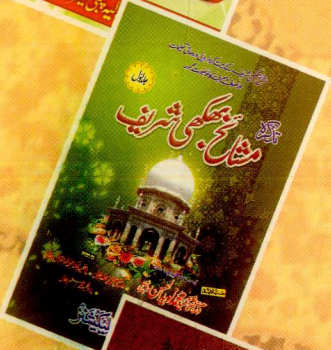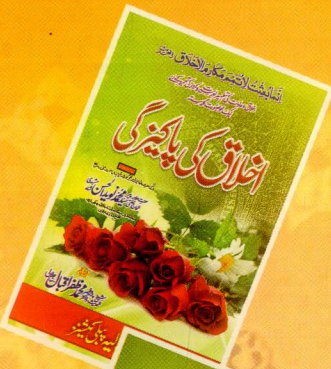
درگاہ مقدسہ نقشبندیہ قادریہ جلالیہ بھکھی شریف

جلالیہ پبلیکیشنز

0333-4217708,0300-5546640